

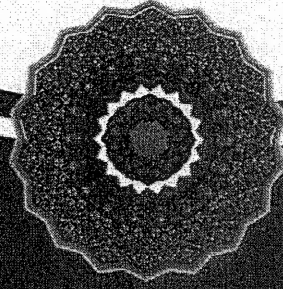
# إرشاد الطالب

إلى

ما في الهداية من المطالب

يعنى

آپ ہدایہ کیسے پڑھیں؟



مفتی ابوبکر شاہ منصور



# إرشاد الطالب

إلى

ما في العداية من المطالب

يعني

آپ ہدایہ کیسے پڑھیں؟

فقہ اور ہدایہ کی تدریس

اصول افتاء، اصول فقہ اور قواعد فقہ کے اجرا کے ساتھ

مفتی ابوبکر سیاح شاہ منصور

المسجد

بازار مولانا باغ، لاہور۔ فون: 3513-97552714





## فہرست

صفحہ	موضوعات
۱۴	عزیمت پرست
۱۶	فقہ اور ہدایہ کی تدریس: چند اصول
۱۹	تعلیم فقہ کے اصول
۲۱	فقہ کے تین بڑے عنوان: خاصۃ اللہ
۲۴	فقہ کے تین عمومی موضوعات
۲۶	احکام شریعت اور جدید اصطلاحات
۲۵	فقہ الحاکمات کے دو شعبے
۲۵	۱۔ معارفیات و فروعیات
۲۷	۲۔ اہانت و مضامینات
۲۸	چار تقاضا اصطلاحات
۲۸	۱۔ اثبات (تعلیمات) و استقامات

## جماعہ حقوق طبع و نشر محفوظ ہیں

کتب..... ارشاد الطالب  
ترتیب و تالیف..... مفتی ابوبکر شاہ منصور  
طبع اول..... ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ - ۲۰۱۲ء  
باہتمام..... محمد انور شاہ  
پیشتر..... عالم برہنہ پریس ۲۳۸۲-۲۳۸۱  
ناشر..... السعد

## ملنے کے پتے

مکتبہ دارالوہد، بھڑی ٹاکنز، کراچی ۲۹۷۴۴-۰۲۱-۳۴۹۲۹۷۴۴  
دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی ۱۸۶۱-۳۳۶۳۰۲۱  
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، کراچی ۱۸۶۹-۴۵۰۱۰۳۰۰  
ادارہ اشاعت، نیو بزرگ، ملتان ۱۲۱۴۸۱-۶۷۴۸۲۰۳۲۲  
اسلامی کتاب گھر، فیصل آباد ۱۴۲۱-۷۶۹۳۰۳۲۱  
قرآن مکتب، اردو پورہ، کراچی ۱۲۳۶۹۸-۵۱۰۳۲۱  
مکتبہ کتب خانہ، فقہ غفرانی بازار، پشاور ۳۴۴۰۳۱۴-۹۶۹۶۳۴۴  
مکتبہ بریل، سیوہ، کراچی ۲۶۶۲۲۰۳-۰۸۱  
برکی کتب خانہ، اردو بازار، ملتان ۱۹۸۴-۷۸۵۱۰۳۴۶  
مکتبہ اسلامی، قلعہ، پشاور ۲۶۲۱۰۳۲۲-۰۲۲

ارشاد الطالب

۵۰	۱-۴ البعثین
۵۲	تقسیم ثالث: باعتبار تخصیص واستنباط
۵۲	شرح منزل وشرح منزل
۵۳	جزء ثالث: دلیل المسألة
۵۳	تقسیم اول: باعتبار مادة دلیل
۵۳	دلیل نقلیہ
۵۵	دلیل عقلیہ
۵۶	تتمیم الطیف
۵۷	دلیل عقلی کی دلیل نقلی پر تقدیم
۵۷	قیاس کی دلیل نقلی پر ترجیح کیوں؟
۵۹	دلیل عقلی کی پہلی قسم: قیاس اقتصاری
۶۴	شکل اول
۶۵	شکل ثانی
۶۶	شکل ثالث
۶۷	شکل رابع
۷۰	اشکال اربعہ کی سمات صورتیں
	قیاس اقتصاری کے متعلق چھ نوامد
۷۸	فائدہ اہر وف تعلیل

ارشاد الطالب

۲۹	۲- اطلاق قات و تقییدات
۳۱	مسائل فقہیہ کے اجزاء: ثلث اور ان کی تقسیمات
۳۲	جزء اول: صورۃ المسألة
۳۳	تقسیم اول: باعتبار شرح
۳۶	تقسیم ثانی: باعتبار تدوین
۳۷	تقسیم ثالث: باعتبار سبب المسائل
۳۷	۱- مشکوک
۳۸	۲- مزدوج
۴۰	۳- متفرع
۴۱	۴- مراد (مسائل فی غیر مظاہر)
۴۴	۵- مرکب
۴۴	۶- متفرق
۴۴	جزء ثانی: حکم المسألة
۴۵	تقسیم اول: باعتبار اقوال
۴۹	تقسیم ثانی: باعتبار طرق جمیع احکام
۵۰	۱- الاقناب
۵۰	۲- الاقتصار
۵۰	۳- الاستعداد



## ارشاد الطالب

۱۰۲	۲۔ منج تفسیر
۱۰۳	۳۔ اسلوب تفسیر
۱۰۵	قیاس اور دلالت النص میں فرق
۱۰۷	قیاس کی دو اہم شرطیں
۱۰۷	مقیس علیہ کی علت معلوم کرنے کے تین طریقے
۱۰۹	۱۔ تحقیق سناط
۱۱۰	۲۔ جمع سناط
۱۱۱	۳۔ خروج سناط
۱۱۳	تحقیق سناط کی چند مثالیں
۱۱۴	جمع سناط کی چند مثالیں
۱۱۵	خروج سناط کی چند مثالیں
۱۱۶	مقیس علیہ کی علت معلوم کرنے کا ایک اور طریقہ بہرہ تقسیم
۱۱۷	فوق "جمع و فرق" در حقیقت فوق "قیاس و دعاب" قیاس ہے
۱۱۸	فرق کی دو قسمیں: سرکی و جہنی
۱۱۸	فرق سرکی کی مثال
۱۱۹	فرق جہنی کی مثال
۱۲۰	دلائل معتد علیہ کا ایک دوسرے کی طرف پھیرنے کا طریقہ
۱۲۴	احسان

## ارشاد الطالب

۷۸	فائدہ ۱: فاء نتیجہ
۷۹	فائدہ ۲: قصیدہ جملیہ و شرطیہ
۸۱	فائدہ ۳: مقدمہ مقدمہ ذکا و اعتراض
۸۳	فائدہ ۵: مقدمات میں فاصلہ
۸۵	فائدہ ۶: حد اور کاکا کرار
۸۶	صغریٰ میں تصرف کی مثال
۸۸	کبریٰ میں تصرف کی مثال
۸۹	دلیل عقلی کی دوسری قسم: قیاس استثنائی
۹۱	قیاس استثنائی تحصیل سے صحیح قیاس نہ کرنے کی دو صورتیں
۹۲	قیاس استثنائی تحصیل کے تجوید سے کی شرط
۹۳	قیاس استثنائی مفصل (بہرہ تقسیم) کی مثال
۹۶	قیاس استثنائی کے ایک مقدمے کا حذف
۹۷	قیاس استثنائی کے مقدمات کا لفظ ذکر ضروری نہیں
۹۸	قیاس استثنائی میں حرف استثناء ضروری نہیں
۹۹	دلیل عقلی کی تیسری قسم: تمثیل (قیاس لغتی)
۱۰۰	دلائل عقلیہ کی تینوں اقسام میں قدر مشترک
۱۰۱	فائدہ ۷: اداء و تشبیہ کی فرض
۱۰۱	۱۔ حرف تشبیہ

## ارشاد الطالب

۱۲۵	امتحان کی اقسام
۱۲۵	۱۔ امتحان بالکتاب
۱۲۶	۲۔ امتحان بالحدیث
۱۲۷	۳۔ امتحان بالاجماع
۱۲۷	۴۔ امتحان بالتمثل
۱۲۷	۵۔ امتحان بالقیاس بالتمثل
۱۲۸	۶۔ امتحان بالضرورة
۱۲۹	دلیل کی تین خاص قسمیں: استدلالیات مائتہ
۱۳۰	پہلی قسم: سمیت والیت یا الیت و ملیت
۱۳۱	سمیت والیت کی مثال
۱۳۲	الیت و ملیت کی مثال
۱۳۲	دوسری قسم: شخصی مانع
۱۳۵	۱۔ وجوہ مانع و افتقار مانع
۱۳۷	۲۔ افتقار مانع و شخصی مانع
۱۳۷	۳۔ افتقار مانع و شخصی مانع
۱۳۸	۴۔ افتقار مانع و وجوہ مانع
۱۴۰	تیسری قسم: جلب نفع و دفع ضرر
۱۴۱	تقسیم ثانی باعتبار نوعیۃ الدلائل

## ارشاد الطالب

۱۴۱	۱۔ دلائل مترادفہ
۱۴۱	۲۔ دلائل متضادہ
۱۴۳	۳۔ دلائل متعاقبہ
۱۴۳	دلیل توضیحی
۱۴۴	دلیل تفریحی
۱۴۵	دلیل علمی اور فنی کا بیان
۱۴۷	۴۔ دلائل متضادہ
۱۴۸	تین مقدمات پر مشتمل دلیل: متضادہ الاول والاخر
۱۴۹	متضادہ الاول
۱۵۰	متضادہ الاخر
۱۵۱	تین سے زیادہ مقدمات پر مشتمل دلیل: متضادہ سلسلہ
۱۵۱	تضاد یا تضاد سلسلہ
۱۵۱	تضاد یا تضاد سلسلہ
۱۵۱	استدلال کی دو خاص قسمیں
۱۵۱	استدلال بالکلیات والجزئیات
۱۵۱	استدلال بدلیل توہیدی
۱۵۱	جواب دلیل کی آٹھ قسمیں
۱۵۱	۱۔ الامتداد



## ارشاد الطالب

۱۷۲	تیسرا مقصد: دفع دخل مقدر
۱۷۳	چوتھا اصطلاح: حرف اشتغال (لا غیر کرن)
۱۷۴	ساتویں اصطلاح: دو جملے
۱۷۵	پہلا مقصد: مقضیٰ بالغ
۱۷۶	دوسرا مقصد: اثبات نہ سب روز خمس
۱۷۷	آٹھویں اصطلاح: دو سے زیادہ جملے
۱۷۷	پہلا مقصد: تہود و شر و افاقہ و احترام ازیر
۱۷۸	دوسرا مقصد: احکام متعدد کی تسلیل
۱۷۹	لفظ و بشر مرتب کی مثال
۱۷۹	لفظ و بشر غیر مرتب کی مثال
۱۸۰	نویں اور دسویں اصطلاح: قول رائج پر تشریح یا اس کا حوالہ
۱۸۱	طبقات العلماء
۱۸۲	تصحیح صریحی کے پانچ درجات
۱۸۳	تصحیح التزامی کے پانچ طریقے
۱۸۴	طبقات المساکین
۱۸۵	چند متفرق اصطلاحات
۱۸۶	کتاب کے حل کے لیے دو اہم اصول
۱۸۶	پہلا اصول: تجزیہ و تحلیل

## ارشاد الطالب

۱۵۷	۲۔ اسرافتہ
۱۵۸	۳۔ السارفتہ
۱۶۰	۴۔ القلیب
۱۶۱	۵۔ العکس
۱۶۱	۶۔ القول بالمرتبب
۱۶۲	۷۔ فساد الوضع
۱۶۳	۸۔ الفرق
۱۶۴	<b>اصطلاحات صاحب البدایہ</b>
۱۶۴	پہلی اصطلاح: مولفہ جامع منیر
۱۶۶	دوسری اصطلاح: حرف تہقیق
۱۶۷	تیسری اصطلاح: اداۃ تفسیر
۱۶۷	پہلا مقصد: تفسیر مطلق
۱۶۹	دوسرا مقصد: دفع ایہام
۱۶۹	تیسرا مقصد: دفع ایہام
۱۶۹	چوتھی اصطلاح: اداۃ تفسیر
۱۷۰	پانچویں اصطلاح: اداۃ تفریق
۱۷۱	پہلا مقصد: بیان فرق و جواب قیاس
۱۷۱	دوسرا مقصد: تہذیب ازرازی

## پہلی بات

تابعہ عصر حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ

فرمایا کرتے تھے:

”مدرس کو تین مرتبہ مطالعہ کرنا چاہیے:

پہلی مرتبہ: فہم کے لیے

دوسری مرتبہ: افہام کے لیے

اور

تیسری مرتبہ: تسہیل افہام کے لیے۔“

۱۸۷	دوسرا اصول: معنی مرادی (مقتصدی ترجمہ) کو سمجھنا
۱۸۹	ایک خاص گز: مقارن مطالعہ
۱۹۰	آخری بات
۱۹۱	اصول الفقہ اور قواعد الفقہ
۱۹۱	اصول الفقہ اور قواعد الفقہ میں فرق
۱۹۴	القواعد الفقہیۃ من الأنبیاء
۱۹۷	النوع الأول: أم القواعد
۱۹۸	النوع الثانی: القواعد الکلیۃ
۲۰۱	القواعد الفقہیۃ من المجلد
	خلاصہ اصول الفقہ
۲۰۶	عبارات اصول فقہ کے حواشی



بہت سی تعمیرات اور چند مقامات ایسے ہیں جو اصولی آثار کی چند احداث پر تھے بغیر کا حق سمجھ میں نہیں آتے۔ اسی طرح اصول فقہ کا خلاصہ ضبط نہ ہو اور فقہ کے احکام و دلائل کے بنیائیں کے دوران ان کا اجراء ہوتا ان دونوں فنون کی تکمیل اجموری رہ جاتی ہے اور قواعد فقہ تو وہ نکات ہیں جن کے ضبط و اجرا کے بغیر فقہ پر تہہ پر تہہ کیا گیا ہے:

”کل فقہ لم یخرج علی القواعد، فلیس بشیء۔“

اس لیے ان تینوں فنون (اصول، افتا، اصول فقہ اور قواعد الفقہ) کا ضروری خلاصہ اس عقائد کا حصہ بنادیا گیا ہے۔ ہر ایک شروع کرنے سے پہلے اس کتاب میں دیا گیا فنون ثلاثہ کا خلاصہ یاد کر لیا جائے تو ہدایہ کے دوران ان کے اجراء سے ان علوم کی اصطلاحات خوب ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً اصول فقہ کا بہترین اثر ہو جاتا ہے ورنہ ساری عمر طلبہ بوجھتی رہ جاتے ہیں کہ اصول فقہ کا اجراء کیسے ہو اور اس ان کے پڑھنے سے منقلد و ناکد کیا ہے؟ اسی طرح کتاب کے آخر میں ”الانساب و السطائر“ اور ”الرحلہ“ سے فقہ کے قواعد لے کر کچھ کر دیے گئے ہیں۔ ان قواعد فقہ کے چھوٹے چھوٹے جملے ضبط کر لیے جائیں تو دلائل کا کمری نکالنا آسان ہو جاتا ہے اور فقہ کے منظر مسائل چند جملوں میں منضبط ہو جاتے ہیں۔

شاہی گزرگاہ:

ان تین فنون کے ساتھ ایک چوتھے فن منطق کی اصطلاحات بھی آپ کو اس رسالے میں ملیں گی۔ بعض حضرات کو توثیق ہوگی کہ اس سے تو تدریس آسان ہونے کی بجائے مشکل ہو جائے گی۔ بات یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ منطق، فقہ سے جدا ایک مستقل فن ہے مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ جہاں بات، دلیل کی ہوگی وہاں علم منطق سے معرکین نہیں، لہذا علم منطق میں سے جو حصہ ”بحث“ سے متعلق ہے اس کے اجراء کے بغیر دلائل فقہ کو کما حقہ حل کر سکی ممکن نہیں، اس لیے بحث کی بحث کا خلاصہ یعنی عقلی دلائل کی تین اقسام

## عرض دست بستہ

در حقیقت:

آپ کے ہاتھوں میں جو اوراق ہیں یا یادداشتوں کا مجموعہ ہیں جو سالہا سال تک تدریس کا ہدایہ ”فقہ“ اور اصول الثانی تا شیخ کا وسیع ”اصول فقہ“ نیز مقدمہ در فقہ و شرح لافقہ اصولی افتا پڑھتے پڑھاتے کے دوران ضبط کی جاتی رہیں۔

خصوصاً ہدایہ کے چاروں اجزاء کی متعدد بار تدریس کے دوران اس کی تین مشہور شرحات منافیہ، کلائیہ اور فتح القدر کا کبھی انتخاب اور کبھی استنباط مطالعہ اس یادداشت کے حجم میں اضافہ کرتا رہا۔ آہستہ آہستہ ان اصطلاحات کی مدد سے جو عربی شرحات میں فقہائے راہنیں نے استعمال کی ہیں اور جن کے ذریعے وہ فقہ جیسے عظیم الشان فن کی تقسیم انتہائی خوبصورت اسلوب اور جامعہ از غیرات کے ساتھ کرتے ہیں، ایک چھوٹا سا کتابچہ تیار ہو گیا۔ ظاہر یہ اور ہے اور مانوس قسم کے طرز تدریس پر مشتمل لگتا ہے لیکن درحقیقت اس میں موجود اصطلاحات و تعمیرات فقہائے کرام کے کلام اور فقہ کی عربی شرحات سے ماخوذ ہیں۔ یہ کتابچہ تو صرف انہیں کچھ کرنے کا قصور دار ہے۔

فنون ثلاثہ:

یہاں تک تو اس تالیف کا پس منظر تھا۔ اب پیش رو حق پر عمل لگاتے (اصول افتا)، اصول فقہ اور قواعد فقہ کی تدریس کے ساتھ اس کا کچھ مطالب بیان ہو جائے۔ ہمارے ہاں اصول افتا کا مضمون شخص فی الواقعہ میں پڑھایا جاتا ہے جبکہ ہدایہ کی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

المعمورة إذ استقطبت في البئر، وعليها جلدة تفتح من الشيوخ، ولا كلامك  
الشيخ،

三

١٠- "تولودمي الحيرة بالعصر حجاز، والحوادث لا الأول استخفافاً

بالشيطان، وفي الثاني إعزازه. “

- "بحر زنجبارها عن نصاب بعد ملك نصاب وقيل العول ولا يحور"

تعميل العشر بعد الزرع، والفرق: أنه فيها تعميل بعد وجود

السبب: " (المراجع السابق)

اور باقی تین نواں، چیل اور حکایات و میرا سلاست شیخ و محمدی ہیں۔ مقصدی امور اور تین تین ہیں۔ قواعد الجمع والفرق اور الفروق۔ تین جالی ”الضمان“

اس مجموعہ میں ہدایہ سے ساتوں عنوانات کے علاوہ مزید کچھ عنوانات، مثلاً: التعب، ریفات

الفنطیقیہ اور اشعار وغیرہ، مادہ کا ایسی پہلو مثلاً: مجمع و علمی عمارتیں جن میں علم معانی کی

میں نے اپنے والد کو بھیج دیا۔ وہ بھی اچھا لکھتا تھا۔

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

*(Faint handwritten notes or bleed-through from the reverse side)*

...

[illegible]

○ ○ ○ ○ ○

...

المعلمين " اور "تخصص فی الفقہ و الشفہ" میں علامہ شروع ہمارے ہاں تدریس

سجده

منطق کے جوہری بنیادی جیسے کا اجرا کسی خود بخود ہوتا ہے۔  
اس میں شامل کردی گئی ہیں۔ ان کو تازہ کر کے نقد کے ادائل کا اجرا کیا جائے تو علم

جہاں تک بات منطقی اور آسانی کی ہے تو اولاً ایسا کوئی سارا ستر ہے جو علم کی کسی واہی کی طرف جائے اور ایسا شائبہ ہو کہ اس میں کسی دشواری کا سامنا ہے کہ کرنا پڑے۔ چنانچہ تجربہ یہ ہے کہ فقہائے کرام کے پیش کردہ دلائل کو حل کرنے کے لیے منطقی کے جتنے حصے کی ضرورت ہے اس کو ضبط کر لینے کے بعد دلیل کی جو حقیقت ہے وہ سمجھ میں آ جاتی ہے اور عالم فطرت یا آسمان ہونے کے ساتھ اس قدر اس لطیف اور فرحت بخش ہو جاتا ہے کہ وہ مشقت اور کوفت کچھ ہی عین نہیں رہتی جو منطق کے اس تھوڑے سے حصے کو ضبط کرنے کے لیے برداشت کی گئی تھی۔

سب کے آخر میں آپ کو ہدایہ کی قسم بھی دیکھنے کو ملے گی۔۔۔ ہوائیں کہ جب دروازہ کھلا کر دوں  
 مجھ ”فتح الغفار“ اور ”کشف الغفار“ تیار ہوئیں (پہلی الفاظ کے لحاظ سے ہے اور دوسری  
 موضوعات کے اعتبار سے) تو شدید امید پیدا ہو کہ اہل کفر کی ہر طرح کی ممتحن تیار ہوئی چاہیے۔  
 ہدایہ کی قسم ”الاشیاء والظواهر“ کے طرز پر تیار کی گئی ہے۔ ”الاشیاء والظواهر“ میں  
 سات فنون ہیں: (۱) قواعد (۲) فوائد۔

دوسرے دو ہیں: (۱) الجمع والفرق اور الفرق۔ ان دو میں فرق یہ ہے کہ ”الجمع والفرق“ میں ایک نوع کو دوسری انواع سے جدا کرنے والے فروق فقہیہ بیان کیے گئے ہیں مثلاً: وہ فرق جو خصوصیت، جمع جہیزہ کو جمع خف، مجدہ، ملاوت و کجدہ، شکر، شہادت و روایت اور دلیلی دوق کے احکام کو جدا کرتے ہیں۔ ”الفرق“ میں وہ فروق ہیں جن سے ایک چیز کو دوسرے چیز سے جدا ہوتا ہے مثلاً:

اللعنة ان منعت قلوبكم في الشر لا تحص الساء وتغشيه بوجهه والفرق ان  
 ايك جزير ودرى جزيرت جدا تا تا مثلاً:



## فقہ اور ہدایہ کی تدریس: چند اصول

ہر فن و کتاب پر حصے پر حصے کا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے۔ لیکن کمال گاہ پر ہوتا ہے اور کتاب کا الگ۔ فنی فقہ کے لیے بھی کچھ اصول و ضوابط ہیں جن کے سمجھنے سے فقہ کا شہد آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہدایہ کے ورک کا ایک مخصوص طرز ہے جس سے کتاب دلچسپ اور قریب الی الفہم ہو جاتی ہے۔ ذیل میں ان کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

### تعلیم فقہ کے اصول

فقہ کی تعلیم اور قلم کے لیے دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ خلاصہ الباب یا درکنا:

پچھلے زمانے میں ہر فن کا کوئی ایک متن ربانی یا دیکھا جاتا تھا۔ اب خلاصہ الباب کا مختصر ہونا اس کا قائم مقام ہے۔

۲۔ قواعد فقہ یا درکنا:

علامہ قرطبی مابین (۶۸۲ھ) فرماتے ہیں:

کرنے سے پہلے یہ رسالہ پڑھا جاتا تھا پھر ہدایہ کی افہام و تفہیم اور اس کی عربی شروح و معانی کی تدریس آسان ہو جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور طالبان کرام کو اس سے فائدہ پہنچائیں۔ ان یادداشتوں کو مرتب کرنے اور مزید عام پر لانے کا اول و آخر مقصد یہی ہے۔ اب یہ پہلی علمی کتابیں کے کہ اس میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے؟ فقہ سے اعتنا رکھنے والے تمام اساتذہ کرام سے ہندو کی عاجزانہ اور درست بہت درخواست ہے کہ وہ اپنے مشوروں، تجویزوں اور تجاویز سے نوازیں۔ ان کے اس احسان عظیم پر ہندو اور اس کتاب سے استفادہ کرنے والے طلبہ ان کے لیے ہمیشہ دعا گو رہیں گے۔

## فقہ کے تین بڑے عنوانات

خاصۃ الفقہ

سائل، نقل یا ترجمہ کے ہیں۔

۱- عقائد

۲- آداب و اخلاق

۳- عبادات

۴- معاملات

۵- عقوبات

پہلے درجہ میں فقہ کے تحت یہ پانچ عنوانات آتے تھے اور اس کو ”الفقہ الاکبر“ کا نام دیا جاتا تھا۔ بعد میں عقائد و اخلاق و بیع الذلیل اور زیادہ اہم ہونے کی وجہ سے مستقل نمونہ قرار پائے۔ عقائد کو ”علم الکلام“ کے عنوان سے اور اخلاق و آداب کو ”علم تصوف“ کے نام سے مستقل علم بنایا گیا۔

علامہ شافعی (۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

”اعلم ان مسائل امور الدین علمي الاختصاص ذات، والآداب والعبادات،

”کل فقہ لم یخرج علی القواعد، فليس بشيء“۔ (الدخيرة: ۵۵/۱)

اور درجہ میں جگہ فرماتے ہیں:

”من ضبط الشقة بقواعده، استغنى عن حفظ أكثر العزليات (الدرجيات)

فی الکلیات“۔ (الفروق: ۱۲/۱)

قواعد کی جن قسمیں ہیں:

۱- اہم القواعد:

ان سے مراد وہ قواعد ہیں جن سے متعدد دوسرے قواعد وجود میں آتے ہیں، جیسے:

”الیقین لا یزول بالشک“

۲- القواعد:

اس کی تعریف یہ ہے: ”ما جری فی اکثر من باب واحد“۔ یعنی وہ حکم کلی

جو ایک سے زائد ابواب میں جاری ہوتا ہے، جیسے ”الضرورات نبيح المحظورات“۔

۳- الضابطات:

اس کی تعریف یہ ہے: ”ما جری فی باب واحد“۔ یعنی وہ حکم کلی جو صرف

ایک باب میں جاری ہوتا ہے، جیسے ”زوال البرمستسی عن البعین“۔ یہ ضابطہ صرف

”کتاب الایمان“ میں جاری ہوتا ہے۔

ملاحظہ:

”الاشیاء والنظائر“ میں ۷۶ قواعد ہیں۔ اہم القواعد اور ۵۸ قواعد ہیں۔

”تشریح مسجلہ الاحکام“ میں ۹۹ قواعد ہیں۔ دونوں کتابوں کے قواعد ملا کر ۱۶۲

ہوتے ہیں۔ ۴۲ قواعد مشترک ہیں۔ غیر مشترک قواعد ۷۹ ہیں۔ ان کا یاد کرنا فقہ کے نظم

و ضبط میں آسان ہے۔ یہ قواعد اس سالہ کے آخر میں نکال کر دیے گئے ہیں۔



## ارشاد الطالب

ہر ایک کے متعلق مختلف اصولی قواعد اور تقریبی مسائل ذکر کرتے ہیں۔ دراصل یہ متنیں عنوانات یعنی عبادات، معاملات، مقدمات ”جنس عالی“ کی طرح ہیں اور ان کے نیچے آنے والے درج بالا پانچ پانچ عنوانات ”جنس سافل“ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ہر ایک کے نیچے تکلیف، اہلوان اور اصول آتے ہیں جو ان لوں یا افراد ہیں، مثلاً: معاملات ”جنس عالی“ ہیں۔ معاملات و تعمیرات ”جنس سافل“ ہیں۔ ”بیرون داربادہ“ معاملات کی انواع اور ”خروج و عائدہ“ تعمیرات کی انواع ہیں۔ مراحہ و تولیہ وغیرہ بیرون کے افراد اور احارۃ علی الطاعۃ أو المعصیۃ، تنقیر الطحان“ وغیرہ بارہ کے افراد ہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

”ذکر فی الباب فصولاً متعدده، وکل منها صنف تحت الصنف المسمى باباً، كما أن الباب يكون تحت الصنف المسمى كتاباً، والكل تحت الصنف الذي هو نفس العلم البدون، فإنه صنف عال، والعلم مطلقاً يسمى الإدراك حسن، وقيل للواضع: صنف العلم أي جعله صنفاً، فالواضع أولى باسم الصنف، من المؤلفين، وإن صح أيضاً لغيرهم.“ (۲/۳۶۸) اور فتح میں ہے:

والمراد بالعبادات ما كان المقصود منها في الأصل تقرب العبد إلى الملك المعبود، ونيل الثواب والجنود، كالأركان الأربعة ونحوها، **ربا للمعاملات** ما كان المقصود منها الأصلي قضاء مصالح العباد كالبيع، والكفالة، والحالة ونحوها، وكون البيع أو الشراء قد يكون واجبا لمعارض لا بحرمة عن كون له من المعاملات، كما لا يخرج الصلاة مع الرياء عن كون أصل الصلاة عبادة، ثم إن ما تقدم غير محقق بالمعاملات، **كل من هو متعلق به تعالى ولا يفي فلا يفي** معاملات وعقوبات وكفارات (شلمية، كتاب السور، ج ۱، ص ۵۰)

## ارشاد الطالب

والمعاملات، والعقوبات، والأركان ليسا معاً نحن بصدده، والعبادات خمسة..... والمعاملات خمسة..... والعقوبات خمسة.....“

(رد المحتار: ۷۹/۱)

ابن کثیر کے موجودہ موضوعات میں ہیں اور ہر ایک کے تحت پانچ عنوان آتے ہیں:

۱- عبادات: یہ کل پانچ ہیں، صلاۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، جہاد۔

۲- معاملات: یہ بھی پانچ ہیں:

(۱) مساوات: بیع، اجارہ، ہبہ وغیرہ۔

(۲) منکاحات: نکاح، طلاق، بیع نقد وغیرہ۔

(۳) بناسات: بکولی، انشاء، شہادت، غیرہ۔

(۴) امانات: یہ دو قسم کے ہیں، سرکاری جیسے وید اور غیر سرکاری جیسے مکمل، مضارب

یا شریک کے پاس موجود اموال۔

(۵) ترکات: میراث اور اس کے تکلیفات یعنی وصیت، وصایت وغیرہ۔

۳- عقوبات: یہ بھی پانچ ہیں:

(۱) حد و قصص: (زنا، شرب الخمر، قذف، سرقت، سبزی اور سرقت کبریٰ یعنی قطع احرق) ان کی اختصار خود شارح نے مقرر کی ہے۔

(۲) تعزیرات: اس کی مقدار قاضی کی سوابق پر ہے۔

(۳) قصاص (جانی بدلہ)

(۴) دیت (مالی بدلہ)

(۵) حد ارتداد

فقہائے کرام کی عبارات میں ان سب اصطلاحات کا تذکرہ ملتا ہے اور ان سب سے

(personele سے ماخوذ ہے۔)

۲۔ معاملات مالی معاملات کے لیے ”فقہ السعادات“ یا ”القانون البدنی“ کی اصطلاح رواج پا چکی ہے۔ ہمارے ہاں اس کو یوٹائی قوانین“ کہتے ہیں۔

۳۔ مقدمات: حدود و تقریرات پر مشتمل احکام۔ عرب میں انہیں ”السفانون لحدی“ اور

ہمارے ہاں ”توجداری قوانین“ کہتے ہیں۔

فقہ العائلات کے دو شعبے:

معاملات کا شعبہ چونکہ اہم اور دقیق ہے۔ اس لیے اس کی دو شاخوں ”معاوضات اور

”امانات“ کی کئی قدر و شناخت کی جاتی ہے۔ معاوضات کے مقابلے میں ”تہجمات اور

امانات کے مقابلے میں ”علمات“ آتے ہیں۔ اس طرح یہ چار کلی شاخیں ہو جاتی ہیں۔

۱۔ معاوضات و تہجمات:

کسی چیز کی یا عوض تملیک و تملک ”معاوضہ“ ہے اور یا عوض تملک و تملک ”تہجمات“

ہے۔ ”معاوضہ“ کی دو بڑی شاخیں ہیں اور یا معاوضہ ہیں، اگر تملیک اہل عین یا عوض ہو تو ”تہجمات“ اور

اگر تملک اہل عین یا عوض ہو تو ”معاوضہ“ ہے۔ چونکہ ”تہجمات“ کی دو بڑی شاخیں ہیں، ہبہ اور عاریہ

ہیں۔ اگر ”تملیک اہل عین یا عوض“ ہو تو ہبہ اور ”تملیک اہل عین یا عوض“ ہو تو عاریہ ہے۔

معاوضات اہل مال کی انقسام دو پر گزر گئیں۔ معاوضات اہل عین اہل مال سے مراد نکاح،

طلاق علی مال، شفع، متاع علی مال، صلح عین التماس وغیرہ ہیں۔

کچھ فقہاء کہتے ہیں جو کہ وہ معاوضہ ہوتے ہیں اور کن وجہ تہجمات، یا ابتداء میں تہجمات

ہوتے ہیں اور ابتداء میں معاوضہ۔ جیسے ہبہ یا عوض اور قرع و مثلیات۔

زیر میں فقہاء کی کچھ عبارات ملاحظہ فرمائیں جن میں ان دونوں اصطلاحات سے

محقق اصول بخبروں مذکور ہیں۔

## فقہ کے تین ضمنی عنوانات

مذکورہ اہل تین مرکزی عنوانات سے جن ذیلی عنوانات نکلے ہیں:

۱۔ مرکب اقسام اول و ثانی (کن وجہ عبادت کن وجہ معاملہ) جیسے نکاح۔ صلح ابتداء

بعد المعاملات قبل المعاملات

۲۔ مرکب اقسام اول و ثانی (کن وجہ عقوبت کن وجہ عبادت) جیسے کفارہ قبل،

بعین انہما و رسوم۔

۳۔ مرکب اقسام ثانی و ثالث (کن وجہ معاملہ کن وجہ عقوبت) جیسے کفریت۔

## احکام شریعت اور جدید اصطلاحات

”مفیات الاحکام العدلیہ“ کی دفعہ ۱ میں ہے کہ فقہی مسائل کا تعلق امور آخرت سے ہوگا

یا امور دنیا سے۔ اگر امور آخرت سے ہو تو یہ عطا کو عبادت ہیں۔ اگر امور دنیا سے ہو تو یہ

تین قسم کے ہیں۔ اس طرح اسلامی قانون کے تین شعبے ہو جاتے ہیں:

۱۔ معاملات، ان کے لیے عربی مالک میں ”فقہ الاسرار“ یا ”السفانون الاحوال

السفانون“ کی اصطلاح رائج ہے۔ پاکستان و ہندوستان میں انہیں ”مالی قوانین“ یا ”شخصی

قوانین (پر سونل لا) کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل فرانسیسی اصطلاح (Le statu



## ارشاد الطالب

لا يسلطهم الوكيل بالموكيل العام؛ لأنه لا يملكهم، إلا من يملك التبرعات، و لهذا لا يجوز إقرار الوصي بال التيمم و لا هبة بشرط العوض. و إن كانت معاوضة في الابتداء، (رد المحتار، كتاب الوكالة، ٥/٥١)

”و اعلم أن الوكيل وكالة عامة مطلقة مفوضة **إسقاطك المعاوضات** لا الطلاق و العتاق و التبرعات. به يقتضي، زواجر الجواهر و نوادر الصائر.“

(المواهب، كتاب الوكالة، فصل: عقد و كیل البيع و الشراء، ٥/٥٢٨)

## ۲- امانات و ضمانات:

وہ عتو جن کے تحت قبض شدہ اموال کا خان (غیر قعدی کے) نہیں دینا پڑتا؛ ”امانت“ کے قبیل سے ہیں۔ امانت سرکاری اور قعدی بھی ہوتی ہے۔ اس کے احکام ”دولیت“ کے عنوان کے تحت آتے ہیں اور مثنیٰ وغیر قعدی بھی ہوتی ہے۔ جیسے مضارب یا شرکت کے اموال۔ ان کے برعکس وہ عتو یا ضمانات جن کے تحت قبض شدہ اموال کا خان دینا پڑتا ہے، ضمانت کہلاتے ہیں، جیسے نصب، تصرف لی ملک، تیرہ روں یا ذل صلیب، وغیرہ۔

فتحا نے کرام نے ان دو مضاد سائل کے متضاد احکام ذکر کیے ہیں۔ ان پر توبہ سے تفکی و برائی شاخوں کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ چند عبارات و قواعد ملاحظہ فرمائیے:

”و اعلم ان جميع **الامانات** اذا مات متقلب **مضمونة** بالموت مع التحول إلا في مسائل“ (فتح القدیر، معاوضہ: ۹۹۹)

”قوله“ **”و هذا ضمان المصادم“** حواش عسایر غال کو نہ رضی باعتناق شریکہ، لا یوجب إسقاط الضمان، کما لو استؤلف الامة بوزن الشربک بصبح، و

یحب الضمان، فقال ذلك في **ضمان المصادم** و ما نحن فيه **ضمان المصادم**“ (فتح القدیر، باب العقود سے آگے: ۱۱۲)

## ارشاد الطالب

ہدایہ میں ہے:

”قال: ”و إن ادعى أحدهما شراءً، و الآخر هبةً و قبضاً من واحد، و أقاما بينة، و لا تسارع معهم، فالشراء أولى؛ لأن الشراء أقوى، **كقوله معاوضة من**

**الحائز**، و لأنه بدست المالك بنفسه، و المالك في الهبة على القبض“ **كذا**

**الشراء و الصدقة مع القبض لما يتأ**

در مختار میں ہے:

”(حلف ليهين فلا لا، فوجه فلم يقبل، من) **كذا** اكل عقد تبرع، كعادته و

وصية و إقرار (بمخالفة البيع) و نحوه حيث لا يراد قبول و كذا في طرف الشيء، **و الأصل أن عقود التبرعات بإراء الإيجاب فقط، و المعاوضات بإراء**

**الإيجاب و القول معا**

(كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب و القتل: ٣/٨٤٥، ٨٤٦)

رد المحتار میں علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”کچھ عتو ایسے ہیں جو کہ وجہ معاوضہ ہوتے ہیں اور کہ وجہ تبرع، یا ابتداء میں تبرع ہوتے ہیں اور انہیں معاوضہ جیسے تبرع یا تبرع اور تبرع کہلاتا ہے۔

”و الحاصل أن الوكيل وكالة عامة يملك كل شيء إلا الطلاق و العتاق و الوقف و الهبة و الصدقة على المثنى به، و ينبغي أن لا يملك الإبراء و الحظ

عن المدينين؛ **أولها من قبيل التبرع**، فمدحلا تحت قول البرازي: إنه لا يملك التبرع، و ظاهر أنه يملك التصرف في مرة بعد أخرى، و حل له الإفراض و الهبة

بشرط العوض، فلهذا بالنظر إلى الابتداء تبرع، **سواء القرض عارضا أو ابتداء**، **لما راعى انتهاءه، و الهبة بشرط العوض هبة ابتداء معاوضة انتهاءه**، و ينبغي أن

## ارشاد الطالب

### ۱- اثباتات (تملیکات) واستقاطات:

- درختاریں ہے:

قولہ: ”تھاہما أصلان: أحدهما أن كل ما كان مبادلة مال بمال يفسد بالشرط الفاسد كالبيع، وما لا فلا كالقرض، ثانيهما أن كل ما كان من

إسقاطات أو التقييدات كبرجعة يطل تعليقه بالشرط، والأصح: لكن في

الإسقاطات والامتزاعات يحلف بهما كحج وطلاق يصح مطلقاً، وفي

الطلاق وولايات و تعريضات بالملاحم.

(المر المختار، ما يطل بالشرط الفاسد: ۵/ ۲۶۰)

- شامیہ میں ہے:

قولہ: ”و الضابط فال العلامة عبد البر عن تقويم اللبس: ”الصدقة

بالواجب: أي الثابت في الدعة **إسقاطاً** كصدقة الدين على الغريم، و حية الدين

له، قسم له بغير قول، و كذا سائر **الإسقاطات** تنقسم من غير قول، إلا أن ما فيه

تمليك مال من وجه يغفل الاعتماد بالرد، و ما ليس فيه تمليك مال لم يغفل

كإبطال حق الشفعة و الطلاق، و هذا ضابط حجة، فتنبه له.

(مکملہ حاشیہ رد المحتار)

- عنایہ میں ہے:

ومن وكل آخر يضيء من **الإثباتات** أو **الإسقاطات**، ثم تصرف فيه بنفسه،

بطلت الوكالة، فإذا وكله باعتناق عبده، أو بكتاتبه فأنشقه، أو كاتبه بنفسه،

بطلت، (والعناية، باب عزل الوكيل)

## ارشاد الطالب

- تم قولہ فی کتاب: دیونہ البرادہ مدہ دیون وجب بالتجارة أو بما هو غني

معاها كما ابيع، و الشراء، و الإجارة، و الاستجارة، و **إسقاط** الغصوب، و

الودائع، و **الاثباتات** إذا جحد لها، و ما يجب من العقر بوطئ المشتراة بعد

الاستحقاق لاستادہ إلى الشراء، فليحق به.

”قولہ: و **الاثباتات** إذا جحد لها، ذکر **الاثباتات** بعد ذكر الودائع، لأن

**الاثباتات** أعم من الودائع. و من أنواع الإثباتات مال المضاربة، و العارية، .... و

هذه الأشياء عند المحمود بها تغلب غصباً، فكان **الغصب** الواجب بهذه

الأشياء **جسداً غصباً**، لأن الأرض يصير غصباً للأمانة بالجمود.”

(فتح القدير: ۸/ ۲۲۵)

## چار مقضی اصطلاحات

مسائل کی ایک اور تقسیم فقہاء کے ہاں ملتی ہے۔ اس کے افراد آئیں میں مضمار ہیں۔

مثلاً: اکام کی ایک قسم وہ ہے جس میں کوئی چیز ظاہر ہو۔ ایک وہ ہے جس کے کسی چیز سرائق

کیا جائے۔ ان مضمار اکام کو ”اثباتات و استقاطات“ کہتے ہیں۔ اثباتات کے لیے

”تملیکات“ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

اسی طرح کچھ اکام ایسے ہیں جن میں کوئی قید اضافی جاتی ہے۔ کچھ میں کوئی قید رکھی جاتی

ہے۔ ان کو اصطلاحات و تقييدات کہتے ہیں۔ پہلی تقسیم کی طرح ان کے بھی کچھ قسم ہیں، اکامات

پیش جو ظاہر ہے کہ اس میں مضمار ہیں۔ ان مضمار اصولی اکام کو نظر میں رکھتے سے نقلی بہت

سہی جزئیات کا حکم جیسا کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اصل قواعد میں کی مہارت میں ملاحظہ کیجیے۔



## مسائل فقہ کے اجزائے مثلاً ثلث اور ان کی

### تقسیمات

فقہی بنیادی اکائی ”مسئلہ“ ہے۔ مسئلہ کے تین اجزاء ہوتے ہیں:

(۱) صورت (۲) حکم (۳) دلیل

صورت اور حکم مسئلہ متنی میں ہوا کرتے ہیں۔ دلائل عوامی اور شرع میں ہوتے ہیں۔

عوامی میں مجمل اور شرع میں مفصل۔ قیادی میں مسائل فقہ کا انطباق خارجی بیان ہوتا ہے۔

فائدہ (۱):

فقہ کی کتابیں چار طرح کی ہیں۔ متن، شروح، عوامی، قیادی۔ قسم اول درس کے

لیے، ثانی میں سے مختصر درسی کے لیے اور مفصل مطالعہ کے لیے، ثالث اور رابع مراجعت

کے لیے ہوتی ہیں۔

فائدہ (۲):

محققین کی کتب فقہ کو ”امہات مت“ کہتے ہیں۔ امام محمد کی تصنیف کردہ کتب کتب ہیں۔

جامع صغیر، جامع کبیر، صغیر کبیر، موسوطہ، زیادات۔

۲۔ اطلاق قات و تقیید است:

- ہر اطلاق باب حد القذف میں ہے:

”ومن حنہ الإمام أو عززہ، فسدت، فسدہ ہدرا لکے فعل ما فعل باسم

الشرع، و فعل المأمور لا یقید بشرط السلامة، کالفساد و البراغ، بخلاف

الزواج إذا عززہ و حنہ، لأنہ مطلق فید، الاطلاقات یقید بشرط السلامة،

کالمعروف فی الطريق“ (کتاب الحدود، باب حد القذف: ۵۲۶/۲)

- فتح القدر میں ہے:

”فی الحاصل: ان کل ما کان من قبیل **السلکات** أو **القیادات** لا یصح

تعلیقہ، فمن الأول: الإقرار والإبراء، ومن الثاني: عزل الوکیل و الحصر علی

العبد و الرجعة“ (فتح القدر، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۴۸۶)

- کفایت میں ہے:

قولہ: ”و فعل المأمور لا یقید بشرط السلامة“، لأن الأمر..... إثبات،

**الإثبات لا یستلزم تعلیق بالشرط**، لأنہ حیثہ یثبہ التعلیل، فلذلك لا

یقید بشرط السلامة، بخلاف الإطلاقات فانها رفع القید، **مکان من ضمن**

**الإطلاقات** و هي قائمة للتعلیل“ (۱۱۸/۵)

فقہاء کے کلام میں حقیقی تمہیدات ہوتی ہیں وہاں قبل اطلاق قات ہیں، جیسے:

”تمن طلاقش دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں، چاہے کبھی ہوں یا مشرق،

ایک مجلس میں ہوں یا متعدد میں، ایک لفظ سے ہوں یا زیادہ سے۔“

”ایک سے زیادہ زوجات کے درمیان عمل واجب ہے، چاہے دونوں باکرہ

ہوں یا شیبہ، یا ایک باکرہ، یا ایک شیبہ، یا ایک قدیمہ، یا ایک جدیدہ۔“

### ارشاد الطالب

المُتَأَخِّرُ يَصْرَفُ ذَهَبَهُ إِلَى تَفْخِيجِ مَا قَالُوهُ، وَ تَحْسِنُ مَا أَجْمَلُوهُ، وَ تَقْبِيدُ مَا أَطْلَقُوهُ،  
وَ جَمْعُ مَا فَرَّقُوهُ، وَ اخْتِصَارُ عِلَالِهِمْ، وَ بَيَانُ مَا اسْتَعْرَفَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ،  
فَهُوَ كِمَا شَطِئَةُ عُرُوسٍ رَيَّاهَا أَهْلُهَا حَتَّى صَلَحَتْ لِلزَّوْجِ، تَرْبِيهَا وَ تَعْرِضُهَا عَلَى  
الْأَزْوَاجِ، وَ عَلَى كُلِّ فَالْفَضْلِ لِلْأَوَّلِ، كَمَا قَالَ الْقَائِلُ:

كَالْبَحْرِ يَسْقِيهِ السَّحَابُ وَمَالَهُ فَضْلٌ عَلَيْهِ، لَأَنَّهُ مِنْ مَالِهِ

نَعَمْ! فَضْلُ الْمُتَأَخِّرِينَ عَلَى أَمثَالِنَا مِنَ الْمُتَعَلِّمِينَ، رَحِمَ اللَّهُ الْجَمِيعَ وَ شَكَرَ

مُعَلِّمِهِمْ، آمِينَ. (رد المحتار: ۱/۲۸)

مسئلہ کے ان تین اجزا (صورت، حکم، دلیل) میں سے ہر ایک کی مختلف تفسیرات

واقسام ہیں جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

### ارشاد الطالب

ان سچے کتابوں کی مدد سے متاخرین نے چار سو تین تار کیے ہیں، تہذیبی، کثرت یافتہ اور  
مختار ان چاروں سوان میں جو مسائل ہیں وہ واضح نہیں نہ یہ کہ مندرجہ بالا سچے کتاب سے  
لیے گئے ہیں لہذا ان کا ہر مسئلہ سند کے واسطوں کے اعتبار سے اُعادنی چاہی جانی، یعنی امام  
محمد رحمہ اللہ نے اسے امام صاحب رحمہ اللہ سے براہ راست روایت کیا ہے یا امام ابو یوسف  
رحمہ اللہ کے واسطے سے۔

امہات سترہ کے ہوتے ہوئے ان سوان کی ضرورت اس لیے پڑی کہ واضح نہیں مذہب  
کی توجہ استخراج اور استنباط مسائل کی طرف تھی، وہ نتیجہ و تہذیب عبارت کی طرف توجہ نہیں  
دے سکتے تھے، جبکہ متاخرین استخراج احکام کی ذمہ داری سے آزاد تھے، انہوں نے  
محققین کی عبارت کی نتیجہ و تہذیب کا فریضہ ادا کیا اور سوان معتبرہ تیار کیے۔ صاحب دہلیہ  
نے محققین و متاخرین دونوں کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے ”دلیہ المبتدئی“ کے  
۴۲۴ سے ایک یا تین تار کیا۔ اس میں انہوں نے ”امہات سترہ“ میں سے ”جامع صغیر“ اور ”  
سوان ربیع“ میں سے ”مختصر التہذیب“ سے مدد لی۔

اس متن کی تصنیف میں انہوں نے التزام یہ کیا کہ دونوں کتابوں سے لی گئی عبارت  
میں کسی قسم کا تصرف نہ کیا۔ بعضہ دونوں کے مسائل درج کیے۔ اگر کہیں قدری سے مسئلہ  
لینے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ جامع صغیر کی عبارت میں کوئی اضافی نکتہ ہے یا تہذیب کے  
مسئلے سے متعارض ہے تو ”وفی الجامع الصغیر.....“ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کرتے  
ہیں جیسا کہ آگے ”اسطلاحات دہلیہ“ کے بیان میں آ رہا ہے۔

علامہ شاہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَأَنْتَ تَرَى كَتَبَ الْمُتَأَخِّرِينَ تَفْرِيقَ عَلَى كَتَبِ الْمُتَعَلِّمِينَ فِي التَّصْيُطِ وَ  
الْاِخْتِصَارِ، وَ حِزْمَ الْإِكْلَافِ، وَ جَمْعَ الْمَسَائِلِ، وَ تَقْوِيمَ الدَّلَالِ، فَالْعَالِمُ



ایک ہی مسئلے کی دو شکوں کی مثال:

تو إذا طلق الرجل امرأته في مرض موته طلاقاً باتناً فسلات ونحو في العدة، ورثته، وإن مات بعد انقضاء العدة، فلا يرثها.

(کتاب الطلاق، باب الإیلاء: ۴/۴۰۲)

اس میں مسئلے کی دو شکیں ہیں ایک موت قبل انقضاء العدة اور دوسری موت بعد انقضاء العدة۔

مردوج کی مثال:

”فإن تزوج امرأة على هذا الدن من البعل فإذا هو خمر، فلها مهر مثلها...“

وإن تزوجها على هذا العبد فإذا هو حر، بحسب مهر المثل.

(کتاب النکاح، باب المهر: ۲/۳۳۱)

معدوں کی مثال:

”وإذا أقر الطالب المكحول عنه.....“

لعمیر الأصيل عنه.....“ (کتاب الکفالة: ۳/۱۱۸)

۳۔ مسئلہ خلائیہ:

مسئلہ خلائیہ میں جن صورتیں ہوتی ہیں جن میں سے دو صورتیں مطلق اور ایک

مغضل ہوتی ہے، جیسے: مہر مشترک میں سے ایک شریک اپنا حصہ آزاد کرے تو اس کی

تین صورتیں ہیں:

(۱) دونوں شریک مہر (المهر) ہوں گے۔

(۲) دونوں مہر (مکنت) ہوں گے۔

(۳) ایک شریک مہر اور دوسرا مہر ہوگا۔

۴۔ مسئلہ راجحہ:

## جزء اول: صورۃ المسئلة

صورت مسئلے کی تین تقسیمات ہیں: پہلی بابت اربع صورۃ مسئلہ کے، دوسری بابت اربع صورۃ

حد و مسئلہ کو سمجھنا اور یاد رکھنا آسان ہو جاتا ہے، دوسری تقسیم سے خلاصہ الباب نکالنا اور یاد

کرنا، تیسری تقسیم سے مسائل فقہ کی تدوین فقہائے کرام نے کس طرز پر کی؟ اس کا سمجھنا اور

اس طرز پر کوئی فقہی مسئلہ یا مسئلے کی ترتیب آسان ہو جاتی ہے۔ آخری تقسیم سے

ایک ہے۔ ذیل میں تینوں تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

تقسیم اول باعتبار وضع:

۱۔ مسئلہ احادیث:

یہ وہ مسئلہ ہے جس میں فقط ایک صورت ہوتی ہے۔

۲۔ مسئلہ ثنائیہ:

یہ وہ مسئلہ ہے جس میں دو صورتیں ہوتی ہیں۔ یہ کبھی ایک ہی مسئلے کی دو شکیں ہوتی

ہیں۔ کبھی دو مسئلے باہم ممکن ہوتے ہیں اور کبھی مردوج۔ ممکن اور مردوج کی تعریف

آگے آرہی ہے۔

## ارشاد الطالب

☆..... "اِنْ كُنْتُ اَبَا عَصْرٍ وَاَبَا يُوْسُفَ، فَانْتَ طَالِقٌ" کے تحت صاحب ہا یہ

فرماتے ہیں:

"وَهَذَا عَلَى وَجْهِ اِمْتِاَنٍ وَجَدَ الشَّرْطَانِ فِي الْمَلِكِ... اَوْ وَجْهًا فِيمَا

غَيْرِ الْمَلِكِ... كَوَجَدَ الْاَوَّلُ فِي الْمَلِكِ وَالثَّانِي فِي غَيْرِ الْمَلِكِ... اَوْ وَجَدَ

الْاَوَّلُ فِي غَيْرِ الْمَلِكِ وَالثَّانِي فِي الْمَلِكِ."

(كتاب الطلاق، باب الأيمان: ۲/۲۸۸)

☆..... "مَخْتَلَفُ النِّقَاحِ فِي الْمَالِيَةِ وَالزَّوْجِ" کا مسئلہ بھی برابر یہ ہے۔ بشرط

بایست عین تساوی ہوں گے یا غیر تساوی؟ ہر دو صورت میں رواج میں متحد ہوں گے یا

مختلف؟

صاحب ہا یہ فرماتے ہیں:

"فَبِإِنْ كَانَتْ النِّقَاحُ مُخْتَلَفٌ، فَطَبِيعُ قَامِدِهِ، إِلَّا أَنْ يَبِينَ أَحَدُهُمَا، وَهَذَا إِذَا

كَانَ الْكُلُّ فِي الزَّوْجِ مَسْأَلَةً... اَوْ يَكُونُ أَحَدُهُمَا غَلِبَ وَزَوْجٌ... وَهَذَا

إِذَا كَانَتْ مُخْتَلَفَةً فِي الْمَالِيَةِ، فَإِنْ كَانَتْ سَوَاءً فَبِهَا... حَاجَازُ الْبَيْعِ."

(كتاب البيوع: ۲/۲۱۱)

تقسیم ثالثی - باعتبار تدرج و بین:

مسائل الباب تین قسم کے ہوتے ہیں:

۱- مبادی: اس میں مقدمتہ الباب اور تمہیدی امور ذکر ہوتے ہیں، مثلاً: تعریف،

الکائنات، شرائط و اقسام وغیرہ۔

۲- مقاصد: اس میں اصل بحث اور مقصد کی امور ہوتے ہیں۔

۳- تنويع یا بعد از عرض اس میں اصل بحث کے مکملات و محرمات، مزاد و کم و اضافہ

## ارشاد الطالب

مسئلہ ہا یہ میں چار صورتیں ہوتی ہیں۔ دو مطلق اور دو مقفول۔ مطلق

صورتیں باہم تقابیل ہوتی ہیں اور شغل ایک دوسرے کا مکمل۔

☆ اضافہ الاحرام الی الاحرام:

اس مسئلے کی چار صورتیں ہیں جن پر یہ باب قائم ہے، وہ یہ ہیں:

۱- اضافہ الحج الی الحج، اضافہ العمرة الی العمرة، اضافہ العمرة الی الحج،

اضافہ الحج الی العمرة.

(حدیث، کتاب الحج، باب إضافة الإحرام: ۱/۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲)

☆ وجود اللبیط:

وجود لبیط کی چار صورتیں ہیں: پہلی دو میں واحد اور مکان وجود متحد ہیں جبکہ

دوسری دو صورتوں میں واحد اور مکان وجود مختلف ہیں۔ چار صورتیں یہ ہوں گی:

(۱) واحد بھی مسلمان اور مکان بھی اہل اسلام (مثلاً مسجد یا مسلمانوں کا شہر)۔

(۲) واحد بھی زنی، مکان وجود بھی اہل زنت کا (مثلاً بیوہ یا کنیوہ وغیرہ)۔

(۳) واحد مسلمان، مکان وجود اہل زنت کا۔

(۴) واحد زنی، مکان وجود اہل اسلام کا۔

ہر ایک کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"وَإِذَا وَجَدَ فِيهِ مَعَصِرٌ مِنْ أَصْحَابِ الْمُسْلِمِينَ، أَوْ فِي قَرْيَةٍ مِنْ قُرَاهِمُ، فَلَا دَعَى

فِيمَا أَنَّهُ أَهْلُهُ، نَبَتْ نِسْبَهُ وَمَنْ كَانَ مُسْلِمًا... وَإِنْ وَجَدَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ قُرَى أَهْلِ

الذِّمَّةِ، أَوْ فِي بَيْعَةٍ أَوْ كَنْسِيَّةٍ، كَانَ ذَنْبًا، وَهَذَا الْحَوَابِ فِيمَا إِذَا كَانَ الْوَاحِدُ

ذَمِيمًا زَوْجِيَّةً وَاحِدَةً، وَإِنْ كَانَ الْوَاحِدُ مُسْلِمًا فِي هَذَا الْمَكَانِ، أَوْ ذَمِيمًا فِي مَكَانٍ

الْمُسْلِمِينَ..." (كتاب القیوط: ۲/۶۱۲)



## ارشاد الطالب

یہ دونوں مسئلے ممکن ہیں۔ پہلے میں "تعدد فی جانب المودع" ہے اور دوسرے میں "تعدد فی جانب المودع"، پہلے میں "إيداع اثنين عند واحد" ہے اور دوسرے میں "إيداع واحد عند اثنين" ہے۔

مثال (۳).... اگر غیر مکلف (بچہ یا مجنون) نے مکلف (عائل یا بالغ عورت) کے ساتھ زنا کیا تو کسی پر بھی حد جاری نہیں ہوگی۔ لیکن اگر مکلف (عائل یا بالغ) نے غیر مکلف (مجنون یا صغیر) سے زنا کیا تو اس کو حد لگے گی۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

"وإذا زنى العنسي أو المحسنون بالمرأة طأوعه، فلا حد عليه ولا عليها.... و إذا زنى صحيح بمجنونة أو صغيرة يحامع مثلها، حد الرجل خاصة".

(کتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجب الحد ۵۱۸/۱)

ہدایہ رائج میں کتاب البیہات کا آخری باب اسباب فی اعتدال حالة الفل "پورا کا پورا مسائل ممکنہ پر مشتمل ہے۔

(۲) مزدوج:

دونوں مسئلے آپس میں کسی طرح مشترک ہوں، جیسے:

مثال (۱).... "ومن باع صبرة طعام كل فقير يدرهم، حار البيع في فقير واحد.... ومن باع فطير غنم كل شاة يدرهم، فسد البيع في جميعها..."

(هداية، كتاب البيوع: ۲/۳)

ان دونوں مسئلوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں ایک "مجموع" کی بیع کا ذکر ہے جس کا فرادہ معلوم ہے۔ کئی افراد عام نہیں۔ اول ملکیت میں سے ہے، ثانی قیمت میں سے۔

## ارشاد الطالب

خاصۃ الباب ہوتا ہے۔

عامر ابن ابیہرم رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) کتاب الحج میں حج افراد کا بیان مکمل ہونے کے بعد ایک نئی فصل کے شروع ہونے پر فرماتے ہیں:

قوله: "فصل: حاصله مسائل شتی من أفعال الحج، هي عوارض خارجة عن أصل الترتيب، وهي تلو الصورة السليمة: " (فتح القدير: ۲/۴۰۰)

تقسیم ثالث۔ باعتبار ترتیب المسائل:

فقہی مسائل آپس میں نسبت کے اعتبار سے چھ اقسام میں سے ایک قسم کے ہوتے ہیں، ممکن، مزدوج، "مزدوج مستمر" اور "مزدوج مرکب" اور "مزدوج"۔

(۱) ممکن:

یعنی صورت مسئلہ ایک دوسرے کا کسی تقویٰ ہو جیسے:

مثال (۱).... "و يكره أن يقرأ السورة أو غيرها أو يدع آية السجدة، ولا

يأمن بأن يقرأ السجدة ويدع ما سواها".

(كتاب الصلاة، باب في سجدة التلاوة: ۱/۱۶۵)

مثال (۲).... "فإن افتح الطلوع ركناً ثم نزل، يعني، وإن صلى ركعة

لا زل ثم ركب، استقل" (كتاب الصلاة، باب التواقل: ۱/۱۵۰)

مثال (۳).... "و إذا أودع رجلان عند رجل، ودعاه فحضر أحدهما

يطلب نفسه، لم يدفع إليه نصيبه حتى يحضر الآخر.... وإن أودع رجل عددًا، وحلّ شيئاً مما يقسم، لم يحز أن يدفعه أحد، هذا إلى الآخر...."

(كتاب الوديعة: ۲/۲۷۵-۲۷۶)

## ارشاد الطالب

(کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارة: ۱/ ۲۲۶)

بمحل کرکھا یا اور اسے نہ کرکھا یا تو صرف قضاء ہے کہ ظن فی موضوعہ ہے۔ کیجئے گدوائے کو نہ کرکھا تو قضاء اور کفارہ دونوں ہیں کہ ظن فی غیر محلہ ہے کہ کفارہ اٹل کو نہ کرکھا یا ظنی محل ہے، لیکن خارج کو نہ کرکھا مطلق عام کے اعتبار سے کئی امید ہے۔

مثال (۳)..... "قیان أصاب حلال صیبا ثم أحرم، فأرسله من بدہ غیرہ، بخصم، وإذا أصاب محرّم صیبا، فأرسله من بدہ غیرہ، لأضلال علیہ

بالإختلاف" (کتاب الحج، باب المحایات: ۱/ ۲۷۶)

باب التوافل، فصل فی الترافہ، باب سجود اللادۃ، باب سجود السجود، باب صلاة المرض اور باب صلاة المسافر میں مکوں اور مردوں کی متعدد مثالیں ہیں۔

(۳) متفرع:

جو کسی اصل یا فرع پر تفریع ہو۔

امول پر تفریع کی مثال

"ومن باع أرضاً، دخل ما فيها من النخل و الشجر، وإن لم يسمه" هذه المسئلة متفرعة علی الأصل، و هو: "إن ما كان متصلاً بالبيع اتصال قرار،

كان تابعاً فی الدحول" (کتاب البیوع: ۳/ ۲۵)

مسئلہ ساری پر تفریع کی مثال:

"فإن قطع الثوب و حاطه أو صغره أحمر، أو لث السوءی بسمی، ثم أطلع

علی عیب، رجع بنقصائه..... و ليس للبائع أن يأخذہ..... فإن باعه

المشتري بعد ما رأى العيب رجع بالنقصان، لأن الرد متبع أصلاً قبله فلا

يكون بالبيع حاسباً للمبيع، **وعن هذا أقول:** أن من اشترى ثوباً فقطع له لباساً

## ارشاد الطالب

مثال (۲)..... "ومن اشترى عشرة أذرع من مائة ذراع من دار، فالتبّع فاسد..... وإن اشترى عشرة أسهم من مائة سهم حار."

(حدیث، کتاب البیوع: ۳/ ۲۴)

عشرة أذرع: "انصیب مبین" ہے اور عشرة أسهم: "انصیب مشاع" اول میں حیال محل مویب زراع ہے، ثانی میں مکں۔

فأفكده:

مکوں اور مردوں دونوں مسئلہ ثابت ہوتے ہیں۔ ان کا آپس میں فرق یہ ہے کہ مکوں میں ضرورت مسئلہ ایک درجے کا مکں ہوتی ہے اور مردوں میں ضرورت مسئلہ میں ایک گزہ اشتراک اور کینایت ہوتی ہے۔ مکوں ساکں کا مکں بھی ہو سکتا ہے اور الگ الگ بھی۔ اسی طرح مردوں ساکں کا مکں بھی ہو سکتا ہے الگ الگ۔

متحد الحکم مرد و زنان کی مثال:

بدایہ میں ہے:

مثال..... "و إذا تسحر و هو يظن أن الفجر لم يطلع، فإذا هو قد طلع، أو أفطر و هو يرى أن الشمس قد غربت، فإذا هي لم تغرب، أمسك بنية يومه."

(کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارة: ۱/ ۲۲۵)

تحریر اور افطاری میں غلطی ہو جائے تو حکم ایک ہی ہے کہ "امسک" لازم ہے۔ مختلف الحکم مرد و زنان کی مثال:

مثال (۱)..... "و من أكل في رمضان ناسياً و ظن أن ذلك بفطره، فأكل بعد ذلك متعمداً، عليه القضاء دون الكفارة. و لو احتجم و ظن أن ذلك بفطره

ثم أكل متعمداً، عليه القضاء والکفارة."



## ارشاد الطالب

اصلاح ذات الفین مباح "کے کلمے پر عمل کر رہے ہیں۔" و لانه يحصل احملهم في الشهادة على احملهم بالمشهود عليه سزا علیہ و اولوا کلبہم فی غمی اعلم بظاہر ماورد

باطلاہ [الکتاب] فی اصلاح ذات الفین "کتاب فہمات، باب شہادہ فی فضلنا (۵۸۱)

## مسائل فی غیر مظاہنہا:

مسئلہ: مردہ کفر باب میں ذکر کرنے کی جتنی مسائل مذکورہ غمی غیر مظاہنہا وجود میں آجاتے ہیں، جیسے

مثال (۱)..... شعر الإطین کا طعن مسنون ہے یا نہ؟ شارب میں آٹھ مسنون ہے یا نہیں؟ یہ دونوں مسائل کتاب الحج کی حیثیت میں ہیں:

ہا یہ کی مہارت ہے:

"ذکر فی الإطین الحلقی حناہ و فی الأصل: التنف، و هو السنة..... و لفظة الأخذ من الشارب تدل علی أنه هو السنة فیه ذنن الحلقی، و السنة: أن یقص

حقی بہ ازی الإطین" (کتاب الحج، باب الحنايات: ۱/۲۶۸)

مثال (۲)..... اگر کوئی شادی شدہ عورت قحس از دخول و طلاق خود کوئی کرے تو اسے مہر

پانچ پائیس؟ یہ مسئلہ باب نکاح اربعین میں ہے:

"و إن فلت حرة نفسها قبل أن يدخل بها زوجهاء فليها المهر."

(کتاب النکاح، باب نکاح الرقيق: ۲/۳۴۲)

مثال (۳)..... عورت کا لفظ راتہ روزہ پر لیکن غنظہ غیر راتہ راتہ مثلاً: داوا اور خود اس پر

ہے۔ یہ مسئلہ اب صمدیہ الفری میں اور پھر کتاب المضاربہ میں مضارب کے علاج کے خرج کے تحت مذکور ہے۔

## ارشاد الطالب

لولہ الضمیر، و حاظہ ثم اطلع علی عیب، لا يرجع بالنقصان، و لو كان الولد مکتوباً، يرجع" (کتاب البیوع، باب خیال العیب: ۲/۵۷۲)

(ع) مستمر:

جو انہی سے اصلاح متعلق نہ ہو، طر فاً للباب مذکور ہو۔

ہا یہ میں ہے:

ہذا..... "و لو تذکر و هو راكع أو ساجد ان عليه سجدة، فانه حط من

رکوعہ، أو رفع رأسه من سجوده فسجدتها، بعد الركوع و السجود" اس مسئلہ کا "حدث فی الصلاة" سے کوئی نقل نہیں۔ یہ نقل میں مذکور درج ذیل مسئلہ سے حکم میں ایک طرح کی مشابہت کی بنا پر آگیا ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے:

"ومن أحدث في ركوعه أو سجوده، توضعاً و بنى: و لا يعتد بالحي أحدث فيها لأن إتمام الركن بالانقشال، ومع الحدث لا يعتد، فلا بد من

الإعادة" (کتاب الصلاة، باب الحدث فی الصلاة: ۱/۱۳۲)

ہذا..... اگر مسلمان بغیر قنال کے بخش عیب سے اہل حرب سے مال لے لیں تو (خرج کی طرح) اس کو صدقہ مسکین میں خرچ کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ باب مسکین میں مذکور ہے۔ مسئلہ اس مسئلہ کا باب المسکین کے کوئی نقل نہیں یہ طر فاً للباب آگیا ہے۔

تو ماویہ جف المسلمون علیہ من أموال أهل الحرب بغیر قتال، بصرف فی مصالح المسلمین، كما یصرف الجراح" (کتاب المسیر، باب المسکین: ۲/۵۸۷)

ہذا..... ایسا کفر جو قتال فریقین کے درمیان صلح کرانے کے لیے بولا جائے سنا ہے۔ یہ مسئلہ کتاب ایکیات میں اس مسئلہ کے تحت ذکر ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی قنال کی گواہی دے کہ اگر اس نے قنال کو قنالتان کی گواہی مقبول ہے۔ مگر یہ وہ کذاب

(۵) مرثب:

کئی ایک مسئلہ بیان ہونے کے بعد اگر مسائل سے لے کر مریدانہ مسائل کے ساتھ آتا ہے اسے ”کمال مرثب“ کہنا چاہئے۔

(۶) متفرق:

جو مسئلہ ان پانچوں میں سے کسی کے تحت نہ آئے وہ متفرق ہے۔ ہر باب کے آخر میں تذکرہ ”معارض الباب“ اسی نوع سے ہوتے ہیں۔ ”مسائل متفرقہ“، ”مسائل متفرقہ“ اور ”مسائل شتی“ اسی طرح کے مسائل کا مجموعہ ہوتے ہیں۔

باب صدقہ الفطر کی بابت ہے:

”تو لا یؤدی عن زواجہ، لقصص و الولایة و المودة، لآلہ لا یلبھا فی غیر حقنی الذکاء، و لا یؤدیھا فی غیر الزواق، کالدواقر“

(کتاب الصوم، باب صدقہ الفطر: ۱/۲۰۹)

اور باب المضارب مضارب میں ہے:

”و حیح الطاهر: ان الحاجة الی النفقة معلومة الوقوع و الی الدواقر معارض العرض و لهذا كانت نفقة المرأة علی الزوج، و دوائھا فی مالیہا۔“

(کتاب المضاربة، باب المضارب مضارب: ۳/۲۶۹)

فائدہ:

اگر مسئلہ مردہ کے بارے میں دو روایتیں ہوں تو فقہاء کا قانون ہے ”المدکور فی بابہ“

اولیٰ من المدکور فی غیر بابہ۔“

در مختار میں ہے: ”و وطنی المرتبین الامة المبرہونہ فی رواية کتاب الحدود۔“

شامی میں ہے: ”قولہ: تمی رواية کتاب الحدود: انی ان محمداً ذکرھا فی کتاب

الحدود من مسائل شیعہ الفحل، و ذکر فی کتاب الرحمن انھا من شیعہ المعمل۔“

قال فی البحر: ”و الحاصل انہ اذا طعن الحل فلا حد باتفاق الروایین و الخلاف

فیما اذا علم الجرم، و الاصح وجوبہ، و ذکر فی الإضاح و حوبہ، و ان طعن الحل، و

ہو مخالف لعادة الروایات۔“

قال فی البحر المستقی: ”تو استبد منه: ان الحكم المدکور فی بابہ اولیٰ من

المدکور فی غیر بابہ۔“ **مسئلہ کتاب الحدود** کان لفقہیہ، و لہی، علیہ حفظ۔

(رد المحتار: ۴/۲۲)



باب فی الاولیاء والاکداء: ۲/۳۱۷

۲۔ مسئلہ (ذوات قول ثلث):

اس میں کئی تو تین قول لیے ہوئے ہیں کہ جن میں دو مطلق اور ایک متصل ہوتا ہے اور

کبھی یہ الگ الگ قول ہوتے ہیں۔

پہلی صورت کی مثالیں:

مثال (۱): رکعتے قتل کا اختلاف:

”والأفضل فی اللیل عند ابی یوسف و محمد منشی منشی، و فی النہار أربع

أربع، و عند الشافعی فیہما منشی منشی، و عند ابی حنیفہ فیہما أربع أربع“:

(کتاب الصلوۃ، باب النوافل: ۱/۱۵۷)

قول اول مفصل اور ثانی ثالث مطلق ہیں۔

مثال (۲): جلق راکس سے زوجہ کا اختلاف:

اس مسئلہ میں حنفیہ کے قول میں تفصیل ہے اور مالکیہ و شافعیہ کا تو ان مطلق ہے۔

علامہ مرغینانی فرماتے ہیں:

”وإذا جلق أربع راسه أربع لحیہ فصاعداً، فعلیہ دم، وإن كان أقل من أربع

فعلیہ صدقۃ، وقال مالك: لا یحب إلا یجلق الكل، وقال الشافعی: یحب یجلق

العقل“، (کتاب الحج، باب الحنایات: ۱/۳۶۷)

مثال (۳): ذیل کے مسئلے میں امام صاحبؒ کے اس بخاریہ مطلق ثنائی نہیں، امام

زفر رحمہ اللہ کے اس مطلق ثنائی واجب ہے اور صاحبینؒ کے اس خطا میں خاتمان نہیں، محمد میں

واجب ہے۔

صاحب بدایہ فرماتے ہیں:

## جزء ثانی: حکم المسئلة

مسئلہ فقہیہ کا دور دراز ”حکم“ ہے۔ جن الفاظ میں حکم پایا جا رہا ہے، متعلق انہیں ”محمول“

کہتے ہیں۔ نمونی ”مسئلہ“ کا نام دیتے ہیں، مشکمیں کی اصطلاح میں اسے ”وصف“ کہا جاتا

ہے اور اصولیین اسے ”مکالم“ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم کی دو تقسیمات ہیں۔ پہلی باعتبار اختلاف اقوال کے ہے اور دوسری باعتبار شخص

والتبایط۔

تقسیم اول۔ باعتبار اقوال:

جب کسی مسئلہ کے حکم میں اختلاف ہو جائے اور مجتہدین کے کے ایک سے زیادہ اقوال

پائے جائیں تو اسے اقوال کی تعداد کی نسبت سے نام دیا جاتا ہے، مثلاً:

۱۔ معش (ذو قولین):

اگر مبالغہ کا علاج اس کے باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور کرے تو طرفین کے ہاں انہیں

خیار بلوغ حاصل ہوگا جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں کوئی خیار حاصل نہیں ہوگا۔

صاحب بدایہ فرماتے ہیں: ”وإن زوجھا غیر الأب و الجد، فلكل واحد منهما

الصیار، إذا سلع: إن شاء أقام علی النکاح، وإن شاء ففسخ“، (کتاب النکاح،

## ارشاد الطالب

صاحب دایرہ فرماتے ہیں:

”ما لصاصل أن الحلق يتوقف بالزمان والمكان عند أبي حنيفة، وعند أبي يوسف لا يتوقف بهما، وعند محمد يتوقف بالمكان دون الزمان، وعند زفر يتوقف بالزمان دون المكان.“

(کتاب الحج، باب المنجيات: ۱/۲۷۶)

یہ تقسیم آخر و بیشتر یسئیں تک ہوتی ہے، البتہ کسی اس سے زیادہ اقوال بھی ہوتے ہیں،

مثلاً:

پانچ اختلافی اقوال والے مسئلہ کی ایک مثال ”مسألة مسح الرأس“ ہے۔

(۱) بعض حضرات کے نزدیک ادنیٰ ما یطلق علیہ الرأس كالشعرات الثلاثة پر مسح

حکم پر پورا جائے گا (کساہو عند الشافعی)

(۲) بعض کے نزدیک جمیع ما یطلق علیہ اسم الرأس پر مسح ضروری ہے (کساہو

هو مذهب المالکیہ)

(۳) بعض کے نزدیک اکثر حکم الکمل کا تاؤں جاری ہوگا۔ پھر کچھ تو اکثر الاث

المسححة یعنی اکثر البہا و نحو ثلث أصابع کا اعتبار کرتے ہیں (کشافی روایۃ ابن

رستم عن محمد)

(۴) کچھ اکثر المصو المسوح کا اعتبار کرتے ہیں (کالحسن البصری)

(۵) پانچوں مذہب حنفیہ کا ہے کہ للربع حکم الکمل، لحدوث المسح علی

الناصیۃ

مختصہ کی دوسری مثال

وجوب تراویح فی الغرض سے متعلق پانچ اقوال ہیں

## ارشاد الطالب

”وإذا قال الحاكم للحداد: افطع بعض هذا في سرقه سرقته، فقطع يساره

عنه أو خطاه، فلا شيء عليه عند أبي حنيفة، وقالا لا شيء عليه في الخطاء

ويضمن في العمد. وقال زفر: يضمن في الخطاء أيضاً.“

(کتاب السرقة: ۲/۵۴۸)

دوسری صورت کی مثال: یعنی جب تین الگ الگ قول ہوں، جیسے: اشعار بدلتا کا

اختلاف

صاحب دایرہ فرماتے ہیں:

”هذا الصنع أی الإ شعار مكره عند أبي حنيفة، وعند هذا حسن، وعند

الشافعی سنة.“

(کتاب الحج، باب التمتع: ۱/۲۶۲)

۴۔ مریعہ (زفر و ابی ابراہیم):

مثال: کوئی مسجد بناتا ہے اور اس کے نیچے نہ خاتیر یا اور کچھ بناتا ہے اور مسجد کا

دروازہ راستے کی طرف کھول دیتا ہے تو آیا یہ مسجد ہے یا نہیں؟ اس میں چار اقوال ہیں۔ دو

مطلق اور دو مفصل:

(۱) امام صاحب کے نزدیک یہ مطلق مسجد نہیں۔

(۲) امام ابویوسف کے نزدیک مطلقاً مسجد ہے۔

(۳) حسن بن یزید کے نزدیک مطلقاً مسجد اور اس کے اوپر مسکن بنائے تو مسجد ہے اور نہ

نہیں۔

(۴) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اس کے برعکس ہو تو یہ مسجد ہے ورنہ نہیں۔

مثال: ۵: توقیت الحلق بالزمان والمكان کا اختلاف:



## ارشاد الطالب

لیلیٰ: الکحل لہ، وقال الحسن البصري: الکحل لہا، وهي المسبقة، وقال في الخانية: تسعة أقوال:

وہی رد المحتار: قوله: "تسعة أقوال":

الأول: ما في الكتاب، وهو قول الإمام.

الثاني: قول أبي يوسف للمرأة جهازا لها، والباقي للحل، يعني في المشكل

في الحياة والموت.

الثالث: قول أبي لیلی: المنازع كله له، ولها ما عليها فقط.

الرابع: قول ابن معین وشريك: هو بينهما.

الخامس: قول الحسن البصري: كله لها، وله ما عليه.

السادس: قول شريح: البيت للمرأة.

السابع: قول محمد: في المشكل المروج في الطلاق والموت، ووفق الإمام

فيما لا يشكل.

الثامن: قول زقر: المشكل بينهما.

التاسع: قول مالك: الكل بينهما.

یہ اقوال ذکر کرنے کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تمکنا حکمی الأقوال فی حوزة الأكمل، ولا يحسن أن التامع

هو الرابع، بحر كذا في الهامش."

غلامیہ کہی اقوال آخیر ہیں۔ مسئلہ مستغنیہ نہ منسبہ، بلکہ "منشہ" ہے۔

(شامی، کتاب الدعوی، ۵/۵۶۴)

تقسیم ثانی - باعتبار طریق ثبوت حکم:

## ارشاد الطالب

۱- امام شافعی کے نزدیک تمام رکعات میں فرض ہے۔

۲- امام مالک کے نزدیک تین رکعات میں فرض ہے۔

۳- امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو رکعات میں فرض ہے۔

۴- حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک ایک رکعت میں فرض ہے۔

۵- بعض کے نزدیک قراءت کن ہی نہیں ہے۔ (دیکھئے: ہدایہ: ۱/۱۶۷)

تحصی کی ایک دلچسپ مثال:

کتاب میں ایک مشہور مسئلہ آیا ہے جس میں پانچ سو قریں اور پانچ ہی اقوال ہیں۔

مگر یاد دہانی! صورت اور تحت الاقوال دونوں ہے۔

"قال ذو الیہد: هذا الشيء، الساعی بہ منقولاً کان أو عقاراً أو دعبیہ أو

أعاریہ أو آخریہ أو رختیہ زید الغائب...."

۱- فعند الإمام أبي حنيفة: دفعت خصومة المدعي إذا برهن على ذلك

۲- و شرط محمد معرفته بوجهه أيضا

۳- وقال أبو يوسف، إن عرف ذو الیہد بالحیل لا تدفع

عنه، وقال ابن شبرمة: إنها لا تدفع عنه مطلقا

۵- وقال ابن أبي ليلى تدفع بدينه لا بدينه لا بقراره، بالسك للغانب.

(السامع و بغيره و اختصار من رد المحتار مع الدرر المختار، كتاب الدعوى: ۵/۵۶۶)

کتاب الدعوی میں ایک مسئلہ آیا ہے جس میں دو اقوال ہیں: (کتاب الدعوی،

فصل فیمن لا یكون خصما: ۲/۶۳۴)

"وإن مات أحدهما واختلف وأرثه مع الحي ففي المشكل الصالح لهما،

فالشكول فيه للحي..... وقال الشافعي: ومالك: الكل بينهما، وقال ابن أبي

بسم الله الرحمن الرحيم

٢ - الحسين :

[illegible]

علامہ شاہی لکھتے ہیں:

حکمرکن باقی رہا شرط ہے، جبکہ تعین میں یہ شرط نہیں، جبکہ اوپر کی مثال سے واضح ہو کہ تعین ایک ہی چیز ہے۔ انما فرق ہے کہ امتداد میں عمل حکم کا وقت و جو موجب سے وقت ظہور کے لئے مانے جاتے ہیں، جبکہ امتداد میں ظہور کی الحال ہوتا ہے اور نبوت مآمل سے۔ پھر امتداد اور اولیٰ الحال اقتصاد اور امتداد میں فرق یوں سمجھیں کہ اقتصاد میں حکم ظہور اور نبوت دونوں ہی الحال

“والاستعداد واللبين عسى وواحدة، والبارك لييهما: اشترط بقائه المحل  
أعلمه اشترطه.”

یہ اصطلاحات و تقاضا استعمال ہوتی ہیں، اس لیے ان کو یاد رکھنا چاہیے

ورد المحدث: باب الطلاق الصحيح ۱۶۹۲، الاسماء والصفات: ۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۔ احکام ثابت ہونے کے چار طریقے ہیں، (۱) انقلاب (۲) انصار (۳) استناد (۴)

一、一、一

”صبر و سبائس بعینۃ علۃ کمالین“ (المسحور، کتاب الطلاق، باب الصبر و  
 ۲۶۶/۸) حبیرا کہل عیقات میں ہوتا ہے مثلاً: اُت طلاق کا نفاذ عام ارسات کس علت طلاق  
 ہے لیکن جب یہ معلق ہو جیسے باین و سالت الدار و ات طلاق تو اس میں موجود ات طلاق  
 دخول و ارس پہلے علت طلاق نہ ہوگا اگرچہ اس کا نظم جو کہ ہے مگر کسی ہی دخول و ارس پہلے جائے  
 گا ات طلاق و فوط لعل طلاق میں جائے گا کہ اختلاف کے ذریعہ کرم طلاق۔

٢- الإقتضار:

”تبیات الحکم فی العال“ (مولہ بالا) جیسے بیچ طاق، حقان، غیر غمخوار، انکار، تریقہ حکم کا ظہور اور حقیقت دہنوں کی اُل حال ہوتے ہیں۔

### ٣- الاستقراء:

وقت سے مانا جاتا ہے جب سے سبب ضمان لیا گیا تھا اور اگلے کی مہارت ہے:

”ثبوت المحکم فی الحال مستند الی ما قبلہ، بشرط بقاء المحل کلّ السدۃ“۔ (جلد ۱۱) یعنی حکم کا ظہور تو ابھی ہو، اور ابھی اسے اقبل میں کی مدت سے ثابت نہ جاتا ہے، بشرطیکہ عمل اس تمام مدت میں موجود رہا ہو، جیسے: جب کسی چیز کی ضمان اور ان کی مدت سے ثابت کر دی جائے تو ضمان اور کرنے والے کی ملکیت ظاہر ابھی ہوتی ہے لیکن اس کا ثبوت اس وقت سے مانا جاتا ہے جب سے سبب ضمان لیا گیا تھا اور اگلے کی مہارت ہے:

وكان الحساب، فإنه تجب الزكاة عند تمام العمل، مستلذاً إلى وقت

٢٦٩/٣ (د المصنف: ج ١)



## ارشاد الطالب

استنباط کیا ہوگا؟ مضمون کو ”شرح غفران“ اور مستحباً کو ”شرح مؤول“ کہتے ہیں۔ دونوں واجب العمل ہیں، لیکن مضمون کا درجہ مستحب سے ملے اور مؤول تر ہے۔ شرح مؤول قیامت تک باقائے تاریخ وجود ہے کہ عالم الغیب والہامہ کی وہی مسئلہ یا غیر مسئلہ ہے، ہیکہ شرح مؤول تمام ممکنہ تزکیات قدیرہ و جدیدہ کو محیط نہیں ہو سکتی، لہذا کتاب وسنت کی عبارات کی ذالت، اشارات اور اقتضائے جیسا تمسک والزام ہوتا ہے، فقہاء کی بعض عبارات سے دیر تا تمسک کرنے سے بعض اوقات جو رد تعصب یا استدلال فاسد کا اندیشہ ہے۔ فافہم و ناقل۔

## ارشاد الطالب

ذیل کی عبارت میں ویسے گئے ”مسئلہ مثلاً قول“ ”وشریحہ“  
 ”وإن مات أو قتل على ردة، انتقل ما اكسبه في إسلامه إلى ورثته المسلمين و  
 كان ما اكسبه في حال ردة قتيلاً، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله، وقال أبو يوسف  
 ومحمد رحمهما الله: ”كلاهما الورثة“، وقال الشافعي رحمه الله: ”كل واحد في ما  
 لانه مات كافر أو المسلم لا يرث الكافر، ثم هو مال حرابي لا أمان له فيكون قتيلاً،  
 وليس له أن يملكه في الكسب، عند الردة باق على ما بيناه، فينتقل بموته إلى ورثته، و  
**مسئلہ** البس ما قبل ردة، إذا الردة سبب الموت، فيكون ثورث المسلم من المسلم،  
 ولا أبي حنيفة رحمه الله: أنه يمكن **الاستناد** في كسب الإسلام، ولو جوده قبل الردة،  
 ولا يمكن **الاستناد** في كسب الردة، لعدم قتلها، ومن شرطه وجوده۔“

(باب السرقة: ۲/ ۲۱)

قریل کی ان دو عبارتوں میں بھی یہی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور پھر کی عبارت کی طرح  
 پیچھے کی ہدف عبارت میں بھی استناد کی شرط یعنی بقاء المعمل کا بھی بیان ہے۔

”والمالك يثبت **مسئلہ** فلا يظهر في المستوفى؛ لكونها معدومة۔“

(كتاب الحدود، باب الوطني الذي يوجب الحد والذي لا يوجب: ۲/ ۵۱۹)

”إذ أنه ملكه **مسئلہ** إني وقت الأخذ..... فأورث شبهة۔“

(كتاب السرقة، باب ما يحدث المسارق في السرقة: ۲/ ۵۵۴)

”لأن ملكه ثبت **مسئلہ** وهذا ثابت من وجوه ثلاثة، ولا يظهر

في حق التضمين۔“ (كتاب العاق، باب العبد يعتق بعته: ۲/ ۵۶۲)

تیسیم ثالث۔ باعتبار تصحیح واستنباط:

حکم مسئلہ مضمون ہوگا یا مستحب؟ یعنی کتاب وسنت میں صراحت بیان ہوگا یا فقہاء نے

مطلقان، وعدتها حیضان۔ (کتاب اخلاق، باب عقدہ ۲/ ۴۲۳)

(۳) اجماع، جیسے:

”تمین اختصارت نفسہا فی قولہ: ”اختاری“ کانت واحدة بانه، و القیاس ان لا یقع عینا شئی، .... الا انما استحصاه: لإجماع الصحابة رضی اللہ عنہم۔“

(کتاب الطلاق، باب نفویض الطلاق: ۲/ ۳۷۶)

بعض مرتبہ تینوں دلائل تھیں (کتاب، سنت، اجماع) ترتیب سے ذکر ہوتے ہیں، جیسے ہدایہ رائج میں کتاب الفیو اور کتاب الرهن کے شروع میں دیکھا جاسکتا ہے۔

دلائل تھیں کہ تو کر کے وقت اصول فقہ کے اور سے ان کی جس نوع کی تھیں اور ان سے جیسا استدلال کی وضاحت کرنی چاہیے مثلاً:

آیت کریمآ کے تو نقلی ترجمے کے بجائے ہوں کہا جائے: ”تدلیل نقلی اور کتاب اللہ، استدلال بمبارۃ النص۔“

حدیث شریف آ کے تو یوں کہا جائے: ”تدلیل نقلی اور حدیث قولی، استدلال بإشارة النص“ وغیرہ۔

عملیہ میں ہے:

قولہ: ”و یستحب لہ ان یراجعہا لقولہ علیہ السلام لمصر: ”متر اینک فلیراجعہا“ وقد طلقہا فی حالہ العیض۔“ تو هذا الحدیث یفید الوقوع

بالقضاء، و الحث علی الرجعة **تجاری** (۳۱/ ۳۲۸)

اسول فقہ کے آسانی اجراء کے لیے اسول فقہ کا خلاصہ زیر نظر کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے۔

## جزء ثالث: الدلیل

اس کی دو تقسیمات ہیں:

- ۱- تقسیم اول باعتبار مادہ دلیل۔
- ۲- تقسیم ثانی باعتبار نوعیت دلیل۔

تقسیم اول باعتبار مادہ دلیل:

مادہ کے اعتبار سے دلیل کی دو قسمیں ہیں:

دلائل نقلیہ

نقلی دلیل تین قسم پر ہے:

- (۱) کتاب اللہ، کتاب و قولی، جیسے:

”و ان کانت (المسألة) من لا تخص من صغر أو کبر، فعندنا ثلاثة أقوال: أقوله تعالى: ”و لا یجوز الا بجماع من لم یجوز من فعلهم، ثلاثة أقوال:“

(کتاب الطلاق، باب عقدہ ۲/ ۴۲۳)

- (۲) سنت رسول اللہ ﷺ، جیسے:

”و ان کانت (المسألة) من لا تخصها حیضان، لقوله عليه السلام: ”فطلاق الأمة“



## دلائل عقلیہ

عقلی دلائل تین قسم کے ہیں:

- ۱۔ قیاسی اقترازی
- ۲۔ قیاسی استثنائی
- ۳۔ تجزیلی

ان کے علاوہ تین مخصوص قسم کی عقلی دلائل ہیں جن سے فقہائے کرام اکثر غیر منصوص جزئیات کے حکم کا استنباط کرتے ہیں۔ انہیں ”استدلالا عائدہ“ کہا جاتا ہے کہ اکثر عام غیر مخصوص مسائل کا حکم ان سے معلوم کیا جاتا ہے۔ منطقی اعتبار سے یہ تینوں ”قیاسی اقترازی“ میں داخل ہیں، جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔ ”استدلالا عائدہ“ یہ ہیں:

- ۱۔ سمیت والیت یا الیت و خلیت
- ۲۔ لفظی والایع
- ۳۔ جلب نفع، دفع ضرر

ان اقسام کو یہاں تفصیل سے بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایسے رویہ کوئی اور عقلی کتاب، جب بھی دلیل نام کی کوئی چیز ذکر ہوگی، ان چھ اقسام سے خالی نہیں ہو سکتی لہذا ان کی اتنی مشق کر لینی چاہیے کہ جب بھی دلیل پر مشتمل عبارت شروع ہو، عقلی ترجمہ میں وقت لگانے کے بجائے دلائل عقلیہ میں اصول فقہ کا اجرا کیا جائے اور دلائل عقلیہ میں مقدمات ترتیب دے کر نتیجہ نکالنے کی مشق کی جائے۔ صاحب غایہ، صاحب کفایہ اور صاحب فتح القدیر تحقیق ان اہام اکثر و بیشتر مقدمات، دلیل کو ترتیب دے کر پیش کرتے ہیں۔ ان شروحات کی مدد سے عقلی دلائل کے مقدمات کو از خود ترتیب دینے کی پختہ مشق کرنا اس فن میں روشنی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

## فائدہ جلیلہ:

ماخوذ ہے کہ قرآن کریم میں دلیل عقلی کی طرح دلیل عقلی سے نہ صرف دعویٰ ثابت کیا گیا ہے، بلکہ دلیل عقلی کی طرح دلیل عقلی کو بھی اللہ تعالیٰ نے تشریح و تفسیر، اپنی طرف منسوب کیا ہے اور حق کے اثبات کے لیے ان سے استدلال کی صلاحیت کو اپنا فعل و کرم اور دفع درجات کا سبب بتایا ہے۔ ارشاد باری ہے: ”و تِلْكَ حُجَّتُنَا آتِيهَا اِبْرَاهِيمَ عَلٰى قَوْمِهِ لِيُؤْخَذَ عَنْهُمْ اَصْحٰبُ الْاُفْئَادِ“ (الاعناب: ۸۳) یہ نسبت و اتمان و بشارت ان دلائل عقلیہ کے لیے بھی ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں: ”و كيف اصابنا مسانيرهم، و لا تحصى انهم“ انہم کہم باللہ عالمہ بیوزل بہ علیکم سلطانا۔ ”اور ان دلائل عقلیہ کے لیے بھی ہے جنہیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمرود اور اپنی قوم کے سامنے وقفا و قیاسی کیا۔ ملاحظہ:

”انما است برت۔“  
”انما اعل و رتہی ایس باقل۔“ نتیجہ: ”فهدا ایس برتہی۔“  
مرید تفصیل آگے آ رہی ہے۔  
نتیجہ الطیف:

جاننا چاہیے کہ نظام تو یہ نہیں عقلی دلائل ہیں، لیکن درحقیقت یہ عقلی دلائل ہیں بلکہ نص جوئی عقلی سے زیادہ مشہور عقلی دلیل ہے۔ اس لیے کہ ان میں جو کچھ مضمر ہوتا ہے وہ مشہور دلائل عقلیہ سے مستند و متبہ ہوتا ہے۔ مثلاً کسی آیت کے بعد یا بعد رک شریف میں کوئی جزئی حکم ہے، لیکن بہت سی آیات اور احادیث مبارکہ کے سے کوئی کلمہ علم ثابت ہو چکا ہے اور قواعد شرع عائدہ میں سے ایک مستند اصول اور مسئلہ قائم و دائم چکا ہے، اب اس کو اگر کسی عقلی دلیل

میں ایسے موقع پر "قیاس" سے مراد وہ قاعدہ شرعیہ ہوتا ہے جو فیہوں کی خبر سے مستنبط و توحید ہو اور بالذاتی الحقیقہ و دراصل عقلی نہیں بلکہ متعدد دلائل عقلیہ کا حاصل و محصول ہے۔ قیاس کا معرّفہ عقلی (بعد از حکم من الأصل الی الفرع) ایسی جگہ پر انکس ہوتا ہے۔ (کذا صرح بہ المحقق ابن النہاس فی الفتح، انظر کتاب الصوم تحت قول المصنف: ۲/۲۶۴) البذاذہ کوہ والا جملہ فقہیہ کا مقصد یہ ہوا کہ یہ حکم اگرچہ خلاف قیاس یعنی شریعت کے عام مسلک و قواعد کے خلاف تھا لیکن ہم نے کسی شخص خاص کی بنا پر عام قاعدہ سے اس کو استثنیٰ قرار دیا۔ گویا اس خاص کو خصوصیت ملے۔ پر ترجیح دینی، نہ کہ رائے کو خصوصیت ملے۔ "استثنای" کا یہ عمل ہی "استحسان" کہلاتا ہے۔ اس نکتے کو خوب سمجھی طرح سمجھ لیجئے۔ یہ بحث آگے آ رہی ہے۔

کا جزو بنایا جائے گا تو اظہار وہ عقلی دلیل ہوگی۔ لیکن اس میں نہ کوئی دلیل ہے نہ دلائل عقلیہ متعدد سے ثابت ہے اس لیے وہ حقیقت عقلی دلیل ہی ہے۔ اب اس کو اگر کسی جزئی عقلی دلیل مثلاً خبر واحد پر مقدم کیا جائے گا تو یہ عقلی دلیل کی حدیث شریف پر ترجیح نہ ہوگی، بلکہ احادیث کثیرہ و شیعہ کی حدیث واحد پر تقدیم پر ترجیح ہوگی۔ اس موقع پر یہ کہنا کہ مجتہد اس کی رائے کو معصوم نہیں (سلی اللہ علیہ وسلم) کے قول پر ترجیح دینی جاری ہے، قطعاً بے جا اور بے گناہ ہوگا۔ حضرات حنفیہ کے متبع پر جو بعض اوقات اشکال ہوتا ہے کہ قیاس کو خبر واحد پر ترجیح دیتے ہیں، اس کا جواب یہی ہے کہ وہ درحقیقت متعدد عقلی دلائل سے ثابت سلسلہ قاعدہ کو ایک عقلی دلیل (خبر واحد) پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کہ اس کی عقلی دلیل کو ہی پاک مسلمی دلیل و دلیل عقلی کی دلیل عقلی پر تقدیم کیوں؟

عالمیہ مسلم سے منقول: "دینی غیر متعلقہ پر ترجیح دیتے ہیں۔"

ایسی نکتے سے اس بات کا جواب بھی نکل آیا کہ صاحب داریہ کبھی کبھار دلیل عقلی کو دلیل عقلی پر کیا مقدم کر دیتے ہیں؟ اس میں یہ نکتہ ہے کہ وہ درحقیقت "دلائل عقلیہ کثیرہ و شیعہ" سے ثابت "مکمل کلی" کی "دلیل عقلی جزئی" پر تقدیم ہے نہ کہ دلیل عقلی کی دلیل عقلی پر ترجیح۔

قیاس کی دلیل عقلی پر ترجیح کیوں؟

اسی سے ملتی جلتی ایک اور بات بھی غور رہے کہ کبھی فقہاء فرماتے ہیں: یہ حکم خلاف قیاس تھا مگر ہم نے قیاس کو اختیار کیا ہے، حدیث یا جماع کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور دلیل عقلی پر عمل کیا۔ اس سے بھی شبہ نہ ہوتا ہے کہ کیا شارع علیہ السلام سے عقلی دلائل عقلیہ پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضرات مجتہدین کے قیاس کے خلاف نہ ہوں (یا قیاس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قیاس کے خلاف نہ ہوں) اس کا جواب بھی یہی ہے کہ فقہائے کرام کے کلام



## وسیل کی پہلی قسم: قیاس اقرانی

جیسا کہ آپ جانتے ہیں ”قیاس اقرانی“ اس میں کو کہتے ہیں جس میں نتیجہ یا نتیجہ بعینہ مذکور نہ ہو۔ اس میں چونکہ درمقدمات کو مقرون و مربوط کر کے نتیجہ نکالا جاتا ہے، اس لیے اسے قیاس اقرانی کہتے ہیں۔ پہلے مقدمہ کو مضغری اور دوسرے کو کمزری کہتے ہیں۔ ہر مقدمہ کے دو جز ہوتے ہیں: موضوع اور محمول۔ اس طرح کل اتریاچار ہو گئے۔ ان میں سے دو مکرر ہوتے ہیں اور دو غیر مکرر (اس طرح فی الحقیقت کل اتریا تین ہی ہو گئے) جو دو جز مکرر ہوتے ہیں انہیں ”حد اوسط“ کہتے ہیں۔ (یہی وہ قدر مشترک ہے جو خاص کو عام میں داخل کرنی اور نتیجہ کی علت ہوتی ہے)

”و حاصل الاقسیة المصطلحة علیہا اذراج خصوص تحت عموم، فالخصوص كقولنا: ”الحمر مشککون“ و اندراجہ تحت عموم كقولنا: ”و کل مسکر حرام“۔ (نوحۃ الخاطر شرح روضة الناظر: 70)

امام شامولہ فی التدریجی رحمہ اللہ ”حجۃ اللہ الباقیۃ، باب: کیفیۃ فہم المراد من الکلام“ میں فرماتے ہیں: ”... ثم ینلوه ما استدلال علیہ بمضمون الکلام... و جماعلہ لثقلہ، الأول: المدروج فی العموم، مثل: اللب ذوناب، و کل ذی ناب

”حرام، و ینالہ بالاقترانی و هو قولہ علیہ السلام: ”و ما أنزل علی فی الحمر شہی“ إلا حدلہ الآية الدالة الجامعة“ فمن یعمل مثقال ذرة خیرا ترہ، و من یعمل مثقال ذرة شرآ ترہ“ و منه استدلال ابن عقیس بقولہ تعالیٰ: ”فہندھم اقلہ“ و قولہ تعالیٰ: ”و ظنن دارود آتسا فتشہ فاستغفر ربہ و حررا کعبا و أناب“۔ ”حیت نار انیکم امر ان یفندی بہ“ (۳۱۲۱)

گویا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیاس کا خلاصہ یہ تھا کہ پہلی آیت سے مضغری اور دوسری سے کمزری یوں ترتیب دیا جائے: ”حدی الانبیاء مأمور بالاقتداء و السجود حدی الانبیاء“۔ ”حد اوسط مضغری میں موضوع اور کمزری میں محمول ہے، لہذا یہ شکل رائج ہے۔ نتیجہ ہوگا: ”فالسجود مأمور بالاقتداء“ اگر مضغری دوسری آیت سے اور کمزری پہلی آیت سے لیا جائے اور یوں کہا جائے: ”السجود حدی الانبیاء“ و حدی الانبیاء مأمور بالاقتداء“ تو یہ شکل اول ہو جائے گی۔

حد اوسط کے بہت سے نام ہیں مثلاً: سبب، المارت، دانی، مستدی، باعث، محال، معامت، مناط، دلیل، مقتضی، موجب، مؤثر اور غیرت۔

(المدخل الی مذہب الإمام أحمد بن حنبل للشیخ ابن البران الدمشقی، ۱۵۷، بجولہ اساس المنطق)

حد اوسط کو کرانے سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ حد اوسط کی جگہ کے لحاظ سے قیاس اقرانی کی چار شکلیں ہیں۔

مختصر ابن حادب میں ہے:

”و للمقدمین باعتبار الوسط أربعة أشكال“ (مختصر ابن حادب: ۹۷)

## ارشاد الطالب

”هَذَا اَللّٰهُ وَرَتْبِيْ لَيْسَ بِاَقْلٍ“ تَجِيْز: ”هَذَا لَيْسَ بِوَقْفِيْ“ اس مثال میں

ضغری آیت کریمہ ”هَلَلْنَا اَقْلًا“ سے اور گزری ”اَحَبُّ الْاَقْلٰسِ“ سے لیا گیا ہے۔

”اَلَا يَدْخُلُ الْحَجَّةَ“ **سوال** ”وَمِنْ يَدْعُوْهُ غَيْرُ اللّٰهِ“ **سوال** ”اَلْاَخِرِيْنَ كَوَجْهٍ رَّكَرَ

اَوَّلِيْنَ“ کہ لینے سے تہیہ ہوگا: ”مَنْ يَدْعُوْهُ غَيْرُ اللّٰهِ لَا يَدْخُلُ الْحَجَّةَ“

شکل ثالث میں حد اوسط اولین میں ہوتی ہے یعنی ضغری و گزری دونوں میں

موسوم، جیسے:

”كُلُّ مَسْكِرٍ حَرَامٍ، وَكُلُّ مَسْكِرٍ حَرَامٍ“ (الجامع الصغير: ۲/۲۸۶)

”مَا اَمْرُ الْمُؤْمِنِ“ اِنْ اللّٰهُ تَعَالٰی قَالَ لَنِيَّةٍ: ”عَدَّ الْعَفْوُ، وَ اَمْرًا بِالْعَرَفِ،

وَ اَعْرَضَ عَنِ **الْجَاهِلِيَّةِ**، وَ اِنْ هَلَا مِنْ **الْجَاهِلِيَّةِ**“ (صحيح البخارى، كتاب

التفسير: ۲/۶۶۹) دونوں مثالوں میں اولین کو چھوڑ کر اخیر کو لینے سے تہیہ نہ گئے گا:

”كُلُّ حَصْرٍ حَرَامٍ“ اور ”اَعْرَضَ عَنِ هَذَا“

شکل رابع میں حد اوسط جانتین میں ہوتی ہے یعنی ضغری میں موسوم، گزری

میں محمول، جیسے:

”مَنْ **اطَّاعَ اللّٰهَ** دَخَلَ الْحَجَّةَ، وَمِنْ اطَّاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ **اطَّاعَ اللّٰهَ**“

جانتین کو چھوڑ کر طین کو لینے سے تہیہ نہ گئے گا ”مَنْ اطَّاعَ الرَّسُوْلَ دَخَلَ الْحَجَّةَ“

”كُلُّ عِبَادَةٍ تَصِحُّ نِيَّةً، وَ كُنَّ صَلَاةً **مُعَادَةً**“ ”فَكُلَّ صَلَاةٍ تَصِحُّ نِيَّةً“

”كُلُّ **سُكْرٍ لَحْمٍ** نَبِيْةٌ كَسَمَرٍ، وَ الْقَادِيَانِيُوْنَ **سُكْرُوْنَ لَحْمٍ** نَبِيْةٌ“

فاتقادیاتی کاسم

زیل میں دیا ہے اس مثال اربعہ کی مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے دو

ہاتھیں دیکھ لیں کر لیجئے:

## ارشاد الطالب

صاحب دیا ہے زیل پیش کرتے ہوئے قیاس اقترانی کی چاروں شکلوں کو استعمال

کرتے ہیں۔ ان کے پیچانے کا طریقہ یہ ہے کہ حد اوسط جو کہ ہوتی ہے اسے دیکھا جائے

کہ وہ کہاں ہے؟

شکل اول میں حد اوسط طین میں ہوتی ہے یعنی ضغری میں محمول اور گزری

میں موسوم، جیسے:

”اِنْ السَّبْدِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانِ **السَّبْدِيَّةِ**، وَ كَانِ **السَّبْدَانِ** لِسِرِّهِ كُفُوْرًا“

(الإسراء: ۲۷) تہیہ ہوگا: ”قَالَ السَّبْدِيُوْنَ اِخْوَانِ لِّلْكُفُوْرِ لَرَبِّهِ“

”اَلَا اَللّٰسَ قَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَصْلَحُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ، قَاوِلُكَ

مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ سَوْفَ يُوْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحْرًا عَظِيْمًا“ (النساء: ۱۴۶)

”قَاوِلُكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ“ معنی ضغری اور ”وَسَوْفَ يُوْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحْرًا

عَظِيْمًا“ معنی گزری ہے۔ تہیہ ہوگا: ”اَللّٰسَ قَابُوْا وَاَصْلَحُوْا...“ سوفَ يُوْتَهُمُ اللّٰهُ

اَحْرًا عَظِيْمًا“

”اَنَا اَوْطَلُكُمْ عَلٰی الْحَوْضِ، مِنْ وَرْدِهِ **شَرِبَ**، وَمِنْ **شَرِبَ** **مَتَّ** لَمْ يَطْمَأ

اَبْدًا“ (صحيح البخارى، كتاب الفتن: ۲/۱۰۴۵) تہیہ ہوگا: ”مَنْ رَدَّ”

الحَوْضَ لَمْ يَطْمَأْ اَبْدًا“

”اِنْ اَصْحَابَهُ لَمْ يَكُنْ، وَمِنْ **اَكَلٍ** لَمْ يَوْقُمْ“ (مشكاة المصابيح: ۶۷)

”مَنْ اَدْنٰی مَسْلَمًا فَنَدَّ **اَدْنٰی**، وَمِنْ **اَدْنٰی** فَتَدَّ اَدْنٰی اللّٰهَ“ (الجامع

الصغير: ۲/۵۷۴)

شکل ثانی میں حد اوسط اخیر میں ہوتی ہے یعنی ضغری و گزری دونوں میں

محمول، جیسے:



علماء ولا مقفود بہ..... والانشاق باصل العقد فی بدلی العقد۔

نور قرآن صلا وسط یعنی "مفقود علیہ و مقفود بہ" اور بدلی العقد "کامنی

ایک ہی ہے۔ لہذا یہ معنی کر رہے۔ اگرچہ لفظ الگ الگ ہیں۔ لفظ مکرر کرنے کے لیے آپ

یا تو ضمنی میں ذرا تصرف کر کے یوں کہیں: "لاہ غیر بدلی العقد"..... والانشاق

باصصل العقد فی بدلی العقد۔" صلا وسط کو کرانے سے نتیجہ آئے گا: "فیہذا غیر مافیہ

الانشاق باصل العقد۔"

یا کبریٰ میں تصرف کر کے اس کو ضمنی کی صلا وسط کے مطابق کر لیں: "لانفسہ غیر

مفقود علیہ ولا مقفود بہ..... والانشاق باصل العقد فی المقفود علیہ ولا

صلا وسط کا مقرر کرنا یا الفاظ وہی کہیں گے جو اوپر کے نتیجے میں آئے ہیں۔

ذیل کی مختصر دلیل میں بھی ایسی ہی صورت حال ہے۔ آپ کو کشش کر کے کسی ایک

مقدمے میں ایسا تصرف کریں کہ صلا وسط لفظ مکرر ہو جائے:

"تو ان کا ان کل واحد يستقر تصرفه لم يقسمها الا في الصيغة لان

لغير علی التمسة **الکامل المقفود** و فی هذا **المقفود**" (کتاب التمسة: ۱۴۱۸)

کبریٰ یعنی: "تو فی هذا **المقفود**" میں تصرف کر کے یوں کہا جاسکتا ہے: "ولا

**کامل المقفود** فی هذا۔" نتیجہ ہوگا: "لا حیر علی التمسة فی هذا۔"

(۲) مرجع و مشار الیہ کی تعلیم:

دوسری بات یہ ہے کہ جب صلا وسط کے لیے ضمیر یا اسم شاعر آیا ہوا ہو تو مرجع یا مشار

الیکو کمال کر جان کرنے سے صلا وسط کا لفظی تکرار آسانی طالب کے سامنے واقع ہو جاتا

ہے اور اسے "لحسن فہم نہیں آتی۔

اب آئیے چاروں شکلوں کی مثالیں ملاحظہ کرتے ہیں:

(۱) مقدمات کی تسبیح یا تحویل:

پہلی یہ کہ نتیجہ نکالنے میں آسانی کے لیے "عمدة الکلام" (مکمل علم) پر نظر رکھیے،

"فصل الکلام" یا "توابع الکلام" (حروف جازہ، حروف سلطویہ اور منصوبات وغیرہ) سے

صرف نظر کیجیے تاکہ مقدمات میں موجود صلا وسط جو مکرر ہے اور نتیجہ جو غیر مکرر ہے، صاف

صاف پہچان میں آسکے اور مطلوب نکل پہنچنا آسان ہو جائے۔ حروف جازہ و دیگر مقدمات

کلام کی کثرت، کبھی کبھار "مکمل علیہ" کی تسبیح میں حاکی ہو جاتی ہے۔ البتہ حرف لہجی اور

حرف تہجی کو نتیجے میں ساتھ کرنا ضروری ہے کہ یہ دونوں لازماً نتیجہ کا جز نہیں گے اس لیے

کہ نتیجہ ہمیشہ آئیں و ازلی یعنی جزمیت و سلطیت کا تابع ہوتا ہے۔

بیز مقدمات کی تسبیح کے ساتھ کبھی کسی قدر تصرف تحویل کی بھی ضرورت پڑتی ہے

جب چاکر مقدمات کی ترتیب واضح ہوتی ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے: "اولسناک هم

الکفرون سخا و اعطنا الکفرین عذابا مہینا۔" (السجادہ: ۱۵۱) اس میں کفری

میں تھوڑے سے تصرف سے صلا وسط "و طین" میں مکرر ہو کر شکل اول بن جائے گی: "و

الکفرون اعطنا لهم عذابا الیسا۔"

شرایع ہدایہ کے کام میں اس کی کثرت مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

"فان لم یسجد فصیام شہرین متتابعین و لا یحترق فیہ الإطعام۔" (کتاب

ردہ و فسخ و المظاہر و تعرف بالذوق)۔ "اول کتاب الدیات: ۵۸۴)

خط کشیدہ و دو جملے عذری و کفری ہیں۔ کفری میں صلا وسط کو مکرر کرنے کے لیے را سے

تصرف کی ضرورت ہے مثلاً ہم کہیں: "لافس لم یبرہ بہ **فسخ** و السفاحہ تعرف

بالفسخ۔"

"و الانسحاق فی باصل العقد غیر ممکن فی ظرف الدین: لانہ غیر مقفود۔"

(التوضیح والشرح: ۶۰)

شکل ثانی:

شکل ثانی اس دلیل کی جس میں حد اوسط ضروری اور گہری دونوں میں محمول ہو

(یعنی انجیرین میں ہو) جیسے:

مثال (۱) دیرپائی کا پیمانہ سکے ہے:

"و یستعقل السکاح بالقدحین بعد واحد من الماضی وبالآخر عن

المستقبل، مثل أن يقول: زوّجناک لأن هذا تو کتیل **بالسکاح**

والواحد یؤتی طرفی **السکاح**" (۲۰۵/۲)

نتیجہ کے بعد کچا جائے تو "ہذا تو کتیل بالسکاح" ضروری ہے۔ "والواحد

یؤتی طرفی السکاح" گہری ہے۔ السکاح کا لفظ حد اوسط ہے جو دونوں کچا انجیرین میں

ہے۔ اسے گرانے سے یہ عبارت باقی رہ جائے گی: "فقالو احد یؤتی طرفی هذا"

مثال (۲) "وإذا شہد اربعة علی رجل بالزنا فلعن القاضی"..... و یجب

الدلیۃ فی ماله" (کتاب الحدود، باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنہا ۲

۵۲۶، ۵۲۵/

اس مسئلہ کی دلیل میں **الذکر** (یعنی حد الفتل) **یؤتی** ضروری ہے اور تو **الحوادث**

**احتمال السکاح** گہری ہے۔ حد اوسط یعنی "مذکر گرانے کے بعد نتیجہ یا: "فالعواقل لا

تغلقه (یعنی حد الفتل)"

— یو لا یسہم لسلوک ولا امرأۃ ولا صبی ولا محتوت ولا ذمی "اس مسئلہ کی

تقلیل میں "ذمی" **الحدود** ضروری ہے اور تو **الحدود** من **احتمال العیادۃ**

گہری ہے۔ (کتاب السیر، باب الغنم وقسمتها ۲۰/۵۷۵)

شکل اول:

شکل اول دلیل کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں حد اوسط ضروری میں محمول اور

گہری میں مضموع ہو (یعنی وسطین میں واقع ہو) جیسے:

مثال (۱) "الاستیلاء **مضموع**..... المستحضر لا یتہض سبباً للملک"

(کتاب السیر، باب استیلاء الکفار ۲/۵۸۱) نتیجہ ہوگا: "فلا استیلاء لا یتہض

سبباً للملک"

مثال (۲) "تو لہبنا: أن القول فی الدعوی قول **بسی** شہید لہ الظاہر

**والظاہر شاہد** لمن شہد لہ مہر الشکل" (کتاب الکاح باب المہر

۲/۳۳۵) نتیجہ ہوگا: "فالقول لمن شہد لہ مہر الشکل"

مثال (۳) دیرپائی کی پہلی دلیل ہے۔ "لأن البیع **احتمال**..... **والاحتمال**

يعرف بالشرع" (کتاب البیوع ۱۸/۲) نتیجہ ہوگا: "فالبیع يعرف بالشرع"

شکل اول میں گہری کی کثرت شرط ہے۔ اس لیے اس کا گہری الزام کی قاعدہ یا

خاصیہ مشتمل ہوتا ہے۔ تو نتیجہ مع کوئی گہری ہے۔ "و یعنی بالقضایا الکلیۃ المذکورۃ

ما یکون احدی منہما علی الدلیل علی مسائل الفقه (یعنی إذا استدلت علی حکم

مسائل الفقه بالشکل الاول، فکبری الشکل الاول، ہی تلك القضایا الکلیۃ

تقولنا: "هذا حکم ثابت؛ لأنه حکم بدلی علی ثبوت القیاس، و کل حکم بدلی

علی ثبوتہ القیاس، فهو ثابت" و إذا استدلت علی حکم مسائل الفقه

بالمسائل الکلیۃ مع وجود المبرور والملازمات الکلیۃ ہی تلك القضایا

تقولنا: "هذا حکم ثابت؛ لأنه کلمتا دل القیاس علی ثبوت هذا حکم،

یکون هذا حکم ثابتاً، لأن القیاس دال علی ثبوت هذا حکم، فیکون ثابتاً"



## ارشاد الطالب

شکل رابع:

حد او صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہو (یعنی بائیں میں ہو) تو اسے شکل

رابع کہتے ہیں۔ یہ شکل اول کا کس ہے، جیسے

مثال (۱): "تو لا بائیں بان بطل الإمام فی حال القتال و حترض، علی القتال

....." (کتاب السیر، باب الغنائم و قسمتها، فصل فی التفتل: ۵۷۸/۲)

اس کی دیکل میں "لأن المحرمین" مذکور ہے اور "تو" (رأی التفتل

حال القتال) نوع "حرفی" کبریٰ ہے اور نتیجہ ہوگا: "ہذا (رأی التفتل حال القتال)

مذکور ہے۔"

مثال (۲): "ومن قال لسانہ: أفتی علی کظھر امی، کان مظاهراً مہتو

جمعاً، و علیہ اکحل و احدہ کفارہ۔" (کتاب الطلاق، باب الطہار: ۱۱/۲)

اس منطکی تفتل میں "لأن المحرمین" مذکور ہے، یعنی حق کل و احدہ "صغریٰ ہے۔

"و" کفارہ لا یمہ "حرفی" کبریٰ ہے۔ "ن" کفارہ ثبت فی حق کل و احدہ "نتیجہ

ہے۔

مثال (۳): "إذا قال الضامی: قد وضعت علی حدای بالرحم للرحمہ أو

بالقطع فاقطعہ أو بالضررب فاضربہ، و سئل ان تفعل۔" (کتاب ادب

القاضی، باب التحکیم: ۱۵۲/۳)

اس منطکی تفریح میں "لأن طاعة أو لسی" مذکور ہے۔ "صغریٰ ہے۔"

و "و" ضامی "حرفی" کبریٰ ہے۔ "تصدیق کو لی الامر و احیہ" نتیجہ ہے۔

اشکال اربعہ کی شرح لکھا:

ہر شے کی شرح ایک الگ الگ ہیں۔ البتہ وہ بنیادی نہیں لکھی ہیں جس کا تمام اشکال میں

پایا جاسکتا ہے۔ ایک کیلک (محکمت و جزئیات) کے اعتبار سے کسی ایک مقدمہ کا کلیہ

## ارشاد الطالب

"فالذمی لیس من أهل العیادہ" نتیجہ ہے۔

شکل ثالث:

شکل ثالث جس میں حد واسطہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں موضوع ہو، (یعنی اولین

میں ہو) شکل ثانی کا کس ہے، جیسے:

مثال (۱): "تو ان انکر شہود الأصل، لم تقبل شہادۃ شہود الفرع؛ لأن

التحلیل لم یستند: للمعارض بین الخیرین۔" (رأی التحلیل شرط: "کتاب

الشہادۃ، باب الشہادۃ علی الشہادۃ: ۱۷۲/۳)

اس عبارت میں "لأن التحلیل" صغریٰ ہے اور "و" شرط "کبریٰ ہے۔

"التحلیل" دونوں جگہ اولین میں واقع ہے۔

مثال (۲): "إذا طلق الرجل امرأته فی مرض موتہ..... و قال الضامی: لا

ترب فی الورجین۔"

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل میں "لأن الزوجین قد طلقا العارض" صغریٰ ہے

اور "و" (رأی الزوجین) ضامی (رأی مسبب الخیرین) "کبریٰ ہے۔ حد واسطہ گرانے

کے بعد نتیجہ برآمد ہوا: "فمسبب الخیرین قد طلق و طلق العارض۔"

(کتاب الطلاق، باب طلاق المرض: ۴۰۲/۲)

مثال (۳): "تو ان کسان عیناً فی رد المدعی علیہ، کاف احتضاراً لیسیر لیسیر

بالمدعی۔" (کتاب المدعی: ۲۰۱/۳)

اس منطکی دلیل بیان کرتے ہوئے مصنف کا قول "لأن احتضاراً لیسیر لیسیر

بالمدعی" ضغریٰ ہے۔ "و" [الاحتضار] [الاحتضار] ضغریٰ

الستقرار "کبریٰ ہے۔" (فلا یشاد فی المدعی شرط [الصحة المدعی] نتیجہ ہے۔

پیشہ کے عدم استحباب اور کمزوری۔

ہذا کہ عبد اللہ عباس ندوی ”تہذیب المصطفیٰ“ میں لکھتے ہیں: ”مطلوبہ خالی کے لئے ہونے کی ضرورتیں تھیں۔ ہاں! کے بغیر ہر جگہ اس طور پر صحیح نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔“ مطلب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی بات میں صحیح ہو جائے مگر دوسرے الفاظ اور استعمالات کر لیں گے تو غلط

شیخ محمد رفیع شفیق "آب الحک و الناطقہ" میں لکھتے ہیں:

”وهذا الدليل وإن أُنْجِصَ المقصود..... فإنما أُنْجِصَ ذلك لخصوص السابقة و  
السبيل في حده باطل، لأنه قياس القرائن من الشكل الأول. و معلوم أنه يشترط  
إلتزامه أن تكون صغره موجبة، وهذا الدليل المذكور صغره سلبية ولا يجوز  
الاستدلال بالشكل الأول في حال كون صغره سلبية، لاحتلال شرط الإلتزام، كما  
تقدم إيضاحه، وإن أُنْجِصَ المقصود في بعض الحالات لخصوص السابقة، فله  
البيان“ (ص ٥٣، مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

لہذا آپ ہمارے میں کہیں وہ کہیں کہ اشکال کی محسوس ضرورت پڑ جائے جانے کے باوجود  
میں نے آج آپ کے پاسٹھن میں تجھ وہ یہ ٹھن ٹھن میں جو تیرے رمل ہے..... جب کہ  
ٹھن ٹھن میں کسی ایک تھن میں وہ ٹھن ٹھن کے کسی ایک تھن میں تھن  
تھن ضرور پڑا جاتا ہے اور نتیجہ اس کے اور نل کے کاٹھن ہونے کی وجہ سے ٹھن میں تھن  
سارے اور ٹھن میں ہمیشہ تھن آتا ہے..... تو آپ سمجھ لیں کہ یہاں یا تھن تھن و تھن  
کے ٹھن اول سے اگر وہ یا تھن ٹھن کے ٹھن ٹھن یا ٹھن ٹھن ہے۔

اسی طرح یہ بات ملے ہے کہ نتیجہ "موسومہ" کا یہ "شکل" اول کا خانہ ہے۔ شکل ثانی سے

111

ضروری ہے۔ دوسری بحیثیت (ایجاب و سلب) کے اعتبار سے کسی ایک کاموجہ ہوتا ضروری ہے۔ اگر وہ نفل جزئی یا دونوں سلبہ ہوں گے تو نتیجہ نہیں نکلے گا۔ علامہ محبت اللہ بھاری ”مسلم العلم“ میں فرماتے ہیں:

١١ لا تقاس من جزئيتين ، ولا من اثنين ، والنتيجة تتبع أصل المقادير

کتاب، کتاب " (۱۷۲)

نتیجہ کے احسن اکرل (یعنی جزیت و سلمیت) کے تابع ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اگر

فائدہ مند مٹی کے اُبلات کے لیے شکلوں کو بیل کر بیس کرنا آتشیں کے لیے بھی ہوتا ہے اور انشالی شتر کا قاتنا پروا کرنے کے لیے بھی۔ عملیہ مٹی ہے:

”قوله: «الان حتى الثانية ليس حتى منقتر» أقول : على هذا التقرير لا يوجد شرط إنصاح الشكل الأول ، إلا أن تجعل الصغر في موجه سالبة السهمول ، والأحسن أن يقرر هكذا : «وكل حتى يصبح الصبح منه حتى منقتر»

حتى يكون في الشكل الثاني. «عناية على هامش فتح التقدير ٣٢٦/٨»

یہودی ہو جائیں۔

4

ہوں تو یہ کہتا ہے کہ نتیجہ کھل آئے۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی لفظ غلط استعمال کر لینے سے غلط فہم برآ ہو جائے۔ گویا شرائط کا مجموعہ صحیح صحت کو متاثر نہ کرے، لیکن ان کا عدم خارج کر دے کہ جب یہ شرائط پائی جائیں تو نتیجہ ہمیشہ نکلے گا اور جب یہ شرائط نہ





## ارشاد الطالب

**نقض القبض:** وإن كان له نفع فيه يعود العبد على البائع، **كذا الإقراض ما**

**هو من تصايف** كتاب الشفعة، باب ما ينظر به الشفعة: ٩/١٠م.

مثال (١) من "لأن الشفعة من تمام القبض" كغيره، والشفيع لا يقض القبض "كغيره" فكذا لا يقض ما هو من تمامه "تجبره" بارتباط بين قولين ذكرهما -

٢- مذكور المتقدمين، محذوف النتيجة. -

مثال (١): "وليرجى العقد بين الفضولين الخ. .... لهذا أن **يوجد**

**نقض العقد (مضغري)** ..... **نقض العقد: لا ينفذ ما يورثه**

**المجلس:** "كتاب الكساح، باب في الأولياء والأقارب، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها: ٢/٣٢٢)

مثال (٢) من "الموجود شرط العقد" كغيره، "نقض العقد لا ينفذ" على ما رواه المجلس "كغيره"، "تجبره" كغيره، "الموجود لا ينفذ" على ما رواه المجلس.

مثال (٢): "وإن مات الزوج بعد ما قضى عليه بالشفعة ومضى شهره،

سقطت الشفعة. .... **لأن الشفعة من صفات العقد بالموت:** (باب الشفعة: ٤٤٠/٢)

مثال (٢) من "لأن الشفعة من صفات العقد" كغيره، "الموت" كغيره،

تجبره "كغيره" بالشفعة، "مضى شهره" كغيره.

مثال (٣): قال في "تدوير الأبصار" (و الأبصار أن يمسكها بغير مهبسار

جزءا على الأصح) : "لأن الشفعة من صفات العقد" كغيره، "الموت" كغيره،

تجبره "كغيره" بالشفعة، "مضى شهره" كغيره.

## ارشاد الطالب

وفي رد المحتار: "و أشار إلى قياس من الشكل الأول ذكر فيه مقدمتنا

القياس، وطوبى فيه النتيجة، وتقديره هكذا: الشفعة فيج شرعا وكل قبض

شرعا تركه واجب فالشرع تركه واجب، فالقهر "كتاب الصوم: ٨٢/٤٠٨٢)

٣- مذكور الضمري والبيحة، محذوف الكبري، -

مثال (١): وأبى حنفية: أنه صريح في الطهارة، **لا يحمل غيره** (كتاب

الطلاق، باب الطهارة: ٢/٤١١) "وكل ما هو صريح لا يحمل غيره" تجبره، "هكذا

لا يحمل غيره" -

مثال (٢): وجه قول أبي يوسف: أن الفرقه بسبب يشترك فيه الزوجان، **لا**

يكون طلاقا. (كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك: ٢/٣٤٦) وكل فرقة تقع

نسب يشترك فيه الزوجان لا يكون طلاقا.

٤- مذكور الكبري والبيحة، محذوف الضمري.

٥- مذكور الضمري فقط، -

مثال (١): وإن قال لها: اعتدي اعتدي، وقال: نوبت بالآخرى

طلاقا وبالباقى حيفا، **دين في القضاء: كذا نوى حنفية كلامه** (كتاب

الطلاق، باب إيقاع الطلاق، فصل في تشبيه الطلاق ووصفه: ٢/٣٧٥) كغيري

هو: "ومن نوى الحقيقة يصدق قضاء وديانة" تجبره، "فهيلا يصدق قضاء

و ديانة" -

مثال (٢): ولو قال: أنت طالق إذا فعلت مكذا، لم يخل حتى تدخل مكذا

**كتاب الطلاق:** باب إيقاع الطلاق: ٢/٣٦٤) كغيري

هو: "والمعلق بالشيء لا يوجده قبل ذلك الشيء" -



## ارشاد الطالب

لا اوصاف لاشیء من النعمان...

۷۔ مذکور الشیخہ فقط: یہ صورت شروع میں اور سیاق میں پہلی میں مضمون نہیں ہے۔ متن میں اور سیاق دونوں میں ہی پائی جاسکتی ہے، کیونکہ متن میں پہلی سے تفسیر نہیں کیا جاتا۔ اس میں صرف صورت مسئلہ اور حکم مسئلہ کو دہرے ہیں اور نتیجہ دراصل دہرائی یا حکم کا ہی دہرانا ہے۔ جو چیز ثبوت سے نقل "دوئی" ہے، وہ حجت کے ذریعے ثبوت کے بعد "نتیجہ" کہلاتی ہے۔

سب سے زیادہ اور سب سے کم:

ان چھ صورتوں میں سے تیسری صورت بعید کو اور الضمیری والشیخہ، مخدوف الکثیر کو صاحب دہائیے سب سے زیادہ استعمال کیا ہے۔ پانچویں قسم یعنی جس میں اکتفاء علی الکفر کیا گیا ہو، نقل قلیل ہے۔ پہلی صورت کو کثرت دینے کی وجہ سے کہ علیہ کفری بصورت "قاعدہ کلیہ غیبیہ" خود نکالیں اور استخراج قواعد کی مشق بخوبی ممکن ہو۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ سیاق و سباق میں وہ مقدمے ہوتے ہیں اور دوسرے پر "ف" داخل ہوتا ہے۔ دوسرا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں کفری کا ظاہر مخدوف لیکن درحقیقت مذکور ہوتا ہے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے کفری حقیقت میں "محمولین" کا نام ہے، یعنی کفری کا موضوع ضمیری کا محمول ہوتا ہے اور کفری کا محمول نتیجہ کا محمول ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں محمول چونکہ ضمیری اور نتیجہ میں موجود ہوتے ہیں، لہذا ان کی مدد سے کفری نکالنا کچھ بھی مشکل نہیں۔

الغرض جب ضمیری اور نتیجہ دونوں مذکور ہیں تو ان کے محمولین کو لے کر آسانی کفری بنایا جاسکتا ہے۔ اور اس طرح کہ ضمیری کے محمول کو کفر پر جنس اور پھر نتیجہ کا محمول ساتھ لائیں۔ کفری خود خود ہی جائے گا۔ ذیل کی مثالوں پر غور کریں۔

## ارشاد الطالب

۶۔ مذکور الکفری فقط: جیسے:

دہائی کا پہلا مسئلہ ہے۔

مثال (۱): "زیستہ النکاح بالایجاب والقبول للظہن بعینہما عن الماضي."

الماضي.

اس کی پہلی میں مصنف نے **الان** کا انتہائی زائد کائنات للإجماع وضعاً، فقد **جعل**

**الإشياء** شرعاً... فرمایا ہے۔

یہ جملہ درحقیقت کفری ہے۔ نتیجہ و اختصار کے بعد مقدمہ یوں ہوگا "خصیفة الماضي جعلت للإشياء" اس کا ضمیری مخدوف ہے جسے صاحب کفایہ نے ذکر کیا ہے۔ "النکاح إنشاء تصرف" (۱۰۲/۳)

اب دونوں مقدمے یوں ہوں گے: "النکاح **جعل**، وخصیفة الماضي جعلت" یہ شکل ثانی ہے۔ کیونکہ دراصل اس میں کفر ہے۔ نتیجہ ہوگا "قبیفة الماضي جعلت للنکاح"۔

مثال (۲): "ومن باع عبداً علی أنه حراز أو کاسب وکالا بخلافه المستوری بالحقبان: إن شاء، أخذه بجمع النعمان وإن شاء ترک." اس مسئلہ کی تعلیل میں صاحب دہائیے فرماتے ہیں:

"وإذا أخذہ أحدہ بجمع النعمان **الان** الأوصاف لا اوصاف لاشیء من النعمان..."

(کتاب البیوع، باب حراز الشرط: ۲۵/۳)

"ان الأوصاف لا اوصاف لاشیء من النعمان" کفری ہے۔ اس کا ضمیری مخدوف ہے۔ "ان هذا وصف"۔ اب مقدمات کی ترتیب یوں ہوگی: "هذا وصف **الأوصاف**"

## ارشاد الطالب

مثال (۱): "لہ" "ابہ مسلط علی الفسخ من جهة صاحبه، **لا** تو قف

بعض المواضع حکم الإيجاب۔"

کتاب میں بھی ہے۔ "و لا تاکید فی بعض المواضع حکم الإيجاب۔"

مثالیہ میں ہے۔ "و لا تاکید شبه بالإيجاب۔" (فتح القدير ۱/۲۸)

مثال (۲):

"و ان شہد شاعدان علی امرأه بالنکاح يستدلان مهر مثلیہ ائمہ و جمعا فلا

ضمان علیہما۔۔۔ **لأن التضمین يستلزم المسألة علی ما عرفت**۔۔۔" (کتاب

الرجوع عن الشهادات ۳/۱۷۵)

اس میں سُخْری ہے۔ "لأن التضمین يستلزم المسألة۔۔۔"

مثالیہ میں اس کا سُخْری ہے۔ "و لا مسألة بین العین والمنفعة۔"

کتابت میں ہے۔ "و لا مسألة بین النفع والمال۔"

فتح القدير میں ہے۔ "و لا مسألة بین **الأیمان** التي تحذر و تصول، و **الأوصاف**

التي تنصوم و لا تنفی۔"

فائدہ (۱) حروف تَقْلِيل:

قیاس اقترانی کی ابتدا حروف تَقْلِيل سے ہوتی ہے جو یہ ہیں لام تَقْلِيل (یہ اصل باب

ہے) حیث، اذ، سحی، حتی،۔۔۔۔۔ اور کئی معمول لہ کے ذریعے بھی تَقْلِيل بیان کی جاتی

ہے۔ پھر ذیل اصلی پر تو اکثر لام تَقْلِيل آتا ہے۔ لیکن کئی اہم آتا ہے، لیکن اکثر اس پر

بقیہ حروف تَقْلِيل آتے ہیں۔ ذیل کی عبارت میں پہلے پہل پر لام اور تثنیہ تاکہ ضمید بالترتیب

مفعول اذ اور ریش کے ساتھ آئے ہیں۔ "و **لأن الأصل** فی الصحابة علی الأدمی حالة

الصحابة أن تصاد عن الحجاب، **فحذف** عن استصلاہ و الإحصاف ۱۹۹" (مؤثر معذور فیه)

## ارشاد الطالب

مثال (۱): "لہ" "ابہ مسلط علی الفسخ من جهة صاحبه، **لا** تو قف

علی علمہ۔" (کتاب البیوع، باب حیار الشرط: ۳/۱۳۳)

مثالیہ میں اس کا سُخْری یوں نکالا ہے۔ "و کتل من هو کتلک لا یتوقف فعلہ علی

علم صاحبه۔" (عیایہ کتاب البیوع، باب حیار الشرط: ۵/۵۱۱)

مثال (۲): "لأن الحیار معقل بالروية، **لا** یتوقف علیہ۔" (کتاب البیوع،

باب حیار الروية: ۳/۱۳۶)

مثالیہ میں سُخْری دی ہے۔ "و السمعین بالشیء لا یتوقف علیہا۔" (کتاب البیوع،

باب حیار الروية: ۵/۵۲۲)

مثال (۳): "و لیسو قال: أنت طالق أمس، وقد تزوجها اليوم، لم يقع شيء؛

لأنه أسندہ إلى حالة معهودة من الالة الطلاق، **فحذف** اس میں سُخْری ہے۔

"لأنه أسندہ إلى حالة من الالة الطلاق، سُخْری ہوگا: "و إسناد الشيء إلى حالة

من الالة لیس، لغو۔" نتیجہ ہوگا: "فأسندہ لغو۔"

(کتاب الطلاق، باب إبطال الطلاق، فصل فی إساعة الطلاق إلى الزمان: ۲/۳۶۴)

ایک اہم نکتہ: یہ بات بالکل درست نہیں کہ سُخْری ذکر کرنا صاحب عتایی کی خصوصیت

ہے۔ درج ذیل عبارتوں میں مذکور سُخْری و سُخْری تینوں شروحات میں ذکر ہے:

تینوں شروحات میں سُخْری، مثال (۱):

- "ومن اشتری نوباء فباعه بربیع، ثم اشتراه فإن باعه مرابحة طرحت عنه کل

ربح كان قبل ذلك، فإن كان استغرق الثمن لم يبعه مرابحة، وهذا عند أبي

حنيفة رحمه الله۔۔۔۔۔ و لأبي حنيفة أن شبهة حصول الربح بالعقد الثاني

ثابتة؛ لأنه يتأكد به۔" (کتاب البیوع، باب المربحة و التولية: ۳/۱۷۵)



فائدہ (۳) صغریٰ حملیہ و شریطیہ :

قیاس اترسانی کے متضادات قہقیہ حمکی کسی ہوتے ہیں اور قہقیہ شرط بھی۔ اگر یہ دونوں حمکیاں سے مرکب ہو تو اس کو "قیاس حمی" کہتے ہیں۔ اگر دو شرطیں سے مرکب، تو اسے "شرطیہ" کہتے ہیں اور کسی ایسا ہوتا ہے کہ یہ ایک حمی اور ایک شرط سے مل کر بنتا ہے۔ قہقیہ حمی کی مثال آگ نہ کھلیں۔ اب قہقیہ شرط کی مثالیں دیکھیے۔

دو نوں شہر طبعی کی مثال:

“من تبع عورة أخيه المسلم تبع الله عورته، ومن تبع الله عورته  
بقيت عورته له في رجله.”

(سنن ترمذی، باب ما جاء فی تعظیم المومن، رقم الحایت: ۲۰۲۲)

إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ فَرُغْتَ مِنْكَ، وَإِذَا نَزَلَتْ الْمَكِينَةُ، أَطْلَقْتَ

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم

عبدیہ، کتاب الرکن میں ہے: "إن کسائن أسوة الراعي، فباعه بضاعه، و

لأنه لما أتت بأذن الرحمن، صارت  
فيض الماء فضاء من حقه، فبرجع يتسع

لو كان كذلك، بطل الرحمن، وبقي الدين  
كان الرحمن، بعد انفسا.

571.11 (3/100)

اس عمارت میں: اُنہما جامعہ بلڈن الراہن، صاوار کان الراہن... باعہ

صغریٰ اور لبر کٹانا کٹانک، بطلان الرحمہ، دبیضی الدمیں

تفسیر شرطیہ ہیں۔ دونوں میں شرط و جزو یا مقدم و مآل بالکل واضح ہیں۔ نتیجہ کی حد واسطہ جو

حصارِ کافران، باعہ بنفسہ

کو اگر گویا جانتے تو پیچیدہ یا نامندہ الفاظ کی شکل میں نکلے گا۔ یعنی: ”

لم تعد الجنابة... (كتاب البيات، باب جنابة المملوك/٦١٧)

فائدہ (۲) فائز علی

قیاس التزانی کے نتیجہ پر ملامت ہوئی ہے۔

مثال (۱) : ہم یہ کہیں گے۔

قَبْلَ أَنْ يَهْلِكَ الْمُصِيعُ ثُمَّ اخْتَلَفَا لَمْ يَتَخَلَّفَا عَنِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ = رَحِمَهُمَا

والقول قول المستيري، وقال محمدرحمه الله: يعالغان ويضخ أبيع على قيمة الله -

الملك..... لهما: إن كل واحد منهما يدعي غير العقد الذي يصاحبه، والأمر

بسنكر، وأنه يفيد دفع زيادة السن

**تجدد الفلك**

كما إذا اختلفا في حسن السن بعد علاه

المسألة: (كتاب الدعوى، باب التحالف: ٢١٨/٣)

تاکلیف بخود القدر میں ہے:

فؤاد: "تتمحوران هماه نتيجة الدليل المذكور. (كملة فتح القدير: ١٩٨/٧)

(Y.-199-

مثال (۲) ہماری یہ مٹی ہے۔

“وقد أضافه إلى الأمر، صلح فعله امتثالاً، فبقم العقد للأمر.”

كتاب الوكالة بالبيع والشراء، فصل في التوكيل لشراء

تفسير المبد: ١٩٦/٢ (١٩٦)

اس عبارت کے تحت تملک فی الخدییر میں قاضی زادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”فإذا أضفناه إلى أضفاف العبد العبد (إلى الأمر صلح فعه امتثالاً، ففهم

هذا النصيحة الدليل

(نكسلة منقح القاموس، كتاب أبو كاتبة، فصل في الشراء ٦٦٧)





## ارشاد الطالب

بالعجب اور کمزوری ہے۔ تو العلم بالعجب رضاہ۔ حد اوسط کرنے کے بعد نتیجہ نکالے گا۔ "ابہ

رضی بالعجب۔"

فائدہ (۵) مقدمات میں فاصلہ:

قیاس اقلی کے دلائل مقدموں کا اکٹھے ذکر ہمارے ضروری نہیں۔ بسا اوقات ان میں

فصل ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں ایک جگہ ہے: "فہیما اہم کبیر" (البقرة: ۲۱۹)

دوسری جگہ ہے: "اہما حرم رفسی الفوا احسن ما ظہر منہا و ما بطل ر" [۱۱۱]

(الأعراف: ۳۳) اب دونوں آیتوں کو ملانے سے ضغری کمزوری یوں نہیں گئے، "الحصر

اہم و اہم حرام۔ نتیجہ: "الحصر حرام۔"

مثال (۱) ہا یہ میں یہ عبارت ہے: "و لایسی حنیفہ أن الإعتاق إنبات العقی بالزالة

الملك....." یہ ضغری ہے۔ اس کا کمزوری دو سطروں بعد ہے: "و الملك متجن" نتیجہ

ہوگا "الإعتاق متجن" (كتاب العتاق، باب العتد بعض بعضہ: ۵۵۶/۲)

مثال (۲): اسی طرح باب التذییر میں ہے: "لأنہ أی التذییر أسب الحریة" اور

کئی سطروں کے بعد اگلے صفحے پر ہے: "و اسطال اسب لا یجوز" (كتاب العتاق، باب

التذییر: ۵۷۳/۲) نتیجہ ہوگا: "اسطال التذییر لا یجوز۔"

مثال (۳): باب البرا کے شروع میں اختلاف کی طرف سے ملے رہا قدرتی چش کو قرار

دیے ہوئے پہل یوں بیان کی گئی ہے:

"و لیس انا کہ اوجہ المسألة....." یہ ضغری ہے۔ کمزوری اگلے صفحے پر ہے:

"و المسألة بین الشیخین باعتبار الضرورة والمعنی" نتیجہ ہے: "ابہ اوجہ اعتبار الضرورة

و المعنی" آ کے عبارت گئی، "و اعتبار الضرورة والمعنی بالقدر و احسن"۔ حتی نتیجہ نکالے

کا: "ابہ اوجہ اعتبار القدر و احسن۔"

## ارشاد الطالب

موضوع میں سے اور کمزوری جموں میں سے بناتا ہے۔ یعنی ضغری کا پہلا جز دینی یا نتیجہ کا پہلا جز اور

اس کا دوسرا جز کمزوری کا پہلا جز ہوتا ہے۔ جب کہ کمزوری کا پہلا جز ضغری کا محمول اور دوسرا جز

دینی یا نتیجہ کا محمول ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر ضغری مذکور اور کمزوری مذکور ہو تو ضغری کے جز دینی کو نتیجہ میں۔ حد اوسط

مکمل ہو کر کمزوری کا موضوع ہاتھ آ جائے گا۔ پھر نتیجہ (یا ضغری) کے محمول کو اس کے ساتھ

ملا دیں۔ کمزوری مکمل ہو جائے گا جیسے:

"و لایسی حنیفہ: اذہ صریح فی الظہار" [۱۱۱] بحصل غیرہ۔ (كتاب الطلاق، باب

الظہار: ۱۱۱/۲) کمزوری ہوگا: "و کل ماہو صریح لا بحصل غیرہ" نتیجہ ہوگا: "فہذا لا

بحصل غیرہ۔"

اگر کمزوری مذکور اور ضغری مذکور ہے تو کمزوری کے موضوع کو نتیجہ کی طرف پھیریں۔

کیونکہ کمزوری کا موضوع ہی ضغری کا محمول ہوتا ہے اور یہ دونوں حد اوسط کی شکل میں ملا دینا

مکمل ہوتے ہیں۔ کمزوری کا جو جز اول ہے وہی ضغری کا جز دینی ہے۔ اب نتیجہ (یا دینی)

کے موضوع کو اس محمول کے ساتھ ملا میں جو کمزوری کے موضوع سے لیا گیا ہے۔ ضغری مکمل

ہو جائے گا اور شکل کے جز اول ہو کر نتیجہ شکل آئے گا جیسے:

"و من الشری عیلاً اذہ سورق و لم یعلم بہ فقطع عند المستری....." و قوله

فی کتاب: "و لم یعلم المستری" یتجد علی مدہیہما: [۱۱۱] العلم بالجب رضی بہ

(كتاب البیوع، باب خیار العیب: ۴/۵۷۸، ۵۷۹)

اس عبارت میں "و ان العلم بالعیب رضی بہ" کمزوری ہے اور اس کا ضغری

مذکور ہے۔ اس کو نکالنے کے لیے کمزوری کے پہلے جز "العلم" کو نتیجہ بنا کر اس کے ساتھ

نتیجہ کا نتیجہ ضغری موضوع "ابہ" لگا دیں گے۔ اب ضغری مذکور یوں ہوگا: "ابہ علم

## ارشاد الطالب

مراد ہے اور کبریٰ میں "غلط" سے لفظ "غلط" مراد ہے کہ غلط (شیخ الہین) صحیح ہے اور (مکملین امین) صحیح نہیں۔

قرآن شریف میں ہے: "وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِتْنَهُمْ سِوَا آلِ إِبْرَاهِيمَ وَلَوْ أَنَّهُمْ لَبُوءُوا بِعَهْدِهِمْ رَبَّهُمْ لَحَبَسَهُمُ" (الأنفال: ۲۲)

ظاہر اس کا جو ترجمہ لکھا ہے یعنی: "اگر لو علم اللہ فہم سیرا الیہو لو اوہم معصون۔" یہ صحیح نہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا اس کی جہد معصون کا معنی مکمل کرنا ہوتا ہے۔ لفظ "المعصوم" لفظ مکمل کر کے لکھ کر کر نہیں۔ دونوں جگہوں میں اس کا معنی الگ الگ ہے۔ پہلے جملے میں اس سے "سما" قبول ہوتا ہے "سما" مراد ہے اور دوسرے میں "سما" غیر منفیہ وغیرہ ہوتا ہے۔ مراد ہے (یعنی کانوں سے سنا اور دل پہ اثر نہ لینا) اس سما کے ساتھ علم خیر صحیح نہیں ہوتا۔ (دیکھئے: بیان القرآن: ۷/ ۷۲)

بہی حد اوسط لفظ کر نہیں ہوتی، معنی کر ہوتی ہے، اس لیے کہ اس میں مزادوں یا مشتائب لفظ استعمال ہوا ہوتا ہے۔ اس صورت میں لفظی کرا کر کے لیے مہارت میں بقدر ضرورت تصرف کر لیا جاتا ہے۔ تصرف کبھی شغری کی جانب میں ہو گا اور کبھی کبریٰ کی جانب۔ دونوں کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

شغریٰ میں تصرف کی مثال:

(۱) مسئلہ ہے کہ کیا قاضی کسی کو صیغہ خبر لگاے اور وہ بلاک ہو جائے تو قصاص یا دیت کبھی نہیں۔ ہاں یہ میں اس کی دلیل یوں دی گئی ہے:

"لَا تَلْعَلُ لَكُمْ الْحَبْرُ" (یعنی لعل لکم الحبر) اور "لَا تَلْعَلُ لَكُمْ الْحَبْرُ" (یعنی لعل لکم الحبر) میں حد اوسط لفظ کر کر کے ہے تو شغریٰ میں خبر و صیغہ تصرف کر کے یوں کہیں گے:

"الْقَاضِي لَمْ يَلْعَلُ لَكُمْ الْحَبْرُ" (یعنی القاضی لم يلعَل لکم الحبر) اور "الْقَاضِي لَمْ يَلْعَلُ لَكُمْ الْحَبْرُ" (یعنی القاضی لم يلعَل لکم الحبر) میں حد اوسط لفظ کر کر کے ہے تو شغریٰ میں خبر و صیغہ تصرف کر کے یوں کہیں گے:

## ارشاد الطالب

مثال (۶): ذیل کی مہارت میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ دونوں کی دلیل میں مقدمات کے درمیان فہم ہے۔ رائے دیکھئے:

"لَيْسَ" (یعنی لیس) لایسہ بدل علی کیسہ کادیا فی الإنکار علی مساقمہ، نکاح اقراراً اؤبدلاً عنہ، (یعنی اقرار رجوری فی ہذہ الاشیاء) لکھ اقرار فیہ شہیہ، والحدود تدریج بالشہیات، واللعان فی معنی الحد، ولأبی حنیفہ: (۱) لای معہ لا یقنی البین واحیة المعصوم المقصود، ورواہ ابوالہادی فی کتبہ بصیر کادیا فی الإنکار، (یعنی البین لا یقنی البین) (کتاب الدعوی، باب البین: ۲۱۲/۳)

فائدہ (۶) حد اوسط کا کرا کر:

قیاس اقرار میں حد اوسط کا کرا کر ضروری ہے۔ اگر یہ (معنی) کر رہے ہوں تو کبھی شکل صحیح تہذیب سے لے کر نام نہانی (۵۵۵ھ) "المصنفی" میں فرماتے ہیں:

"واعلم ان فی ہذا السردان مقاصد... وکل وغلغلة تشتعل علی حصرین: مبتداً وخبر، المبتداً محکوم علیہ والخبر حکم، ویکنون مجموع اجزاء البہان اربعة امور: الاول اسراء احدی الذکر فی الغلغلة، ليعود الی ثلاثة أجزاء بالصبر وروعة، لایسہ لیسہ اربعة، لم تشتعل الذلغلة فی شیء واحد، ویطل الاخراج یحذف لعل تبدل الشہیة، فاصطلاح علی تسمية الذکر غلغلة"

(ض: ۵۰، وظلہ فی رؤیہ لفظ لیس غلغلة: ۱/ ۶۵)

اگر حد اوسط لفظ کر کر کے معنی کر رہے ہوں تو تہذیب سے لے کر نام نہانی:

مشہور مثال ہے: "لیسہ غلغلة غلغلة، وکل غلغلة صحیح"۔ یہ آئے ہیں کہ "کل غلغلة صحیح"۔ یہ اس لیے غلط ہے کہ حد اوسط کر کر کے، مساقمہ معنی "غلغلة" میں "غلغلة" سے معنی



## ارشاد الطالب

القاضی، قالیہ تہ: (باب ما یدعیہ الرجلان: ۲۲۶/۳)

”ادعی الرجلان أرضاً فی یدہ“ دعوئی ہے۔ اس کی دلیل میں ”لأن البید فیہا غیر متاہدہ“ ضغری ہے۔ ”وما غلب عن علم القاضی، قالیہ تہ:“ گہری ہے۔ حد اور سطر کر کے کے لیے ضغری میں تصرف کریں گے۔ ”لأن البید فیہا غائب“ اور گہری ہے۔ ”وما غلب عن علم القاضی، قالیہ تہ:“ حد اور سطر کر کے کے نتیجہ ”قالیہ تہ:“

گہری میں تصرف کی مثال:

پرایہ میں ہے:

(۱): ”فإن كان مفترداً بالحج بدوی بطیہ الحج **أولاً عبادہ والأعمال**

بالقاضی“ (کتاب الحج، باب الإحرام: ۲۲۷/۱)

مبارت میں ”والأعمال بالنیات“ گہری بخلاف ہے، اصل گہری ”لعبادات بالنیات“ ہے۔ اس کو یقیناً بدو کا بدویرت المشورہ والأعمال بالنیات کہہ دیا گیا۔

(۲): ”وہیکرہ الآخر والحشب: **النیبہ الاحکام النساء والقرع موضع**

النیبہ: ۱۸۳/۱۳“ لایہما لاحکام النساء: ضغری ہے۔ ”والشعر موضع النبی“

گہری ہے۔ حد اور سطر کر کے کے لیے گہری میں قبول کریں گے۔ ”والشعر لیس

موضع الاحکام“ اس تقریر میں یوں ہوگی ضغری: ”لأن الآخر والحشب لاحکام

النساء“ گہری، ”والشعر لیس موضع لاحکام النساء“ نتیجہ ”قالیہ تہ:“ موضع

لآخر والحشب:

(۳): ”وإذا رجع الشہود عن: **الادع الحق ایما**

بیتس بالانقضاض والقاضی لایقضی بکلام متعلق“ (کتاب الرجوع عن

## ارشاد الطالب

نتیجہ ہوگا۔ ”القاضی لایقید فعلہ بشرط السلامة“ (کتاب الحدود: ۴۴/۲)

(۲): ”لو لم یقضی لم یطهر؛ لأنه لیس بین العین والدماغ **مستطاب**

والداخل من **المسام** لایسافی“ (۷/۱) ”لم یطهر“ دعوئی ہے۔ اس کی دلیل میں

”لأنه لیس بین العین والدماغ منفی“ ضغری ہے۔ ”والداخل من المسام لایسافی“

گہری ہے۔ حد اور سطر کر کے کے لیے ضغری میں تصرف کریں گے۔ ”لأنه [الداخل

داخل من المسام]“ اس تقریر میں یوں ہوگی، ضغری ”لأنه داخل من المسام“

گہری: ”والداخل من المسام لایسافی الصوم“ نتیجہ ”قالیہ تہ:“ داخل من الصوم“

(کتاب الصوم: ۴۴/۱)

(۳): ”وإذا عدم الوصفان: الحسن والمعنی المضموم الیہ:۔۔۔۔۔ إلا أنه إذا

أسلم القود فی الزعفران ونحوه يجوز، وإن جمعهما الوزان **لاشتقان**

سنة الوزن:۔۔۔۔۔ فإذا **حکما** فیہ صورة ومعنی وحکما، لم یجمعهما القدر

من کل وجه یقتزل الشبهة فیہ الی شبهة الشبهة: (باب الزعفران: ۷۹/۳)

”إذا أسلم القود فی الزعفران ونحوه، يجوز“ دعوئی ہے۔ اس کی دلیل میں

”لأنه لا یشتقان فی صفة الوزن“ ضغری ہے۔ ”فإذا اشتقافاً صورة ومعنی و

حکماً“ گہری ہے۔ حد اور سطر کر کے کے لیے ضغری میں تصرف کریں گے۔ ”لأنه

ضغری ہوگا“ لایہما یختلفان صورة ومعنی وحکماً“ اور گہری ”فإذا اشتقافاً فیہ

صورة ومعنی وحکماً، لم یجمعهما القدر“ حد اور سطر کر کے کے نتیجہ ”قالیہ تہ:“

نحوه، لم یجمعهما القدر“ ہوگا۔

(۴): ”فإن إذا ادعی الرجلان أرضاً فی یدہ، لم یقضی انیاف فی ید واحد

منہما۔۔۔۔۔ **لأن البید فیہا غیر متاہدہ**، نتیجہ احتساب **روما غلب عن علم**

## وسیل کی دوسری قسم: قیاس استثنائی

قیاس استثنائی کا پہلا حصہ قضیہ شرطیہ ہوتا ہے۔ اگر وہ شرطیہ متصل ہے تو ”قیاس استثنائی متصل“ اور اگر قضیہ منفصل ہے تو ”قیاس استثنائی منفصل“ کہلاتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے استثنائی متصل کا نام ”علازم“ رکھا ہے اور متصل کا نام ”تقید“۔ اس کی وجہ یہ کہ متصل کے جز و اہل میں ”لزم“ پایا جاتا ہے اور منفصل کے جز و اہل میں ”علازم“۔ قیاس استثنائی منفصل کا نام ”سرد تقسیم“ رکھتے ہیں۔

(دیکھیے: المسحوق ص ۵۵ تا ۵۸، رد المحتار: ۷۴۲ تا ۷۴۸، مجموعہ رسائل الفقہ: ۱۲۰)

”سبر“ کے معنی ہیں: چانچا اور ”تقسیم“ کا مطلب ہے: اوصاف صالحہ للعلیہ کو

اوصاف غیر صالحہ سے الگ کرنا۔

”السبر عو الاجتنار و التسمیم: ان المجتہد یحصر الأوصاف التي یبرأها

صالحہ، ثم یتامل فیہا، فیطال غیر الصالح، ویستقصی الصالح للعلیہ۔“

(الوجہ فی اصول الفقہ للہد ۷۷، عمدۃ الکریم رحمہ اللہ: ۲۱۵)

”سبر و تقسیم“ کے ذریعے علت مسئلہ معلوم کی جاتی ہے، اس طور پر کہ مختلف اوصاف کو

(جس میں باہم قاعدہ ہوتا ہے) باہمی باہمی جانچا جاتا ہے کہ ان میں سے کون سا مؤثر ثبوتی حکم

الشہادات: ۱۷۳)

”لأن الحق إسمائیت بالقضاء“ ضغری ہے۔ اور ”القاضی لایقضی بکلام منسلف“ گمراہی ہے۔ حدیث کو فقط ذکر کرنے کے لیے گمراہی میں قبولی کریں

گے، ”والقضاء لایثبت بکلام منسلف“۔ اب، دلیل کی تقریریں ہوگی، ضغری لکھی

الحق إسمائیت بالقضاء“ اور گمراہی ”والقضاء لایثبت بکلام منسلف“۔ کا نتیجہ

ہوگا ”فالحق لایثبت بکلام منسلف“۔



## ارشاد الطالب

وجازاً "استثناۃ عنہم" اور "استثناۃ لہم" بھی کہہ دیتے ہیں۔

قیاس استثنائی متصل کے پہلے جز میں چونکہ عارض ہوتا ہے اس لیے یہ لازم اور دوسرا لازم ہوتا ہے اس لیے درج بالا دوسروں میں سے پہلی "المسلوم بسلوم وجود اللانوم" اور دوسری "انشاء اللانوم بسلوم انشاء اللانوم" کے تحت تنجید قی ہے۔

الغرض تنجید کا لے کی دوسوئیں ہوتی ہیں،

(۱) استثناء ہمیں مقدم تنجیدیں تالی: لکن الشمس طلعة فالنهار موجود۔

(۲) استثناء تنقیض تالی، تنجید پیش مقدم: لکن السہار لیس بموجود فالشمس

لیست بطالعہ:

پہلی صورت میں ملزم کے وجود سے لازم کے وجود پر اور دوسری صورت میں لازم کی نفی سے ملزم کی نفی پر استدلال ہوتا ہے۔

حضرت شاد ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والاستدلال بالسلالزمہ اور المساقاۃ، مطلقاً، "لو كان البرق واجبا، لم ياذع على الراسحة، لكنه ياذع كذا" و بیانہ بالشرطی، و منه قوله تعالى: "لو كان فيهما الالهة الا الله، لفسدتا"۔

(حجة الله البالغة: ۱/۳۱۲)

قیاس استثنائی متصل کے تنجید یہی کی شرط:

"قیاس استثنائی متصل" کے تنجید دینے کی شرط یہ ہے کہ اس کا جزو اول "متسلل ورسید" ہو۔ اگر اتفاقاً جزو تنجید نہ نکلے گا۔ مگر اگر مقدم و تالی ایک دوسرے کے لازم سادی ہیں، جیسے طلوع شمس و وجود نہار، تو چاروں صورتوں میں تنجید نکلے گا۔ یعنی استثناء میں مقدم تنجید میں تالی یا استثناء تنقیض مقدم تنجید پیش تالی،.... اور استثناء میں تالی تنجید میں مقدم یا استثناء تنقیض تالی تنجید پیش مقدم۔

## ارشاد الطالب

اور علت بننے کے قابل ہے اور کون سا نہیں؟ اس کا سر یہ بیان آگے "مناط حکم" کی بحث میں آ رہا ہے کہ کسی مناط یا مدار حکم نص میں مذکور ہوتا ہے۔ اب سر یہ درجی ترتیبات میں تحقیق ہے یا نہیں؟ اس حقیقت کو جاننا "تحقیق مناط" کہلاتا ہے۔ مثلاً عدوت شریف میں آیا ہے: "من بدل دینہ فاقطعہ"۔ اس پر نو کرنا کوئی گستاخ رسول (مطلی اللہ علیہ وسلم) یا مکر فحتم نبوت یا دوسرے لفظوں میں کافر کا مطلقاً یا عمل کا مکر کا مرکب اس نوع میں داخل ہے یا نہیں؟ یہ "تحقیق مناط" ہے۔

اور کسی مناط حکم نص میں ابصرحت مذکور نہیں، البتہ ایک سے زیادہ اوصاف صالحہ للعلیۃ نص میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے کسی ایک کو بعض اہل حکم کے طور پر منتخب کرنا "تنجیح مناط" ہے۔

اور اگر نص میں وصف صالح للعلیۃ کا ذکر بالکل نہیں (مثلاً وہاں کوئی وصف یا اسم مشتق ہی نہیں کہ لادۃ اشتقاق کو علت بنائیں، اسامہ جلدہ ہیں جیسے: "شایر بریوتہ ستہ") اور خارج سے کسی وصف کو علیۃ کے لیے متعین کرنا ہے تو یہ "تنجیح مناط" ہے۔ "تحقیق" اور "تنجیح" میں حکم نص کی طرف منسوب ہوتا ہے، مجہد کی طرف نہیں۔ یہ دونوں قیاس نفی نہیں، مجہد قیاس نفی "تنجیح" میں ہوتا ہے۔

الغرض ہر دو قسم کے ذریعے علت معلوم کرنے کا عمل "تنجیح مناط" کہلاتا ہے۔ قیاس نفی صرف یہی ہے۔ پہلے دونوں مجہد قیاس نفی نہیں۔ "مکملانی مفعلاً"۔

قیاس استثنائی متصل سے تنجیح تنجید اخذ کرنے کی دوسوئیں میں ہیں۔ اگر استثناء کے بعد مقدم کا اثبات ہے تو تنجید تالی کا اثبات ہوگا اور اگر اس میں تالی کی نفی ہے تو تنجید مقدم کی نفی ہوگا۔ اس کو یوں بھی کہتے ہیں کہ استثناء "مقدم" کا ہو تو تنجید "نہیں" تالی اور اگر استثناء "تنقیض تالی" کا ہو تو تنجید "تنقیض مقدم" آئے گا۔ ان دوسوئوں کو تفصیلاً

## ارشاد الطالب

رضاء“ یہ استثنائے نفیض تالی ہے۔ نتیجہ نفیض مقدم ہوگا، ”فلیست له الحیار۔“

ہدایہ صالح:

”تو لیو وحد بدن القتل او اکثر من نصف البدن..... بحلاف الأقل؛

لآله لیس بیدن ولا ملحق به، فلا تحری فیہ القسامۃ، ولأن **ع** اعتبرناه تشکر

القسامان. (کتاب القسامۃ: ۶/۶۳۷)

”لو اعتبرناه تشکر القسامان“ فقیر شرطیہ متخلوہ و میہ ہے۔ آگے کی عبارت یعنی

”استثنائے نفیض تالی“ مخدوف ہے۔ یعنی: ”لکن القسامۃ لا تحکر۔“ نتیجہ نفیض مقدم ہوگا

”فلا نعثره (آئی الأقل)۔“

قیاس استثنائی مفصل (سہر تسمیم) کی مثال:

(۱) ”تین تبرؤج احنین فی عقد تین، ولا یدری لہما الولی، فرق بہ

و یبہما؛ لأن نکاح اجدھما باطل بفسخ **ع** لا یجوز الی التعمین؛ لعدم الأولویہ، **ع** لا

الی التعمین مع التحفیل، لعدم القادۃ أو للضرورة، **ع** یجوز التفریق۔“

(کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲/۲۰۸)

(۲) ”تومان أقوام الرحلان کتل واحد متہما البیۃ علی رخل، أنه رھہ عبیدہ

الذی فی یدہ وقبضتہ، فہو باطل؛ لأن کل واحد متہما ألت بیۃ أنه رھہ، کل

العبد، **ع** لا یجوز الی القضاء لکل واحد متہما؛ لأن العبد الواحد یستحل أن یرکب

کملہ رھنا لہما و کملہ لذلک فی حالۃ واحد، **ع** لا الی القضاء بکملہ لو احدث بعبہ لعدم

الأولویہ، **ع** لا الی القضاء لکل واحد متہما بالنصف؛ لأنه یؤدی الی الشوع، فتعذر

العمل بھما **ع** یجوز التہاتر۔“

(کتاب الرهن، باب ما یجوز إرتھانہ و الارتھان بہ وما لا یجوز ذلک: ۵۲۶)

## ارشاد الطالب

اگر ”ارزوم سہادی“ نہ ہو، ”ارزوم حکم“ ہو، فقط انکی ردھورتوں میں نتیجہ نکلے گا جو اوپر ذکر

ہوئی اور جن کو مونا صاحب ہدایہ اختیار فرماتے ہیں۔ یعنی استثناء محض مقدم نتیجہ میں تالی یا

استثناء نفیض تالی نتیجہ نفیض مقدم۔ انکی ردھورتوں کو تجسسا و تعلیما ”استثناء محضین“ یا ”استثناء

تھمضین“ کہہ دیتے ہیں۔ ان میں سے ثانی سے استدلال بکثرت ہے، اول سے کم، بلکہ کم

ترہ ذیل میں چاروں ہدایہ سے بالترتیب چار مثالیں ماخذ فرمائیے۔ پہلی نظر ہے کہ صاحب

ہدایہ نے حسب عادت چاروں دلیلوں میں مقدمہ ثابتہ کو ترجیح اڑھان کے لیے مخدوف رکھا

ہے۔

ہدایہ اول:

”و سطر الحصار و الغل مشکوک فیہ، قبل: ”الشک فی طہارتہ، لأن **ع**

کمان طہارتہ، لیکان طہورا،“ (فصل فی الأسار و غیرہ ما: ۱/۴۶۷) لکنۃ لیس

بطہور، فلا یکون طہورا۔

ہدایہ ثانی:

”و إذا صح الوقف خرج من ملک الواقف و لم یدخل فی ملک الموقوف

علیہ، لأنہ **ع** دخل فی ملک الموقوف علیہ لا یتوقف علیہ (آئی لا یصیر) وفقا

تعلیہ،“ (کتاب الوقف: ۲/۶۲۸) ”لکنۃ یتوقف علیہ“ استثنائے نفیض تالی

ہے۔ نتیجہ ہوگا: ”فلا یدخل فی ملک الموقوف۔“ یہ نفیض مقدم ہے۔

ہدایہ ثالث:

”و إذا أوجب أحد المعتق القديس البيع، فلا یمخر بالخیار؛ إن شاء قبل

فی المجلس و إن شاء ردة“..... لأنہ **ع** لم یثبت له خیار، بطرہ حکم العقد

من غیر رضاه،“ (کتاب البیوع: ۲/۲۰) ”لکن حکم العقد لا یلزم من غیر



## ارشاد الطالب

آية لا اله الا الله لعنفته "فترك انهما لم يفسدا العلم به، وكللتك قوله تعالى: "قل  
لو كان معه آية كما يقولون ان لا ينزلوا الي ذي العرش سبلا" لم يذكروا  
الاحمال للخدمة الاولى، وقيل كون للثانية، وقد ترك احدى المقدمات للظن  
على الحصر، وذلك بترك الخدمة التي يعسر اتمائها او ينافرعه الحصر فيها؛  
استغفالا للحصر واستحبابا له، وحشية اذ يصرح بها، فثبتة ضمن حصره  
له نازعة فيها، وعادة الفقهاء اجمال احدى المقدمات، فيقولون في تحريم البيعة:  
السيدة فسكر فكان حراما كالخمر، ولا تنقطع المطالبة عنه، ما لم يرد الى النظم  
الذي ذكرناه، والله اعلم. (روضة الناظر: ١/ ٨٦، ٨٧، بحواله اساس التعلق: ١٢٢)

قرآن شريف سے اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

— فلو لا آية الله من المستحقين، الميثاق في خطبه في يوم يعضون، ولكنه لم يثبت في

خطبه، لأنه كان من المستحقين.]

— فلو كان من عند غير الله، لو جحدوا فيه استلحقا كثيرا، [الكتبهم لم يحدوا فيه

استلحقا يسيرا، فهو من عند الله.]

— لو كان هؤلاء آية، ما وردوا، [الكتبهم وردوا، فليس هؤلاء آية، بل آية]

ان سب مثالیں میں نہیں مل سکتی ہیں، اور نتیجہ نہیں ملتا ہے۔ چونکہ مقدم و ثانی

کا نرم طالب کے نزدیک مسلم ہے اس لیے اس کو حذف کر دیا گیا۔

اب مدائی سے مثالیں دیکھیے۔ وہی کی مثالیں مثالوں میں استثناء کے بعد والا قضیہ

مخروف ہے اور مثالوں میں استثناء نہیں ہے۔ یعنی ثانی کی آئی ہے۔ نتیجہ مقدم کی نفی نکل رہا

ہے جو غور فرمائیں:

مثال (۱): "لو قال: 'تبعكم كما علي انما مانعة فذراع بمادة درهم، كل

## ارشاد الطالب

(۳): "وقول الشافعي في المورس كقولهم، وقال في العسر، يعني يقبض  
الساكن على ملكه، يباع ويوهب، لأنه [الوجه] التي تضمنت الشريك لإعساره، [لا  
إلى السعي، لأن العبد ليس بحاكم ولا راض به، [لا] التي إعناى الكل، للإضرار  
بالساكن، [تضمن مانعة] قلنا: إلى الاستمراء سبيل، لأنه لا يفتقر إلى الحاجة، بل  
يشتري على احساس المالة، فلا يصار إلى الجمع بين القوة الموجهة للمالكية،  
والضعف المطلب لها في شخص واحد."

(كتاب العناق، باب العبد يعني بعضه ٢/ ٤٥٨، ٤٥٩)

(٤): "قال: وكللتك لم يباع عبدا على أن يستخدمة البائع شهرا... لأنه لا

كان لخدمة والسكنى بعد ايلها شيء من العمن يكون اجارة في بيع [لو كان

لا يباع لهما يكون اجارة في بيع [فقد تضمن البيع] أصلى الله عليه وسلم اعن صفقتين في

صفقة"

(باب البيع

العام: ٣/ ٦٠)

قیاس استثنائی کے ایک مقدمے کا حذف:

قیاس اتراہانی کے اجزاء کی طرح قیاس استثنائی کے دوسرے جز کو بھی اکثر حذف کر دیا

جاتا ہے۔ حافظ ابن تدریس حلی (۶۲۰ھ) کہتے ہیں:

"وحيث أصبح الأداة في أقسام العلوم ترجع إلى ما ذكرناه، وحيث تذكروا لا على

هذا السطيم، فهو إما المقصور، وإما إحصال إحدى المقدمات، ثم إحصالها إما

لخصوص حصرها، وهو الغالب في التفهيمات، كقولنا: الغالب: "تدأ بحب رحمتها لأنه

زني وهو محسن" "وزك الخدمة الأولى لا يشترطها، وهي" "وكل من زني وهو

محسن فعليه الرحمة" "وأكثر أدلة القرآن على هذا، قال الله تعالى: "لو كان فيها

## ارشاد الطالب

القضية الكلية بعينه مذكورة في مسائل الفقه، لكن تكون مدرجة تحت هذه المسألة، وهي: "كلما دل القياس على ثبوت كل حكم هذا شأنه، ثبت هذا الحكم، والوجوب والحرمة من جزئيات ذلك الحكم، مكانه قيل: "كلما دل القياس على الوجوب ثبت الوجوب، و"كلما دل القياس على الحواز ثبت الحواز، فالسلازمة التي هي إحدى مقدمي الدليل، تكون من مسائل أصول الفقه بطريق التضمن." (توضيح: ۱۰)

اس کی مثال جیسے ایک مشہور اختلاف ہے کہ خیار شرط مشتری کے لیے ہوتا ہے یا اس کی ملک میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اس میں امام صاحب اور صاحبین، ہم الذی طرف سے جو دلیل بیان کی گئی ہے وہ آتی قبل سے ہے، مثلاً صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اسے لساخرج عن ملک البائع، فلولم بدخل فی ملک المشتري، يكون راتلاً لا لابی مالک، ولا عهد لمان به فی الشرع."

(کتاب البوع، باب خیار الشرط: ۲/۳۰-۳۱)

اس کو فتح کے یوں پڑھیں گے: "الاسه لو لم بدخل فی ملک المشتري، يكون راتلاً لا لابی مالک، ولا عهد لمان به فی الشرع." اس میں "ولا عهد لمان به فی الشرع" فقہ حلی کی طرف اشارہ ہے، یعنی "تسكن الزوال لا لابی مالک لیس بمعہودی فی الشرع." نتیجہ فقہی مقدم ہوگا "لقد حل السبع فی ملک المشتري."

اسی طرح امام صاحب رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے "لما لم يصرح الدين عن ملكه، فلو قلنا بأنه بدخل السبع فی ملكه، لا جماع الدلائل فی ملك رجل واحد... ولا أصل له فی الشرع."

## ارشاد الطالب

دراغ بملزم، فوجدنا ناقصة، فالمشتري بالخيار: إن شاء أخذاً بحصتها من الثمن، وإن شاء ترك..... **لأنه لو أخذه بكل الثمن، لم يمكن أخذاً لكل بدرهم.**

(کتاب البوع: ۲۲/۳)

اگر مقدمہ مذکور ہے: "لكنه قد عقد على أنه يأخذ كل دراع بدرهم، فلا يأخذه بكل الثمن."

مثال (۲): "ولا تفسط الشفعة بتأخير هذا الطلب..... وقال محمد: "إن تركها شهراً بعد الإيجاب، بطلت....." وجه قول محمد: **أنه لو لم يفسط بتأخير**

**الخصومة أخذاً بضرورة المشتري، لأنه لا يمكنه التصرف بخلافه ففسط من جهة الشفعة، فقدرناه بالشهر.** (کتاب الشفعة: ۴/۳۹)

آگے کا مقدمہ یوں ہے: "لكنه لا ضرر ولا ضرار في الإسلام، ففسط (حق الشفعة) بتأخير الخصومة."

مثال (۳): "وإن ترك الدائع التسمية عدلاً، فالديحة مئة لآخر كل، وإن تركها تاسية، أكمل....." وقال الشافعي: "أكمل في الوجهين." **لأن**

**الصفة ولو كانت شرطاً للمحال، لما فسقطت، وعلم السلفاء، كتابها في باب الصلاة، كتاب الديافع: ۵/۲۵**

استثنائی تفسیر اور نتیجہ یہ ہے: "لكنها لا تسقط بملزم السلفاء، فلا تكون شرطاً للمحل."

قیاس استثنائی کے مقدمات کا لفظاً وکری نہیں: کبھی استثناء کے باوجود کامل عمدت نہیں ہوتا۔ اس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے، یا اسے قیاس بیان کیا جاتا ہے، انقطاعاً۔ تو اسلم آئے ہو سکتے ہیں کہ ان کو نہ ہو



## دلیل کی تیسری قسم: تمثیل

تمثیل کو فقہائے کرام قیاس سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:  
”نقل الحكم من الأصل إلى الفرع اقلية جامعة“ قرآن شریف سے اس کی مثال یہ آیت کریمہ ہے:

”إن مثل عبسى عند الله كمثل اعم، خلقه من تراب، ثم قال له: كن!“  
فكوب“ (ال عمران: ۵۹)

اس میں حضرت آدم علیہ السلام مشہد یہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشہد ہیں۔ علت مشترکہ حکم خداوندی سے پیدا ہونا اور حکم مشترک بندہ ہونا، اللہ تعالیٰ کا ہے۔

حدیث شریف سے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”و منه قوله عليه السلام: "أزيت لو كان علي أهلك دوني، فضيحه عنه، أكان بحزري عنه؟" فقال: "نعم." فقال: "فما حجب عنه؟" (رحمة الله

بالعقد: ۱/۳۱۲)

مکمل حج ”مفتیں“ یوں ”مفتیں علیہ“ اور حبیبی اللہ کی اور انگلی سے اس کا موازنہ آجائے عظمت جامعہ اور نسب کی طرف سے اور انگلی کا جزا ”حکم جائے“ ہے۔

اس کی ”مفتیں یوں کریں گے“ لہٰذا حمل السبع فی ملک المشری، لا جمیع البدلان فی ملک واحد، اشتہاء یقتضی ہائی یوں ہوگا: ”لکن احتساع البدلین فی ملک واحد، لا أصل له فی الشرع.“ نتیجہ نقیض مقدم ہوگا: ”تلا بد عمل السبع فی ملک المشری.“

## قیاس اشتہائی میں حرف اشتہاء ہونا ضروری نہیں:

قیاس اشتہائی کی چوتھیہ اگرچہ یہ ہے کہ اس میں ”حرف اشتہاء“ (لکن) ہوتا ہے جو اشتہاء منقطع کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن اس میں ”حرف اشتہاء“ کا وجود ضروری نہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے اور بطور مثال یہ قیاس پیش کیا ہے: ”إن كانت عدة الصلاة صحيحة فالعصلي متطور، ومعلوم أن هذه الصلاة صحيحة، فيلزم أن يكون المعصلي متطوراً“ (المستصفی: ۵۲)

فائدہ سابقہ کے تحت دی گئی دونوں دلیلوں میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ حرف اشتہاء موجود نہیں۔

چیز کے الگ نام ہیں۔ لہذا اس طرح کی مہارت میں جہاں ایک سے زیادہ پہلو ملنا چاہئے، اس کا احتمال، اور اس کو اختیار کر کے اقتضائی بنائے اور شکل کے متخذا ت ترتیب دے کر لکھائے یا تیش عرض کر کے اکاں اب بیان کرے۔ ”اس کی دلچسپہ و جہہ“ ہو مونیہ۔ ”مزید تفصیل آگے آئی ہے۔“

مثال (٢) - وإذا اختلف المولى والمكاتب في مال الكتابة، لم يتحالفا عند أبي حنيفة، وقالوا: يتحالفان ونفسح الكتابة، وهو قول الشافعي؛ لأنه عند معاوية يقبل التسريح، **عند البيع** **والتسريح** أن المولى يدعي بدلا زائدا يذكره العبد، والعبد يدعي استحراق العتق عليه عند أداء القسر الذي يكره، والمولى يذكره، فيتحالفان، كما إذا اختلفا في الثمن. "

(كتاب الدعوي، باب التحالف: ٢١٥/٣)

یہاں مسیحین اور امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل از قبیلہ یہ ہے اور اگر کان اربعہ پورے کے پورے مذکور ہیں۔ ”تعلیق اس کی بہت نکلیں، پہنچ، نکلیں میں ملکیت جا میں مزارت میں مذکور ہے اور حکم مخالف ہے۔“

فائدہ: اولاً تفسیر کی عرض:

تمثیل کے لیے صاحبِ برائے نامی ”کشمکش“ استعمال کرتے ہیں۔ یہی ”صحنہ کش“ اور ”کشمکش“ تہنوں کی مثالیں دیکھئے :

۱۔ حروف ثقیبہ کاف، گدا، گدالک، مغل

کھانہ کی مثال، "وقال المصنفی: یقع بها (ای بالکلمات) وسمی؛ لأن الواقع بها طلاق، والطلاق معقب للرجعة كالصريح." (کتاب الطلاق، باب یقع به الطلاق: ۲)

تمثیل میں چار اراکان ہوتے ہیں: رئیس، مجلسِ علیہ، علیہ مشترکہ اور حکم۔ ہدایہ میں چاروں کا کھٹے ذکر کم ہے، البتہ بنیادی دوا جزا (مفتیس و مفتیس) کبیر حال ذکر ہوتے ہیں۔ ذیل کی مثالوں میں ارکانِ ارکھس یا کھسے جارہے ہیں:

مثال (١): "والذي للمسك زئبد العقل، فيكون حراماً قليله و كثيره."

مکالمہ (۳۸۶/۳: ۳۸۷: ۳۸۸)

یہاں "تسکیر" "تقیس"، "خسر"، "تقیس علیہ" "علیت" "جامعہ" "فساد عقل" اور "کرم

مثال (٢): "و لا يسي يسوف في الخلافة الأخرى: أن **اللعين** في باب

الزمن: ٥٥٦/٤  
 البيع، و **باعت** يستعس: الانسحاق بأصل العقد، للحاجة والإمكان، (كتاب  
 الزمن، **باعت** في البيع، والزمن كالمضمون، فتعوز الزيادة فيها كما في  
 الزمن: ٥٥٦/٤)

دلائل عقلیہ کی تینوں اقسام میں قدر مشترک :

سوال: عبارت بالا کے شروع میں 'امام علیہ السلام' اور 'مفسرین' میں یہ قیاس التقرانی کی علامت ہیں جبکہ ختمیہ 'کاف تفسیر' ہے جو چشملی قیاس ائمہ کی علامت ہے۔ اب اس طرح کی سادہ و سادہ قیاس ائمہ کی علامت کاغذ کیا ہے؟

جواب: آگے تفصیل سے آ رہا ہے کہ اکل عقلیہ ثابت (اقتزائی، استثنائی، تمثیل) کا مادہ اصلی اور عناصر جو یہ در حقیقت ایک ہوتے ہیں۔ اس لیے ان میں سے کسی بھی ایک کو آسانی سے دوسرے کی طرف پھیرا جاسکتا ہے۔ مثلاً جو چیز اقتزائی میں "حد واسطہ" ہے، وہی استثنائی میں "ملزوم" اور تمثیل میں "علت مشترک" ہے۔ علیٰ حد القیاس اقتزائی کا آسانی،



## ارشاد الطالب

معتبرة فی حق احکام الدنیا، **مثلاً**، نہ تھا جھٹلایا، **مثلاً** قتل المولوی ائمہ، لاکہ  
باعتبر فی احکام الدنیا حتی تحب الکفر، "کتاب الکناح، باب نکاح الرقیق،

(۳۴۲/۳)

یا لفظ "شہ" کے مشتقات، جیسے: فاشہ یا ضاہہ بکاد ائیرہ، مثال:

— "وإذا شهدوا علی رجل بالزنا، وقالوا: نعمتد ما النظر، قبلت شهادتهم؟

لاکہ یناح النظر لهم ضرورة تحمل الشهادة، **مثلاً** الطیب والقالله، "کتاب

الحدود، باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنہا: ۵۲۶/۲)

— درج ذیل عبارت میں دو لکھیں ہیں۔ پہلی میں "انیسہ" اور دوسری میں "شبابہ

۳۴۳ شامل ہوا ہے:

"ومن باع أرضاً، دخل ما فيها من النخل والشجر وإن لم يستع، .....؟

لاکہ متصل بہ للقرار، **مثلاً** البناء، ولا يدخل الزرع فی بیع الأرض إلا بالتسمیة، لاکہ

متصل بہ للصل، **مثلاً** المذاع الذي فيه، "کتاب البیع، ۲۵/۳)

۳- اسلوب تشبیہ یعنی فہو بمعنی کذا، فی معنی ذلک، فہو بمنزلہ کذا،

الحقہ بکذا، الحق بکذا،

فی معنی کذا کی مثال:

"وإذا وطئ المولوی حاریرة مکاتبہ فجماعت ہولید، فإن ادعاه، فإن صدقہ

المکاتب، ثبت نسب الولد منه، .....، وعلیہ عقرها وفیمہ ولدها، **مثلاً**

فی معنی المورور، "۴۷۶/۲)

بمنزلہ کذا کی مثال:

مثال (۱۱) تمساع وجد رکا، اذ فہو للذی وجدہ، و فہو للمحسن، "معادہ، وجد

## ارشاد الطالب

یہاں طلاق نایہ کلماتی صریح کے ساتھ حرف کاف کے ذریعے تشبیہ سے قرین کیا گیا  
ہے۔ عدت مشترکہ دونوں سے نکاح کا رکن ہونا "اوکم طلاق کا رکن ہونا" ہے۔

۲- صحیح تشبیہ یعنی مادہ "الإحصار" کے مشتقات، جیسے: اعتصار، آکصا،  
ہو یعصرہ بکاد، وغیرہ، مثال:

— "لما الما فحول لہ، فلا محوز لہ شیء من ذلک عند لہی حیثیة ومحمد

رحمہما اللہ، وقال أبو یوسف رحمہ اللہ: لہ أن یزوج أمہ، ..... ہو فاسہ علی

المکاتب، واعتبرہ بالإحصار،

غایہ میں ہے:

"وقاسہ واعتبرہ منزادان، "عناہ علی فتح القدر: ۱۱۳/۸)

— "والبیدی لا یدبح إلا بکلمہ، وبحوزہ لإطعام فی غیرہا، حرلاً للشافعی،

ہو **مثلاً** بالہندی، **مثلاً** التوسعة علی سکان الحرم، (کتاب الحج، باب

الاحیاء: ۱/۲۸۰)

یہاں "ہو یعصرہ بالہندی" قیاس ہے اور "والمجامع" علت مشترکہ بیان ہے۔

— "وإن فطس أقل من عضو، فملیہ الصدقة لقصور الحیاة، وقال

محمد: یحب یفدہ من الدم، **مثلاً** لجزء بالکل، وغی المتنتی: اہ إذا فطس

ربع العضو فعلیہ دہ، **مثلاً** بالحق، ونحن نذكر **مثلاً** ینہما من بعد إن شاء

اللہ، "کتاب الحج، باب الاحیاء: ۱/۶۲۲)

— "وإن فطس حرة نفسها قبل أن یدخل بها زوجها، فلہا الصبر، خلا قالو

رحمہ اللہ، ہو **مثلاً** بباردہ، وینقل المولوی ائمہ، و **مثلاً** ایس المقس والمقس

علیہا، [مس اہ منع اللیل قبل التسلیم] ولنا: أن حیاة المرأة علی نفسه غیر

## ارشاد الطالب

”إذا مَرَّ علي العاشر بسالٍ فقال: أصبته منذ شهر أو علي دينٍ وحلف،

صدق، **كتاب** إذا قال: أدقها إلى عاشر آخر.“ (كتاب الزكاة، باب من سمر علي

العاشر: ١١٦٦/١)

یہاں کذا کا لفظ سیاق و سباق میں بیان حکم کے لیے ہے، اس لیے ارکان اربعہ کی تین

عہد ہے۔

اس عبارت میں اعتبار دو بار آیا ہے اور دونوں مرتبہ قیاس کے لیے نہیں ہے۔ فقہی

مفتی میں ہے:

”وقال محمد: إن أدرك مع الإمام أكثر الركعة الثانية، نبي عليها الجمعة،

وإن أدرك أولها نسي، عليها الظهر، لأنه جمعة من وجه، ظهر من وجه، لقوات

بعض الشرائط في حقه، فوصل إلى ما؛ **كتاب** للظهر، ويقعد لا محالة علي رأس

الر كعتين **كتاب** للجمعة.“ (باب الجمعة: ١٧٠/١)

قیاس اور دلالت انہیں میں فرق:

هو فی معنی کذا اور الحنفیہ بکذا کی اصطلاح قیاس کی بجائے ”دلالة

انص“ کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس صورت میں ارکان اربعہ کو ملحق ملحق بہ، طاعت

جائز اور مکرم کہیں گے۔ قیاس اور دلالت انہیں میں قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں میں مطلق کا

حکم عہدہ سکوت پر لگایا جاتا ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ دلالت انہیں میں حکم کے ادراک

کے لیے محض اقت کا حکم کافی ہے اور قیاس میں ملائیت، انتہا، خبروری ہے۔ ”السنة فسي

القبائل تدرك بالاستبصار، وفي دلالة النص تدرك باللعنة، ومن لفظ النص“

دلالت انہیں کو ”مفهوم موافق“، ”مقتضی الخطاب“ اور ”تنبیه الخطاب“ بھی کہا جاتا

ہے۔

## ارشاد الطالب

في أرض لا مالك لها، لأنه عبية **كتاب** للعب و القضة، والله أعلم.

(كتاب الزكاة، باب في المعدن والر كا: ١/٢٠١)

اس عبارت میں جو ”معدن“ کا لفظ آیا ہے یہ اداۃ تخریر کے طور پر ہے اور یہاں ”تعبید

مطلق“ کا تادمہ دے رہا ہے۔ یہ قیاس کے لیے نہیں ہے۔ فافہم

مثال (٢): ”وإن وجد ما أكثر من الدراع الذي سناه، فهو للمستوي، ولا

خيار للبايع، لأنه صفة، فكان **كتاب** ما إذا باعه معباً، فإذا هو سليم“

(كتاب البيع: ٢/٢٣)

الحقہ بکذا کی مثال:

وجه قول مالك: إن الولاية على الحق باعتبار الحاجة، ولا حاجة.. إلا أن

ولاية الأب ليست نصاً بخلاف القياس، والحال ليس في معناه، **كتاب** لا يلحق باب“

(٣١٦/٢)

تنبیه:

لفظ الاختيار حرف تشبيه اور كسر لاء کذا ہمیشہ تشبیل و قیاس کے لیے نہیں ہوتے بلکہ

سعدی فرماتے ہیں:

تو لك آن نفعول إذا كان الحكم ذلك إذا التفتة، فالطريق الأولى إذا

اختلاف، **كتاب** لاند التشبيه عند الاختلاف“

(كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، حاشية السعدی علی العباة: ٨/٨٣)

جب دلیل کے سیاق میں آئیں گے تو تشبیل کے لیے ہوں گے۔ جب بیان مسئلہ یا

دلائل کے سیاق میں ہوں تو تشبیل کے لیے ہوں گے وہاں ارکان اربعہ موجود ہوں گے۔

ذیل کی عبارت پر فرمائیے:



## ارشاد الطالب

الانصاح عند عدم القناعة تحذراً عن المماطلة في التسخ، فيكون **ما جازاً**۔  
(كتاب البوع، ۳۰/۳)

تقریر میں ہے:

”قولہ: ”و الأصل فيه أن هذا في معنى الشرط الحيار، فيلحق به“

**الانصاح**، والدلالة لا يشترط فيها سوى التساوي، ولهم السلفي بمجرد فهم

الأصل [أي المسامحة به] مع فهم الأصل مع فهم اللغة،... المعبر في الدلالة

الاشترط في **الحيار** الذي يفهمه من فهم اللغة،

(كتاب البوع، باب حيار الشرط: ۳/۵۰۲)

قياس کی دو اہم شرطیں:

۱۔ مقیم مشنوں علیہ نہ ہو۔

۲۔ حکم مقیم علیہ کے ساتھ خاص یا خلاف قیاس نہ ہو۔

حکم کی علت معلوم کرنا:

حکم کی علت کبھی تو مشنوں ہوتی ہے۔ جیسے قلمت السامع سے روز و نولٹنے کی علت اس

حدیث شریف میں بیان ہوئی ہے۔

”كذلك قلمت السامع، إنما الإقطار مما دخل، وليس مما خرج“

(مسند أبي يعلى، ۸/۱۳۶۵)

اور کبھی مشنوں تو نہیں ہوتی، لیکن اسے معلوم کرنا واضح اور آسان ہوتا ہے۔ جیسے

پورے کوروزے کی حالت میں تفصیل کی اجازت اور فوجوں کو نالٹ۔ ذیل کی حدیث

شریف کو دیکھیں، اس میں پانچ حکم ہیں۔ جن کی علت موجود نہیں مگر آسانی سمجھ جاسکتی ہے

اور وہی علت و شاحت سے بتائی گئی ہے:

## ارشاد الطالب

تقریر زادہ نتائج الأفكار، میں فرماتے ہیں:

”ولا محال لإجراء النص العبري وهذا **لا يطابق العاصم**، لأن دلالة النص

كان زاردا في البيع على خلاف القياس، وقد نفرد عندهم أن ما ورد علي خلاف

القياس يختص بمورده، **ولا يطابق دلالة النص**، لأن القسمة ليست في معنى

البيع من كل وجه، إذ فيها معنى الإقرار والمبادلة معاً، كما مر في صدر

كتاب القسمة، والبيع مبادلة محضة ليس فيه معنى الإقرار **لا يطابق**

**الانصاح** بطريق الدلالة من الأولوية أو التساوي، على ما عرف في موضعه،“

(مكتبة فتح القدیر، کتاب الدعوی، باب دعوی فلفظ في القسمة والاستحقاق فيها: ۸/۲۷۲)

پہلے کی اس عبارت کو بین القومین تکرر تکرر کے ساتھ پڑھیے۔ فقہ القدر اور منایہ کے

مطابق اس میں قیاس اور دالہ النص دونوں کا ذکر ہے:

”ولما أن القدية بخلاف **القياس** في الشيخ القاسم [خلا يلحق به قياساً] و القدر

بسبب الروايس في **هذا** [دلالة يلحق به دلالة] لأنه يلحق به بعد فوجيه، والدلالة

وجوب عليه أصلاً، “ (كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة: ۱/۱۲۲)

نیچے دی گئی ہدایہ کی عبارت میں یہ دونوں اصطلاحیں استعمال ہوئی ہیں اور علامہ ابن

الہمام نے تقریر کی ہے کہ یہ دالہ النص ہے قیاس نہیں۔ گویا ثابت ہوا کہ حدیث میں معنی

کلمہ اور کلمہ، یہ کلمہ کی اصطلاحات مشترک ہیں۔ قیاس اور دالہ النص دونوں معنی میں

استعمال ہوتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

– ”و لا اشتري على أنه إن لم ينفذ النص إلى ثلاثة أيام، فلا بيع بينهما،

حجارة، وليس أربعة أيام لا يجوز... فبان نفذ في الثلاث حجار في فوهم

حسبها، والأصل فيه أن هذا **معنى** اشتراط الحجر إذا الحاجة مست إلى

علیت مذکور نہ ہو اور اوصاف اللہ علیہ بھی نہ ہوں) "تخریج مناط" ہے۔

اسی وجہ سے ہی معلوم ہو رہا ہے کہ اول اور ثانی ٹھیکے قیاس نہیں کر سکا کو اسی کا قول کہہ کر رد کر دیا جائے۔ (کیونکہ اول میں علت مخصوص ہے، ثانی میں اوصاف سالک للعلیہ نفس میں موجود ہے) قیاس محض کا مصدر صرف ثالث یعنی "تخرج مناکل" ہے۔

ان تینوں میں سے قوی ترین شخص مناٹج اور محرّج مناٹج۔ اب ان کی تفصیلی تعریف اور مثالیں دیکھیں:

۱۔ تحقیق مناظر:

تحقیق میں مانا کا معنی ہے۔ ”معرفۃ العلة المنصوصہ فی غیر الصور المنصوصہ“ یا ”البحث عن وجود علة الأصل المنصوصہ فی الفرع“ یا ”السطر فی تحقیق العلة... الثانية بالنسب أو الإحصاء فی واقعة غیر التي ورد فیہا النص“۔ لیکن حکم کی علت نص یا اجراء سے معلوم ہو پھر مجتہد کو کر کے اس نوع کے دیگر افراد میں یہ حکم جاری کرے، مثلاً ان دو آیت کو دیکھئے:

١٤٥ - "الوالمع مختبرا فابعد حسن" (الانعام: ١٤٥)

”وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِاسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ“ (الأنعام: ١٢١)

یہی آیت میں یہ دونوں علمیں (رحمت و عشق) جمع ہو گئی ہیں: "وَلَسَوْفَ يَجْعَلُونَ لِزَيْنَبٍ أَهْلًا"

«بعض أو فسفا أهل غير الله به.» (الأنعام: ١٤٥)

ذیل کا دوا حارث کو بھی دیکھیے۔ ان میں بھی کھجور کا آستر رکائی جاتی ہے۔

”إنما أريد لكم من الطوائف عليكم والطوائف“

(2A/1542.01)

”إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهي أن تزوج المرأة على العمة و-

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما، روى، قال: "خبروا الآتية،

والوكو الأسقية، وأحيطوا الأبواب، واكتفوا صياليكم عند العشاء، فإن للمصطفى الشنار، وأطفا عروا المصاييح عند الرقاد، فإن التوسقة رسما احترمت القطة، فأحرر أهل البيت: " (صحيح البخاري، رقم الحديث: ٣٣١٦)

اور کبھی مضموس ہوتی ہے، نہ بدینی۔ البتہ اس کی طرف اشارہ مل جاتا ہے۔ مثلاً انص  
میں کوئی ایسا مصنف ہو جو صالح للعلیہ ہو یا شقی الخلفہ ہو جس کے مائدہ اشتقاقی کو ملت بنایا جا  
سکے۔

اور یہی ایسا ہوتا ہے کہ غلط فہم فہموں سے، نہ جو کہیں، نہ اس کی طرف کوئی اشارہ ہے۔

ایسی صورت میں حضرات مجتہدین غور و فکر کے خارج سے اس کی علت متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہے۔ اس کی مناسبت سے علم اصول کی تین اصطلاحات ”تحقیقی مناظر“، ”متفحیح مناظر“ اور ”علم کی مناسبت سے علم اصول کی تین اصطلاحات“ مناظر کا معلوم کرنا کہاجاتا

”خارج منلاً“ معروف ہیں۔

ان تہیوں میں جو حصہ یہ ہے کہ علت مخصوص ہوگی یا غیر مخصوص؟ غیر مخصوص ہو تو وہ اوصاف جو علت شے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان میں جو موجود ہوں گے یا خارج ہیں ان کا

سید کا حاتم؟

اول (یعنی جب علالت منصوص یا منتقل علیہ ہو اور کور کیا جانے کے بغیر منصوص میں یہی علالت نہ درج ہوئے؟) ”تقصیق مناسط“ ہے۔

اللہ میں سے کسی ایک کو غائب کے طور پر یقین کا سامنے) ”شیخ مناظر“ اور ٹارلٹ (یعنی جس مثال میں جب غائب مضمون نہ ہو، لیکن اوصاف صالحہ للعلیہ نص میں موجود ہوں، مثال) جب غائب مضمون نہ ہو، لیکن اوصاف صالحہ للعلیہ نص میں موجود ہوں،



## ارشاد الطالب

ہوگا۔ نیز جس طرح بیوی سے جماع کی وجہ سے کفارہ ہے، باندی سے بھی ہوگا اور جس طرح زانیہ کفارہ ہے، عیانی الدرب کی وجہ سے بھی ہوگا۔

امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجوب کفارہ کی علت "رضضان میں جماع کا پایا جانا" ہے، بانی اوصاف ملتئی ہیں۔ مثلاً مرزا کا ایرانی ہونا عورت کا بیوی ہونا، ملک عرب میں ہونا وغیرہ۔ ان حضرات کے نزدیک رضضان میں اکل و خرب کی وجہ سے کفارہ واجب نہ ہوگا۔ گویا جنسی اختیار کردہ یہ علت رب کی علت کی طرح اتم و اتمل ہے۔ اور یہ آپ جانتے ہیں کہ علت جتنی اتم ہوگی اتنی ہی اختیار پر عمل ہوگا۔

## ۳- تخریج المناط:

"استیاط العلة غیر المنصوص علیہا أو غیر المجمع علیہا۔" یعنی شارع نے نفع میں "اوصاف، محصلة النائیو" کو بیان نہیں کیا۔ اب مجتہد شارع سے "وصف مؤخر" کا تعین کرتا ہے تاکہ مسائل غیر منصوصہ کے حکم کا استخراج کیا جاسکے، جیسے اشیائے ستر والی حدیث کہ اس میں علت منصوص ہے نہ اوصاف مؤخرہ جس میں مذکور ہیں۔ تمام الفاظ ۱۰، جامدہ کے جمیل سے ہیں۔ کوئی اسم مشتق ہے ہی نہیں کہ مادہ اشتقاق تک رسائی حاصل کر کے علت بنائے پر غور کیا جائے۔ مجتہدین نے شارع سے غور کر کے صالح للعلیہ اوصاف کا استخراج کیا ہے کہ قدر مع الحسن ہے یا طعم و شمیمیت یا اقیات و ادحار کما ہو مفصل فی کتب الاصول۔

امام ابوہریرہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "اسباب اختلاف صحابہ" بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "و منہا اختلافہم فی علة الحكم، مثلاً، القیام للحجۃ، فقال قائل: "لعمریہ المسلمک، فیعمم المؤمن و الکافر۔" و قال قائل: "لیقول الموت، فیعممہما۔" و قال الحسن بن علی رضی اللہ عنہما: "مر علی رسول اللہ صلی

## ارشاد الطالب

الحائہ و قال: "انکم ان فعلتم ذلك، قطعتم آرجاسکم۔" (المعجم الكبير: ۱۱: ۲۳۷)

- عن عبد الله بن رضى الله عنه - لعن الله الذین ماتوا بالیمنات و المستویات، و المتقلبات و المتقلبات الخس، المتقورات خلق الله. (صحیح البخاری، باب المستویات: ۵۹۴۸)

"قطع يد سارق" کی علت "سرقہ" ہے۔ یہ علت منصوص ہے۔ اب یہ دیکھا کہ یہ علت "طرز یا نمائش" میں ہے یا نہیں؟ تحقیق مناط ہے۔ پس منصوص میں وجوب علت قطعی ہوگا اور غیر منصوص میں قطعی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ شریعت کا کوئی حکم کسی نوع کے خاص فرد پر وارد ہوا حکم اس نوع کی دوسری جزئیات میں جاری کرنا یہ "تفہی مناط" ہے۔ جیسے کہ مرتد کو جب عقل اٹل جاتا، کسی مدعی بوقت کا ذکر کرنا، کسی ذرا شیدہ مہمود کے پجاری کو مشرک یا تو ایجا شیدہ آکر سوسیقی کے دلدادہ کو فاکٹن کہلا دینا وغیرہ۔

## ۲- متع مناط:

تتبع کا معنی ہے تہذیب و تعمیس اور مناط "مدار حکم" کو کہتے ہیں۔ اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: "تہذیب العلة و حلیہا عتدا علی علقہا من الاوصاف التي لا تدخل فی العلة۔" یعنی نص میں موجود اوصاف متعہدہ میں سے وصف مؤخر کو اوصاف رانکہ سے جدا کر کے علیہ کے لیے متعین کرنا، جیسے:

"احادیث الأعراسی الذی واقع اهلہ فی عمار و مضان۔" امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفارہ کی مناط و علت "الانطمار فی عمار و مضان عتدا" ہے۔ باقی امور مثلاً اپنی بیوی سے جماع کرنا، بلی میں یا باران کرنا، غیرہ ذکر نہیں۔ ان کو علت بننے میں دخل نہیں۔ البتہ رضوان شریف کے روزے میں جان بوجھ کر کھانے پینے کی وجہ سے بھی کفارہ

## ارشاد الطالب

مناظرہ کا نام کی معرفت قس فقی کی اہم بحث ہے۔ ملامت ابن البرہان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”و من لم يندق نظره في مسائل الاحكام وحكمها، فهو خطا۔“

(فتح القدیر: ۳/۳۲۰)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”لو فرض لبعض الصبيان المراءفين عقل جيد لا يعتبر لأن **العلماء** صار

السلوع بما لا تحصى طبع، قد علمت به الحكم، وكون البعض له ذلك، لا يفسد الفقه

باعتبار، لأنه **العلماء** بالخطا كما في الكافي“ (۳/۳۴۴)

ہر ایک کی شرح میں وہ باجائز مناظرہ کا تذکرہ کرتے ہیں: ”و مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

”توجه الظاهر أن **العلماء** طرقت السوءية، وليس ذلك في الواصل من

الساكن، بل إلى السعادة، وذلك من الأعمى فقط، والإفطار في الإحليل عطية

مباصل إلى السعادة، فلا ينفذ به الضمى“ (فتح القدیر: ۳/۳۱۶)

”توضیح نقول: **العلماء** ينفذوا إكساجه عليه ملاکہ لہ المستحسن، لسککہ میں

إصلاحه، و دفع أسباب الهلاك، و التقصان عنه، و هي قربة وجه ذلك؛ لأنه طريق

تحسينه عن الرضا الذي هو طريق الهلاك أو التقصان به أو في ماله لبعده، وأما

جعل **العلماء** ممتلكين له النكاح، وأنها عملة مساوية ينبغي بالتدانيها الحكم،

فباطل؛ لأنها مستغنية **عن** البروج، فمستلک مساوية له النكاح من زوجته،

ولا يملك تملكه، **باعتبار** بالدولي لأصله من من ليس، و يملك فروجهما“

(فتح القدیر: ۳/۳۷۰)

تحقیق مناظر کی چند مثالیں:

”ولا تقربوا الرضا، لأنه كمال فاحشة، و ساء سيلا“ (نہی اسرائیل: ۳۲)

## ارشاد الطالب

اللہ علیہ وسلم بحضرة نبوة دنی، فقام لهما كراهية أن يعلو فوق رأسه، فيخص

الكافر“ (رحمة اللہ الباقی: ۱/۳۲۶)

علامہ الزمخشری صاحب رح اللہ نے فرمایا ہے: ”اتمتق مناظر اور شیخ مناظر دونوں قیاس

فقی نہیں ہیں، قیاس صرف تخریج مناظر میں ہوتا ہے۔“

(فیض الباری: ۵/۷۰، و منہ فی المدخل الی مذهب الإمام احمد: ۱۴۲، ۱۴۳)

”قَالَ الشيخ عبد الله دار في حاشية السورافات: ”قال في النهاية:

”تحقيق المسألة هو تحقيق العلة المقتضية عليها في الفرع، أي إقامة الدليل على

وجودها فيه، كما إذا اتفقا على أن العلة في الرأعي القوت، ولم يختلفا في

وجودها في الثمن، حتى يكون ردوا،... إنه لا يندرج فيما يستلزم قياسا، بل هو

مجرد تطبيق الكلّي على جزئياته“ (حاشية السورافات: ۷/۶۷)

یہیچے قیاس اشتقاقی کی بحث میں گذر چکا ہے کہ ”تقسیم“ کے ذریعے علت معلوم

کرنے کا عمل ”تخریج مناظر“ کہلاتا ہے۔ ”تحقیق“ اور ”تشیع“ میں حکم نص کی طرف مشرب

ہوتا ہے، مجتہد کی طرف نہیں۔ یہ دونوں قیاس فقی نہیں، بل محض قیاس فقی ”تخریج“ میں ہوتا

ہے۔ بقید دونوں محض قیاس فقی نہیں۔ لہذا انہیں فعل مجتہد یا حتی کا قول کہہ کر رو نہیں کیا

جاسکتا۔ جب یہ ہے کہ قیاس میں دو چیزیں ہوتی ہیں: استخراج علت اور قعد یہ حکم۔ ان

میں سے اول اصل ہے اور ثانی فرع۔ پہلے دو میں اسراول خود شارع نے انجام دیا ہے۔

پہلے میں کل بعد دوسرے میں میں اکثر الوجود۔ مجتہد نے صرف قعد یہ یقین کا عمل انجام دیا

ہے۔ استخراج و قعد یہ دونوں مجتہد کرے، یہ صرف تفسیری قسم (تخریج مناظر) میں ہوتا ہے۔

پہلے دونوں میں حکم کتاب، سنت یا جماع کی طرف مشرب ہوگا، جہاں ماو حکم صراحتاً

واللہ یا ان کیا گیا ہو۔



صالح للعلیہ ہیں:

”فمن كان منكم مريضاً، أو على سفر، فعدة من أيام أخر.“

(المقالة: ١٨٤)

”فيم كان منكم مريضاً أو به أذى من رأسه، ففدية من صيام أو صدقة

أو نسك. (البقرة: ١٩٦)

“ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”لا تصابوا النار حتى

تَرْجُو؟ قَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا تَرْجُو؟ قَالَ: «تَحْمَرُّ أَوْ تَصْفُرُ. أَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعَ

اللَّهُ الثَّوَرَةُ بِنِ يَسْتَحِلُّ أَحَدَكُمْ مَالِ أَخِيهِ ۝

(شرح معانی الآثار، باب بیع الفمار قبل أن تستأجر: ۲۴/۴)

مخرج مناط کی چند مثالیں:

۱- "عن ابن ابی اوفی قال: "سواء منادی النبی صلی الله علیه و سلم،

”لَا تَأْكُلْهُ أَبَدًا، لِحُجْمِ الْحَمِيمِ شَيْئًا، وَأَمْرٌ قَدْ هَدَا“، قَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: ”فَصَحَّحْنَا أَنَّهُ

انما نه عنہا  
الحال  
و قال رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم: "نہی عنہا البدا  
کذا

كاتب التاريخ العباسي: "صحيح البخاري، بالمطب غزوة خيرة: (٦٠٧/٢)

مخاکرات مرضی اللہ عنہما۔ جمعین میں ”مناطک“ سے ”مخلاق“ بحث چلی کہ وہ کیا ہے؟ حیرانہ

حرمت عارضی کا سب سے بڑا دامن کا؟ بخاری شریف میں ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی

روایت میرزا غلام محمد تبار گسااور بھی کہ وہ انکی ہے، عارضی نہیں: "قنادی منادی

عن أبي عبد الله عليه السلام قال: من أحب الله أحب الله وأهله وأحب الله وأهله أحب الله وأهله.

(٧٠٨/٢٠٥١١٦)

۲۔ ”حضرت ابراہیمؑ کا رشتی اللہ عزوجل نے جس نبیؐ کو پہنچا دیا، اللہ تعالیٰ کی

ولا تفكر ما تكلم آباؤكم من النساء..... إنه كان فاحشة و

(P.P. Schmitt) "Xenopus" plus "glucose"

ذیل کی چند مثالوں کو بھی ذاکن میں رکھیے:

۱۔ جن آیات میں جولوگوں کی مذمت ہے، ان سے کسی انسان، جن، فرشتے یا

دیوبند کی خواہش یا ان سے استفادہ اور خدمت پر استعداد قیاس نہیں بلکہ ”تحقیق مناد“

ہے، کیونکہ یہ بتوں کی عمارت اس لئے متحرک نہیں کہ وہ پتھر یا لوہے کے ہیں، بلکہ غیر اللہ ہونے

کی وجہ سے، البتہ اخذِ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت ہو، شرک ہے۔۔

۲۔ جو حکمران اس کا اب، اسود غشی اور ان کی است کا تھا، وہی حکمران قادوسی اور اس

کی امت کا ہے۔ یہ قاس نہیں بلکہ ”تقصیق مناعط“ ہے۔ دونوں جھوٹے ہی اس اور دونوں کو

سچا ماننے والا۔ کردار اور اسلام سے خارج ہیں۔ معاملہ مکمل صحاف سے۔ ملت نکال کر قیاس

کرنے کا قطعاً حاجت نہیں۔

۳۔ شریعت نے منہ ہدٰی اور یقیین ہدٰی علیہ السلام سے۔ اب ہدٰی اور یقیین علیہ السلام کا

فرق نہیں تھا، ”تفکیق مناط“ ہے۔ تیمم میں ارشاد میدا ہو گیا، اما حال سہا سہت ہے؟ لغزیر کے رونا۔

مستحکم ہو گیا تا حال فسادِ مروت ہے اگر اس پر غور کیا جائے

نظامیہ کے سربراہان کی طرف سے

کہ: "میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں"۔

منه و من غيرهما

1. *Chrysomelidae*  
 2. *Chrysomelidae*  
 3. *Chrysomelidae*  
 4. *Chrysomelidae*  
 5. *Chrysomelidae*  
 6. *Chrysomelidae*  
 7. *Chrysomelidae*  
 8. *Chrysomelidae*  
 9. *Chrysomelidae*  
 10. *Chrysomelidae*  
 11. *Chrysomelidae*  
 12. *Chrysomelidae*  
 13. *Chrysomelidae*  
 14. *Chrysomelidae*  
 15. *Chrysomelidae*  
 16. *Chrysomelidae*  
 17. *Chrysomelidae*  
 18. *Chrysomelidae*  
 19. *Chrysomelidae*  
 20. *Chrysomelidae*  
 21. *Chrysomelidae*  
 22. *Chrysomelidae*  
 23. *Chrysomelidae*  
 24. *Chrysomelidae*  
 25. *Chrysomelidae*  
 26. *Chrysomelidae*  
 27. *Chrysomelidae*  
 28. *Chrysomelidae*  
 29. *Chrysomelidae*  
 30. *Chrysomelidae*  
 31. *Chrysomelidae*  
 32. *Chrysomelidae*  
 33. *Chrysomelidae*  
 34. *Chrysomelidae*  
 35. *Chrysomelidae*  
 36. *Chrysomelidae*  
 37. *Chrysomelidae*  
 38. *Chrysomelidae*  
 39. *Chrysomelidae*  
 40. *Chrysomelidae*  
 41. *Chrysomelidae*  
 42. *Chrysomelidae*  
 43. *Chrysomelidae*  
 44. *Chrysomelidae*  
 45. *Chrysomelidae*  
 46. *Chrysomelidae*  
 47. *Chrysomelidae*  
 48. *Chrysomelidae*  
 49. *Chrysomelidae*  
 50. *Chrysomelidae*  
 51. *Chrysomelidae*  
 52. *Chrysomelidae*  
 53. *Chrysomelidae*  
 54. *Chrysomelidae*  
 55. *Chrysomelidae*  
 56. *Chrysomelidae*  
 57. *Chrysomelidae*  
 58. *Chrysomelidae*  
 59. *Chrysomelidae*  
 60. *Chrysomelidae*  
 61. *Chrysomelidae*  
 62. *Chrysomelidae*  
 63. *Chrysomelidae*  
 64. *Chrysomelidae*  
 65. *Chrysomelidae*  
 66. *Chrysomelidae*  
 67. *Chrysomelidae*  
 68. *Chrysomelidae*  
 69. *Chrysomelidae*  
 70. *Chrysomelidae*  
 71. *Chrysomelidae*  
 72. *Chrysomelidae*  
 73. *Chrysomelidae*  
 74. *Chrysomelidae*  
 75. *Chrysomelidae*  
 76. *Chrysomelidae*  
 77. *Chrysomelidae*  
 78. *Chrysomelidae*  
 79. *Chrysomelidae*  
 80. *Chrysomelidae*  
 81. *Chrysomelidae*  
 82. *Chrysomelidae*  
 83. *Chrysomelidae*  
 84. *Chrysomelidae*  
 85. *Chrysomelidae*  
 86. *Chrysomelidae*  
 87. *Chrysomelidae*  
 88. *Chrysomelidae*  
 89. *Chrysomelidae*  
 90. *Chrysomelidae*  
 91. *Chrysomelidae*  
 92. *Chrysomelidae*  
 93. *Chrysomelidae*  
 94. *Chrysomelidae*  
 95. *Chrysomelidae*  
 96. *Chrysomelidae*  
 97. *Chrysomelidae*  
 98. *Chrysomelidae*  
 99. *Chrysomelidae*  
 100. *Chrysomelidae*

[illegible]

*[Faint bleed-through from reverse side]*

کے اور کوئی وصف علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

”مہر و تقسیم“ کا نحو صرف میں بھی استعمال ہوتا ہے کہ ”مختلف احتمالات نکال کر کہیں

ایک کو متعین کرنا۔“ علامہ سبکی نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ سر و ان کا وزن یا فعلان ہے یا

فعلان ہے اور یا مفعول ہے۔ آخری دو کی مثال نہیں ملتی اس لیے فعلان ہی متعین ہو گیا۔

(الافتراج ۴۷۷)

اس طرح لفظ احواف بروز ان افعال ہے یہ یا نامی ہے یا مفعول یا جامد یا اسم تفضیلی

یا صفت مشبہ یا یہ تقسیم ہے۔ نحو کرنے کے بعد صفت مشبہ متعین ہوئی، یہ سر ہے۔ (اسما

السطوی ۱۷۳)

فقد میں اس کی مثال کے لیے ذیل کی عبارت دیکھیں۔ اس میں دو کلمات ولایت کے

اور میان ”و انما“ ہے اس میں نحو کر کے ولایت کو ”معلق“ اور کائنات کو ”مؤخر“ مانا گیا ہے۔

”و کسل واحد منہما و کسل الآخر فیما بشیرہ“ لأن النصف علی الغیر

لایصح الا یو کمالہ او یو لایف ولا ولایہ فیمن الو کمالہ۔“ (کتب الباب الشرکۃ

۶۳۷/۲)

فوج ”جمع و فرق“، در حقیقت فوج ”قیاس و جواب قیاس“ ہے:

قیاس میں اوصاف النظیر بالنظیر ہوتا ہے جسے ”الجمع“ کہتے ہیں اور جواب قیاس

میں قطع النظیر عن النظیر“ جسے ”الفرق“ کہتے ہیں۔ فقہ کی شہرہ آفاق کتاب ”الاصباح

والسطائر“ کے سات فصول میں سے دو فصول ”قیاس اور جواب قیاس“ یا دوسرے لفظوں میں

”جمع اور فرق“ پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے پہلے ”الجمع والفرق“ میں مختلف کتب فقہ

سے وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں جن میں کوئی نوع دوسری نوع سے علت قارت کی بنا پر جدا

ہوئی ہے اور دوسرے فوج ”الفرق“ میں وہ مسائل ہیں جن سے کوئی جز دوسرے جز کی

روایت کرتی، جس میں علت نمی کا کوئی ذکر نہیں ہے تو وہ غریب یا کرتے تھے: ”احسب کل شیء

بمیزان الطولان“۔ یعنی نمی کو عام اور غیر معلول رکھتے اور معلول اور غیر معلول میں فرق نہیں

کرتے تھے، جب کہ دوسرے حضرات معلول اور غیر معلول میں فرق کرتے تھے۔ ان کے

نزدیک نمی کی علت ”غرض“ ہے۔ یعنی بیچ ہلاک ہو گیا تو آگے مشعر نمی کو کیا حوالہ کرے گا کہ

علت ”مقول“ میں ہے، غیر ”مقول“ میں نہیں۔

مقیس علیہ کی علت معلوم کرنے کا ایک طریقہ: ”مہر و تقسیم

تمشیل میں مقیس علیہ کے حکم کی علت معلوم کرنے کے کئی طریقے ہیں جن کا مفصل ذکر

اصلی ذق سے متعلق ہے۔ ایک طریقہ ”مہر و تقسیم“ کا ہے وہ یہ ہے کہ ”مقیس علیہ کے مختلف

اوصاف کا مطالعہ کر کے یہ متعین کیا جائے کہ ان ماصف علت کم بنے کی صلاحیت رکھتا

ہے۔ ”مہر“ کے معنی ”جا بچے“ اور ”پر کھنے“ کے ہیں، جبکہ ”تقسیم“ مختلف اوصاف میں غور

کر کے علت کے قابل اوصاف کو غیر قابل اوصاف سے الگ کرنے کہتے ہیں گویا کہ کچھ

اوصاف کے ”ارتقاء“ اور ”پہچان“ کے ”ارتقاء“ ہے۔ گویا کہ بیچ مصلح کا ایک طریقہ

”مہر و تقسیم“ ہے۔

اب چونکہ ان مختلف اوصاف میں قاعدہ ہوتا ہے اور ان کو سامنے رکھ کر غور کرنے سے

”تقسیم“ مفصل بنایا جاسکتا ہے۔ اس لیے ایسے قضیے کو منطقی ”قیاس استثنائی“ مفصل“ کہتے

ہیں، اصل یعنی کے نزدیک اس کا نام ”قائد“ ہے جبکہ ”مقیس علیہ“ ”مہر و تقسیم“ کہتے ہیں۔

مثلاً: شراب حرام ہے۔ اگر شراب گور کے سرخ رنگ کی بدو دار ہو اس کے اوصاف

کو ”مندرجہ ذیل“ ہوتے ہیں: (۱) پینے والی ہونا (۲) بدو دار ہونا (۳) سرخ رنگ والی ہونا

(۴) نشہ دار ہونا (۵) جواگ والی ہونا (۶) گور سے بنی ہوئی ہونا (۷) حرام شراب

استثنائی شہورہ فوجوں میں ہونا۔ اب ان اوصاف میں غور کیا جائے تو ہر ایک کے شراب دار ہونے



سے جدا ہوتا ہے۔ ہدایہ میں بھی ان کے جمع والفرق جاننا مذکور ہے۔ جہاں "اوپر تشریح" (یعنی حرف تفسیر، مفسر، تفسیر یا اسلوب تفسیر) آئے گا وہاں "اوپر" ہوگا اور جہاں "اوپر فرق" (یعنی "الفرق" یا "تخلاف") آئے گا وہاں "الفرق" ہوگا۔ مصنف ایک جگہ چند جملے ملتے جلتے مسائل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "و لہذا المسئلة نظائر و اشداد، ذکرنا ہا فی الریادات" (کتاب الریادات، ص ۶۲۵) نیز جمع والفرق کی طرف اشارہ ہے۔

فرق کی دو قسمیں، صریحی و ضمنی

ہدایہ میں فرق صریح بھی مذکور ہوتا ہے اور ضمنا بھی۔ صریح کے لیے ضروری نہیں "والفرق" یا "آخر میں" تصدیقاً آتا ہے اور ضمناً کے لیے "تخلاف" کا لفظ تعین ہے۔ دونوں صورتوں میں قیاس یا تفسیر کے ارکان اور "اوپر" کا موجود ہوتے ہیں۔ کسی آقا کے کہ "ان کے نام اور نوعیت بدل جاتی ہے، یعنی رئیس، مقتس، علیہ، مطب، جامع اور حکم شعوری کی جگہ مفتقر، مفتقر، مفتقر، فادق، یا مفتقر اور مفتقر، مفتقر، مفتقر آجاتے ہیں۔

ہوئی سہری علی الخا یہ میں ہے:

"قال المصنف: "والفرق بین المستلین" أقول: یعنی بہ فرقاً ثبت بہ حکم مصالح لحکم المسئلة الأخری، علی ماہو مصطلح الفقہاء فی لفظ "الفرق" (۳۸۰/۳)

فرق صریحی کی مثال:

مثال "الفرق": "و لیسو، حد فی دارہ معدنا فلس فیہ شیء، و لیسو حد فی أرضہ فلیہ الحس۔" (و لیسو، حد فی دارہ معدنا فلس فیہ شیء، و لیسو حد فی أرضہ فلیہ الحس۔) (کتاب التوقیع، علی احمد اہما، و هو زیادہ الجامع الصغیر، زائد الدار، ملکت خلیفہ عن المسان دون الأثری، و لیسو، و جب العشر و الحراج فی الأرضی، دون الدار، فکذا، حدہ السواء، "باب السعدان و الرکاز، ۱/۲۱۶)

مثال "فانصرقا": "و ان اکرمہ غیر السلطان حدہ، عند اہی حنیفہ رحمہ اللہ، و قال لا یحد، لأن الإکراه عند ہما قد یحقق من غیر السلطان، لأن المؤثر

حرف الہیال و لیسو، و یحقق من غیرہ۔ ولہذا الإکراه من غیرہ لا یندم إلا بالاعتدال، لیسو، حدہ

من الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

الاستعانة بالسلطان أو بحمالة المسلمین و تمکنہ دفعہ بنفسہ، بالسلاح،

## ارشاد الطالب

”السیوم الاول والثنائي“ متفرق عنہ ہے اور ”السیوم الرابع“ متفرق ہے، علت فارقة ”لأنه لا یسوز نرکہ فیہما“ ہے حکم متباہن بجانب المتفرق ”حذر الرومی فی السیوم الرابع قبل الزوال، بعد طلوع الفجر“ ہے۔

ولا علی معقلہ غلاشہ کو ایک دوسرے کی طرف پھیرنے کا طریقہ:

ام غزالی (۵۰۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمثیل (قیاس فقہی) بھی قیاس منطقی کی طرف راجع ہوتا ہے۔ (المستصفی: ۶۵) یعنی تمثیل سے قیاس اقترانی بنایا جاسکتا ہے۔

اور علامہ ابن الجاحب (۶۸۲ھ) فرماتے ہیں کہ استثنائی و اقترانی کی طرف اور متصل کو متصل کی طرف پھیرا جاسکتا ہے۔

”قیرد الاستثنائی الی القیاسی یجعل المعلوم وسطاً والاقترانی الی المنفصل بذکر سابقہ معہ۔“ (مختصر ابن جاحب: ۱۰)

مثلاً پیچھے دو قیاس اقترانی کی مثالیں گذری ہیں:

”هذا علی: و دسی یس باعل“ نتیجہ ”هذا یس برقی“ اس کو استثنائی کی طرف یوں پھیرا جاسکتا ہے۔ ”لو کانت هذه رقی ما اقلت، لکنها اقلت“ نتیجہ ہوگا: ”علیت برقی“

”انت: علی: خمس ان ذلکی بالشمس من المشرق، و [مثلاً] یس برقی“ نتیجہ:

”انت لست برقی“ اس کو استثنائی کی طرف یوں پھیرا جاسکتا ہے۔ ”لو کنت رقی لقلوت علی الایمان بالشمس من المغرب، لکنک لا تقلد علیہ“ نتیجہ ہوگا: ”الست برقی“

اسی طرح اس قیاس استثنائی کو لے لیں: ”لو کانت حواء نالہ، ما وودھا“ اس کو اقترانی کی طرف یوں پھیرا جاسکتا ہے: ”خس لاء یرون سہسہ و من یرون حہسہ فیس بالہ“ نتیجہ: ”حو لاء یسوا بالہ و فیس علی حہا“

## ارشاد الطالب

”لو کان مہما الیہ إلا اللہ لفسدتا“ اس کو اقترانی کی طرف یوں پھیرا جاسکتا ہے۔ ”السوات و الأرض لست بفاسدة، و ما لست بفاسدة فالإله فی واحد“ نتیجہ: ”لإله فی السوات و الأرض واحد“

تمثیل سے قیاس اقترانی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ عقیدے علیہ کو امر، عقیدے کو امر اور علت مشترک کو حد واسطہ بنادیا جائے۔ اس کے بعد جب بھی اس علت مشترک کے تحت مزید قیاس بنائے پریں تو فوراً اپنی عقیدیں کو امر اور اصل یعنی عقیدے علیہ کے حکم کو امر اور علت کو حد واسطہ بنادیا جائے۔ مثال ملاحظہ فرمائیے:

بھگت کو نشا اور ہونے کی بنا پر شراب پر قیاس کر کے حرمت کا حکم لگانا ایک مشہور تمثیل ہے۔ جب ہم نے بھگت کو شراب پر قیاس کیا اور علت مشترک کو نشا بنائی تو اس مثال سے قیاس منطقی بنانے کے لیے پہلے ہم شراب کی حرمت کی علت تلاش کر کے یوں کہیں گے: ”شراب نشا کرتی ہے اور ہر نشا کرنے والی چیز حرام ہے۔“ لہذا شراب حرام ہے۔ اس کے بعد بھگت میں یہی علت دیکھ کر مندرجہ بالا عقل اول میں لفظ بھگت کو امر بنادیا اور یوں کہا: ”بھگت نشا کرتی ہے اور ہر نشا کرنے والی چیز حرام ہے۔“ لہذا: بھگت حرام ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمثیل کو قیاس اقترانی میں تبدیل کرنے کے لیے دو قیاس بنانے پڑیں گے۔ پہلے ہم حکم مخصوص کی علت نکال کر شکل اولی بنائی پڑتی ہے۔ اس شکل اول میں ”امر“ ”عقیدے علیہ“ ”علت“ ”حد واسطہ اور حکم“ ”اکبر“ ہوگا۔ پھر دوسرے قیاس میں امر بدل کر عقیدے ہوگا۔ حد واسطہ اور اکبر بدستور ہیں گے۔

جاسل یہ ہوا کہ اقترانی، استثنائی، تمثیل تینوں دلیلوں کو ذرا سے تعریف کے ساتھ ایک دوسرے میں ملا جاسکتا ہے، اس لیے کہ ان کے درمیان نتیجہ دینے والے بنیادی عناصر ایک جیسے ہوتے ہیں، صرف نام اور شکل درتیب کا فرق ہے۔ مثلاً جو چیز قیاس اقترانی میں



## ارشاد الطالب

فرق کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ انکی دلیل ان کے ہاں نہیں ہی ہے۔ یہ عبارت غلط ہے۔

”قوسی تبر الذهب والفضة وحليهما أو اتبعهما الزكوة وقال الشافعي:

لا تحب في حلي النساء وحاتم الغضة للرجال، لأنه متبادل في مباح“

البدلة، ولأن السب مأل نام، وتلبي النساء موحود.... والدليل هو المعنى،

بالحال الشارب“ (كتاب الزكاة باب زكوة النساء: ۱/۱۹۵)

فاکدہ (۶): قیاس کا لفظ فقہاء کے نزدیک دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک معنی

تو معروف ہے ”تقلل الحكم من الأصل إلى الفرع لعللة جامعة“ ”دراستی ہے۔

”القاعدة المستمرة في الشرع“ ”کدامانہ المحقق ابن الہمام فی کتاب الصوم

فیل قول المصنف: والكفارة مثل كفارة الظهار فتح القدير: ۲/۲۶۴) قیاس کا

لفظ جب امتحان کے مقابلے میں ہوتا ہی دوسرے معنی میں ہوتا ہے کہ پہلے معنی میں۔

اس سے اس اشکال کا جواب بھی معلوم ہو گیا جو اس عبارت پر کیا جاتا ہے جس میں فقہاء

فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خلاف قیاس تھی لیکن اس کو ہم نے لے لیا خلاف قیاس ہونے کی

وجہ سے کھڑو دیا۔ یا کئی فرماتے ہیں کہ یہ حکم اگرچہ قیاس کے خلاف تھا لیکن اجتماع صحابی کی

وجہ سے ہم نے اس کو برقرار رکھا۔ جیسا کہ باب اسلم میں ہے۔ ”والقیاس وإن كان باباه

ولكننا تركناه بما رويناہ“ (۹۲/۳)

کتاب الطلاق میں ہے ”والشفا من أن لا يرفع شفا، وإن سوى السروج

الطلاق.... إلا أن استحسنه إجماع الصحابة رضي الله عنهم“

(باب نفويض الطلاق: ۲/۲۷۶)

جدا اعتل یہ ہے کہ کیا قیاس اتنی قوی دلیل ہے کہ تم علیہ اسلام کی حدیث یا صحابہ کرام

## ارشاد الطالب

”حد اوسط“ ہے، وہ اشتقاقی میں ”مزدوم“ اور تثنی میں ”علت مشترک“ بن جاتی ہے۔ قیاس

اخرابی میں جو چیز نتیجہ کا ”موضوع محمول“ ہے، وہ اشتقاقی میں ”مقدم ثانی“ اور تثنی میں

”مقش مقش علیہ“ بن جاتی ہے۔ ذرا سا غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے۔ لیکن

وجہ ہے کہ صاحب ہادیہ کے کلام میں کچھ نہیں ایسی آتی ہیں جہاں شکل، ازل اور تثنی

دونوں بن سکتے ہیں۔

— ”وإذا قل السحرم صيلاً، أو دل عليه من قتله، فله الجواز، سواء في

ذلك، العائد والناسي؛ **أما** ضمان يعتمد وجوده الإلزام، **فإن** غرامات

الأموال“ (كتاب الحج، باب العتبات: ۱/۱۷۷)

— ”ولا يجوز في الهدايا إلا ما جاز في الضحايا“ **فإن** قرينة تعلقت بإرافة

الدم، **فإن** ضحية، فيخصصان بحلل واحد“ (كتاب الحج، باب

الهدى: ۱/۳۰۰)

درج بالا مثالوں میں لاندہ..... کے ساتھ گہری مائیں تو قیاس اترانی سے کا ہٹا

پہلے میں گہری ہوگا۔ ”وكل ضمان يعتمد وجوده الإلزام يستوي فيه العائد

والناسي“ ”دوسرے میں گہری اس طرح ہوگا“ ”وكل قرينة تعلقت بإرافة الدم يخصص

بحلل“ ”اور اگر ان دونوں مقدموں میں مذکور حد اوسط کو ”اشبہ“ اور ”کاف“ کے مقش

اور مقش علیہ کے لیے ضابطہ جامع بنائیں تو تثنی بن جائے گا ہٹا پہلے میں علت ہوگی:

”مكونه ضماناً يعتمد وجوده الإلزام“ اور دوسرے میں ”مكونه قرينة تعلقت بإرافة

الدم“

لیکن اولی یہ ہے کہ اس طرح کی عبارت کو تثنیل پر محمول کیا جائے، کیونکہ ایک جگہ

صاحب ہادیہ نے اس طرح کی دلیل کا جواب دینے کے لیے ”تخالف“ کا لفظ اگر اظہار

رہی القیاس کے اجمال پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے وہ اپنی کے قیاس کے خلاف نہ ہو۔ جواب واضح ہے کہ ایسے موقع پر قیاس سے مراد ایسا مسلک شرعی قاعدہ ہوتا ہے جو بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ گویا فقہاء پر یہ مار ہے ہوتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ اس قاعدے کے خلاف تھی جو بہت سی احادیث مشہورہ سے ثابت ہے لیکن ہم نے اس قاعدے میں تفحص کر کے ہوئے اس ایک مسئلہ کو جو واحد سے ثابت ہے عام شرعی حکم سے مستثنیٰ کر لیا۔ گویا یہ عمل بالحدیث کا اعلیٰ درجہ ہونا نہ کہ اس کے تفحص اور استنباط کے اس عمل کو "اختصاص" کہا جاتا ہے۔ یہ تفصیل پہلے بھی گزر چکی ہے۔ اختصاص کے عنوان کے تحت قیاس کے مذکورہ بالا معنی پر مشتمل ہونے کی مثالیں اور حوالے ملاحظہ فرمائیے:

### اختصاص

قیاس کی بحث اختصاص کی بحث کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ "اختصاص" کی تعریف یہ ہے: قال الإمام أبو دؤب: "هو العدول عن موجب قیاس حلی الی قیاسی خفی اقوی منه، أو هو تخصص قیاس بالقوی منه۔"

أو سنة أو إجماع۔"

قال الإمام الكرخسى وبعض الحنابلة: "هو العدول بحكم المسئلة عن

نظائرهما؛ للدلیل شرعی خاص۔"

(النظر: كشف الأسرار، ۴/۱۲۲، روضة الساطر، ۱/۴۰۷، الإحكام

الامدنی، ۴/۶۰۹، إرشاد الفحول، ۱/۲۶۰)

یاد رکھئے کہ یہ ہے کہ قیاس کا لفظ جب اختصاص کے مقابلے میں آئے تو قیاس سے

مراد "قاعدہ کلی" اور اختصاص سے مراد اس قاعدے سے مستثنیٰ کیا خاص یا ہوا "مسئلہ جزئی" ہوتا ہے۔ کہ جو خبر اکرم کریم راہ ان لکھتے ہیں "القیاس هنا هو الأصل الكلّي أو القاعدة العامة، والاستحسان طليل خاص تستضيء استثناء هذه الجزئية من الأصل الكلّي" (الوجيز بصرف، ۱۲۱)

بعض حضرات جو حنفی پر یہ اشکال کرتے ہیں کہ وہ قیاس یا اسے کو حدیث یا خبر واحد پر مقدم کرتے ہیں، وہ قیاس کے اس معنی کے حوالے سے غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں جو حنفی اس موقع پر مراد لیے ہیں۔ وہ قیاس کا معروف معنی لے رہے ہوتے ہیں جبکہ یہاں قیاس سے وہ قاعدہ کلی مراد ہوتا ہے جو احادیث کثیرہ و شیعہ و مستثنیٰ ہوتا ہے اور احادیث کثیرہ سے ثابت شدہ مسئلہ کو یا خبر حدیث واحد سے ثابت شدہ پر مقدم کیا جاسکتا ہے۔

### اختصاص کی اقسام:

اختصاص کے تحت جب کسی جزئی کو دلیل خاص "کی بنا پر کسی کلی سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے تو اس دلیل خاص کو "سبب اختصاص" کہتے ہیں۔ "سبب اختصاص" کی اقسام کے اعتبار سے اختصاص کی اقسام بن جاتی ہیں۔ چنانچہ اختصاص یا تو بالدلیل العقلی ہوگا یعنی بالدلیل کتابی أو السنة أو الإجماع، یا بالدلیل العقلی یعنی بالقیاس الحنفی یا بحجج التعامل بالاضرورة۔ تمام اقسام کی مثالیں ہاں سے ملاحظہ فرمائیے:

استحسان بالنقص (استحسان بالكتاب والسنة):

۱- استحسان بالكتاب:

ہاں یہ طے ثانی میں ہے:

وعلة الأثران من المحم، وفيه خلاف الشافعي، هو يقول: إن الفئال واجب، الشقوله نعمالتي: "وقالوه هم" إلا أن عرفنا جواز تركه فحق أهل الكتاب



## ارشاد الطالب

وشرب ناسيا: "ثم على صومك، فانما اطعمك الله وسقاك" (كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة: ٢١٧، ٢١٦/١)

### ٣- استحسان بالإجماع:

بإيراد علي بن محمد:

"إن اختارت نفسها في قوله: "اختاري"، كانت واحدة بآفة، **القياس** أن لا ينجح بهذا شيء، وإن نوى الزوج الطلاق؛ لأنه لا يملك الإيقاع بهذا اللفظ، ولا يملك التفويض إلى غيره، إلا أنا **استحساناً**؛ لإجماع الصحابة رضي الله عنهم، وأنه يسبيل من أن يستديم نكاحها أو ينفقها، فيملك إقامتها مقام نفسه في حق هذا الحكم." (باب تفويض الطلاق: ٣٧٧/٢)

### ٤- استحسان بالتعامل:

- "وعن محمد رحمه الله: أنه يجوز وقف ما فيه تعامل من المتولات كالفساس والسر والتقديم والمشتار والسخاوة وأتباعها والقبول والمراجل والمصاحف." (وعند أبي يوسف: "لا يجوز لأن القياس إنما يترك بالنسب والنسب ورد في الكراع والسلاح، ويقتصر عليه." ومحمد رحمه الله يقول: **"القياس قد يترك بالتعامل"** كما في الاستصناع، وقد وجد التعامل في هذه الأشياء." (كتاب الوقف: ٦٤٠/٢)

- "إلا أن الفتوى على قوليهما؛ لاجتماع الناس اليها، ولظهور تعامل الأمة بها، **والقياس يترك بالتعامل** كما في الاستصناع." (كتاب المراءاة، فصل في السهاية: ٤٢٥/٤)

## ارشاد الطالب

**بالكتاب**، يعني حق المحرم **بالخير**، يعني من وراءه على **الأصل**، ولأنه يجوز استرقاقهم، فيجوز ضرب الحرية عليهم؛ لأن كل واحد منهما يشتمل على سلب النفس منهم، فإنه يكسب ويؤدي إلى المسلمين، ونفقة في كسبه." (باب الحرية: ٥٩٥/٢)

### ٢- استحسان بالحديث:

بإيراد علي بن محمد:

"فإن حدث علم يمتنع من الصلاة في اليوم الثاني، لم يصلها بعده؛ لأن **الأصل** فيها أن لا تقضى كالجمعة، إلا أنا تركناه **الحديث**، وقد ورد بالتأخير إلى اليوم الثاني عند العذر." (باب صلاة العيدين: ١٧٤/١)

بإيراد علي بن محمد:

"ولا ينبغي أن يباع السلاح من أهل الحرب، ولا يجهز إليهم؛ لأن النبي عليه السلام نهى عن بيع السلاح من أهل الحرب، ورحمه إليهم؛ ولأن فيه تقويتهم على قتال المسلمين، فيجمع من ذلك، وكذا الكراع، لسائدها، وكذا الحدباء؛ لأنه أصل السلاح، وكذا بعد المودة؛ لأنها على شرف النفس أو الاقتضاء، فكانوا حرياً عليها، ولهذا هو **القياس** في الطعام والثوب، إلا أنا عرفناه **بالقياس**؛ فإنه عليه السلام أمر نامة أن يجر أهل مكة وهم حرب عليه." (كتاب السير، باب المودة ومن يجوز أمانته: ٥٦٤/٢)

- "إذا أكل الصائم أو شرب أو جامع نهراً ناسياً لم يقط، **القياس** أن يقط، وهو قول مالك رحمه الله، وهو ما يضاف الصوم، فنصار كالكلاب ناسياً في الصلاة." (روحه الاستحسان قبوله، عليه الصلاة والسلام للذي أكل

## إرشاد الطالب

- "من أقسم عليه خمس صلوات أو عزيتها، فقص، وإن كان أكثر من ذلك لم يقض، وهذا استحسان، **في القياس** أن لاقضاء عليه إذا استوعب الإغناء وقت صلاة كاملاً لتحقيق المعنى، فأجاب الحنفية، **وجه الاستحسان** أن المدة إذا طالت، كثرت الفرائض، **في خروج** إذا قصرت، قلت، **والأصح** -"

## إرشاد الطالب

5- استحسان بالقياس الحنفى:

- "أهل عرفة إذا نفروا في يوم، وشهد غوم، وقعدوا يوم النحر، أجزأهم **القياس** أن لا يحرمهم؛ اعتماداً بما إذا قعدوا يوم التروية، وحذاً لأنه عبادة تخص بزمان ومكان، فلا تقع عبادة دونهما. **وجه الاستحسان** أن هذه شهادة قامت على النفي، وعلى أمر لا يدخل تحت الحكم، لأن المقصود منها نفي حجهم، والحج لا يدخل تحت الحكم، فلا تقبل." (كتاب الحج، مسائل متنوعة: ١/ ٣٥٣)

- "ولو حلف لا يصلي، فقام وفروكع، لم يحث، وإن سجد مع ذلك ثم قطع، حث. **القياس** أن لا يحث بالاتفاق اعتقاداً بالشروع في الصوم، **وجه الاستحسان**: أن الصلاة عبارة عن الأركان المختلفة، فمات بها جميعها لا يسمى صلاة، بخلاف الصوم، لأنه ركز واحد، وهو الإمساك، ويتكرر في الجزء الثاني."

6- استحسان بالضرورة:

- "وإذا وقعت في البئر نجاسة، فوجت، وكان نزع ما فيها من الماء طهارة لها، ومسائل الأبار مبنية على **إنتاج الآثار دون القياس** فإن وقعت فيها برة أو بعران من بئر الإبل أو الغنم، لم تقصد الماء، **استحساناً** **والقياس** أن تقصدها ليقوع النجاسة في الماء القليل، **وجه الاستحسان** أن أبار الفلوات ليست لها رؤوس حائض، والسعويش تهر سولها، فتلقها الريح فيها، فتجمل القليل عفواً للضرورة، ولا ضرورة في الكثير." (باب الماء الذي يحوزه بحرزه والوضوء الذي لا يحوزه، فصل في البئر: ١٢/ ٤٣٠، ٤٣١)



فائدہ (۱): یاد رہے کہ منطقی اعتبار سے یہ تینوں اقسام قیاس اقتران کے تحت آتی ہیں۔ وہ اس طرح کہ ضروری تو عبارات فقہیہ میں مذکور ہو گا۔ اس میں سمیت و اہلیت، مقتضی و مانع یا غیر موجود ہوں گے۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کی مناسبت سے کلمہ کی کا مثلاً:

پہلی قسم کے ساتھ یوں کہیں گے: ”کو کل ماضی سببہ، و صدر من اہلہ، بترتب

الحکم علیہ۔“ یا ”کو کل ماضی من اہلہ و وقع فی محلہ، لا یخرج عن حکمہ۔“

دوسری قسم کے ساتھ یوں کہیں گے: ”کو اذ واحد المنقضي و التثنی الدالعی، و تحقیق

الحکم البتہ۔“

تیسری قسم کے ساتھ یہ الفاظ لکھیں گے: ”کو کل ماضیہ نفع للمعقلین و لیس فیہ

ضرور لاحیہ، بلیت مریعاً۔“

فائدہ (۲): ان تینوں دلائل پر غور کیا جائے تو یہ تینوں ایک ہی اصل کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ گویا الحقیقت ایک ہی مبنی کی تین تعبیرات ہیں۔ مثلاً جس چیز کی سمیت اور اہلیت موجود ہو اس کا مقتضی موجود راجع ہوتا ہے اور نفع کا ہونا ضرورتاً ہوتا تو مقتضی ہونے اور مانع نہ ہونے کا درمیان نام ہے۔ غافلہم  
اب تینوں کی قدر سے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

## دلیل کی تین خاص قسمیں

”استدلالا لاثبات عائدہ“

فقہائے کرام کے ہاں دلیل کی تین صورتیں ایسی ہیں جو ثبوت استدلال ہوتی ہیں۔ یہ دراصل وہ عام استدلالات ہیں جن سے کسی چیز کی میں ”نفع خاص“ کا درود ہونے کی صورت میں استدلال کیا جاتا ہے۔ جب کسی مسئلے کا حکم منصوص نہ ہو اور اس کے ثبوت یا باطل ہونے کا فیصلہ کرنا ہو تو انصوحس مانع کی روشنی میں نتیجہ کیے گئے ان دلائل عامہ سے مدد لی جاتی ہے۔ مثلاً انصوحس شرعیہ سے یہ اصول ثابت ہیں:

(۱) جس چیز کا سبب تحقیق ہو اور مانع میں اہلیت نہ ہو یا جو چیز اصل سے صادر ہو اور عمل پر راجع ہو تو اس پر حکم ضرور ثبوت ہوتا ہے۔

(۲) جس چیز کا مقتضی موجود اور مانع غیر موجود ہو تو ثبوت مانع مانع ہوتا ہے۔

(۳) جس چیز میں مانعین کا نفع ہو اور غیر مانعین کا ضرر نہ ہو تو ثبوت مانع اسے تسلیم کرتی ہے۔

یہ تین ایسے مسلمہ اصول ہیں کہ بہت ہی ایسی جزئیات کے استنباط حکم میں مدد دیتے ہیں جہاں اس جزئی کے متعلق کوئی خاص نص صراحتاً درود ہوتی ہو۔

پیش قدم: سمیت و اہلیت یا اہلیت و محلیت

سہیت و اہلیت کے نوع سے انسان کو تکلیف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اہلیت و اہلیت کے لئے بھی ”صورتوں اور قوتوں علیہ المحل“ سے بھی حکم ملتا ہے۔ ثابت ہو جاتا ہے۔

سببیت و اہلیت کی مثال:

مثال (١): "توبه دینی المستسلم المذنب من عبادة الكافر، بما إذا استسلم"

الشيخ والعلامة رحمه الله تعالى: وفيه اختلاف السامعي لأن اللوح ج عند علي العبد

مذکورہ عبارت میں مذکور ہے: "الان مسبب الأداء قد تحقق، والى سبب من اخله"۔  
 "مگر اب ہو کر" اور "اسبب السبب السبب" اور "سبب من اخله"۔  
 "ابن سبب من اخله" اور "سبب من اخله"۔  
 "ابن سبب من اخله" اور "سبب من اخله"۔

مثال (٢): "أنا أدينع المسيحي، أبو أسلم الكافر في رمضان، أسألك بأية  
 بؤسها... وفي أوطى فيه، لا فناء عليمها... وضلنا بعدد  
 الجحيم المسجون"

ولم يفتضيا بينهما ولا ماضى لعدم الخطأ، وهذا بخلاف الصلاة  
 فيها الجبرء المتصل بالأداء فوجدت **الأئمة** عنده، وفي الصوم  
 الجبرء الأول، **الأقلاء** متعددة عنده، (كتاب الصوم، باب ما يجب القضاء  
 والكفارة، ١/ ٢٢٣)

مثال (٣) : اذا تم بيع العبد بياض مولاه ، فالصكور دين في رقبته بياض فدية

ولأن هذا الدين وحسب في رتبة العباد **يوجد في رتبة أهل** رقاد، فظهر في حق  
السلطان **الآذان من جهة** يتعلّق به رقبته؛ فعلاً للمصرّة عن أصحاب  
الدين، كما في دين الصداقة: " (كتاب السكاح - باب نكاح الرقيق: ٤٣/٢ )  
السلطنة ومخيليت کی مثال :

مثال (١) :- إذا خصص المولى المهر، صبيغ فمما له **الانقار**، ويد

أضاف إلى  
الكتاب "كتاب النكاح باب المهر: ٢٢٣ (٢)

انسان کے عقائد کی تاریخ یہ تھیبت ہوگی جو انسانی اہلی لاطرام الضمانہ، وقد اضافہ الی محملہ، وکل من کتاب اہل لاطرام، و اضافہ الی محملہ، حتی فعلہ شریعۃ۔

مثال (٢) - اختلق عبد الله بن محمد بالله تعالى، الشيطان أو اللعين، عذرا

”کسری ہوگا۔“ اور ویدار کی اسٹیج میں

مثال (٣): "وقال السامعوني: تصورات الفنون في كتابها باطلية، لأن المفيد أهله، ووقع في محله، بتحقيق البتة." (كتاب العقائد ٢/ ٤٥٥)

وضع الحكماء، والقضوي لاندر على جهات الحكم (ریمش تالی ہے، نتیجہ فی القضاہ لم لا یقدر علی ما وضعه العقولہ) ولہذا ان رکن التصرف



## دوسری قسم: مقتضی مانع

جب کسی چیز کا مقتضی پایا جائے اور مانع موجود نہ ہو تو حکم ضرورت ثابت ہوگا۔ ”وجود مقتضی و انتفاء مانع“ فقہائے کرام کے ہاں مستثنیٰ دلیل ہے۔ ذیل کے حواشی کو پڑھیے:

مثال (۱): نذر یا ثانی باب اولیٰ میں ہے:

”ولیس: ماذکر یا من تحقق الحاجة، وفور الشفقة“ (کتاب النکاح

باب الولی، ۲/۳۱۶)

منا میں ہے:

”یعنی أن مقتضی للولاية النظرية، هو الحاجة، وقد تحققت، للشفقة،

والتأخر، وهو قصور الشفقة، قد انتفى.....“ (ادار وحد مقتضی، وانتهی السامع،

بحسب تحقق الحكم، ۱۷۴/۳)

مثال (۲): نذر یا ثانی، باب نکاح الرقیق میں ہے:

”ومن زوج عبداً مملوئاً له مذهباً لا أمر الله، حار، والحرأة أسوة للحرءاء

فهي مبرها، ووجهه: أن سب ولاية المولى، ملكه الرقة، والنكاح لا يلاقي حق

الحرءاء“ (کتاب العناق، باب نکاح الرقیق: ۲/۳۶۰، ۳۶۱)

مضافاً إلى معناه: لا يضرك في انعقاده، فيعقد موقوفاً“

(کتاب النکاح، باب منی الأولیاء والأولیاء، فصل فی النکاح)

بالکراج: ۲/۳۲۲)

## ارشاد الطالب

مناہ میں ہے:

”و نفیرہ: لأن مقتضى وجوده و لایة المولى: لتعقّب سببها، وهو

ملك الرقبة، و **السامع** وهو سلاقله السكاح حتى الغراءه مقصوداً بالإبطال

سبب الإبطال مقتضى وانقضى السامع فثبت الحكم البتة“

(کتاب النکاح باب نکاح الرقبة: ۲/۲۶۸)

مقتضى وایع ”مرکب علت“ ہے۔ ایجاب کے لیے اس کے دونوں اجزاء (وجود

مقتضى وعدم مانع) کا پایا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر مقتضى ہو مکن مانع موجود ہو، یا مانع مقتضى

ہو مکن مقتضى ہی موجود نہ ہو تو عدم ثابت نہیں ہو سکتا۔ وجود اور عدم کے تقاض میں عدم کو

ترجیح ہوتی ہے۔ البتہ سلب کے لیے عدم مقتضى اور وجود مانع میں سے ایک کا ہونا کافی ہے۔

اگر دونوں جز (عدم مقتضى ووجود مانع) ہوں گے تو سلب بطریق الی واشتراطیت ہوگا۔ نیز

ظاہر ہے کہ یہ علت مرکب ہے۔ اگر اس کا ایک جز مکن مقتضى ہوگا تو نتیجہ کے مانع ہوگا کہ وہ

ہمیشہ حسن وادل کے تابع ہوتا ہے۔ شرح الجملہ میں دو قاعدے لکھے ہیں جن سے اس

نکتے کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے:

۱۔ اس احراز لحد رطل بذوالہ۔ اس کا حاصل یہی ہے صرف عدم مقتضى سے بھی

مقتضى معدوم ہو جائے گا۔

۲۔ إذا زال السامع، عاد الممنوع، مانع مقتضى ہو جائے (اور مقتضى باقی ہو تو) ممنوع

لوٹ آئے گا۔

چنانچہ خیار تین تین اشیاء میں جائز ہے چار میں نہیں۔ اس پر دلیل دینے سے جوئے صاحب

درا یہ کہتے ہیں:

”والحجاة لا تقتضى إلی المنازعة فی الثلاثة لبعين من له اختیار و کذا

## ارشاد الطالب

فی الأربع، لأن الحاجة إليها غیر متحققة، و الرخصة ثبتوا بها بالحاجة، و كون

الحجاة غیر مقتضية إلی المنازعة، **ملائمة بالحاجة**“

(باب خیار الشرط: ۳/۲۶)

مناہ میں ہے: ”فكساح علة جزاه **مرکب** من الحاجة، و علم كون

الحجاة تقتضى إلی المنازعة“ (۵/۵۲۲)

کتاب میں ہے:

”إلی و الرخصة إنما تثبت شرعاً **مقتضى**، و حسب الحاجة، و كون

الحجاة غیر مقتضية إلی المنازعة، ولا تثبت بأحد هما“ (۵/۵۲۲)

اس علت مرکب کی مثلاً چار شکلیں ممکن ہیں۔ کیونکہ علت کے دونوں اجزاء موجود ہوں

کے یا دونوں معدوم، یا کوئی ایک موجود ہوگا اور دوسرا معدوم۔ اس طرح چار شکلیں ہو سکیں

اور فقہائے کرام کے اس چاروں استعمال ہوتی ہیں:

(۱) وجود مقتضى عدم مانع (۲) وجود مقتضى وایع (۳) عدم مقتضى وایع (۴)

عدم مقتضى وجود مانع۔

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ پہلی شکل ایجاب و سلب دونوں کے اثبات کے لیے اور بقیہ تین

سلب کے اثبات کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

قول میں تفصیل ملاحظہ ہو:

۱۔ وجود المقتضى و انتفاء المانع:

یعنی جز واول موجود اور ثانی معدوم ہو۔ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

ہذا کہی تو مقتضى اور مانع کے لفظ کی صراحت ہوتی ہے، جیسے ان دو عبارتوں میں

تفصیل ہے:



## ارشاد الطالب

تین۔ پہلے میں صرف اعتقاد، مائع اور دوسرے میں صرف عدم متفقہی کا بیان ہے۔ دونوں جگہ دوسرا متقابل برید یہی ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا گیا۔

”وإذا نوى المسافر الإفطار، ثم قدم المصير قبل الزوال، فنوى الصوم،

أجزأه أن يستمر لا يتأني أهلية الوجوب، ولا صحة الصوم“ (بیان القرآن)

مائع ہے۔ صوم کی الیت و صحت کا متفقہی مستثنیٰ عن ایمان ہے۔ ”وإن كان كسبان فسي

رمضان، فعليه أن يصوم“ (سروال السورخص فی وقت النیم) (بیان عدم متفقہی

رفعت ہے۔ صوم اس لیے واجب ہے کہ رخصت فی الصوم کا متفقہی معدوم ہے۔ وجوب

کے مانع کے اتفاقاً بیان نہیں کیا، نما جائز لغیر مطلق بروزالہ۔

(کتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة: ۲۲۳/۱)

۲۔ اجتماع المقتضي والمانع:

مرف سلب کتابت کرتی ہے۔ الأشباه والنظائر میں ہے:

”إذا تعارض المقتضي والمانع يقدم المانع، فلو ضاق الوقت، أو الساء

عس مسن الطهارة حرم فعلها، ولو صرحه جرحين عمدا أو خطأ، أو مضمونا

وهذا هو ومات لهما، فلا تخص“ (۳۱۸/۱)

اشارہ کی ایک اور عبارت ہے: ”إذا اجتمع الحلال والحرام، غلب الحرام، و

بمعناها: ”ما اجتمع محرّم ومباح، آغلب المحرّم“ فمن فروغها ما إذا

تعارض ذللال، أهدهما يقتضي التحريم، والآخر الإباحة، فقدم التحريم.....

ومن ثم قال عثمان رضي الله تعالى عنه لما سئل عن الجمع بين أحسين ممتلك

اليمين: ”أجلتهما آية، وحرفتهما آية، فالتحريم أحب إلينا“

(۳۱۸/۱: إدارة القرآن، كراتشي)

## ارشاد الطالب

”وليس المبدأ أن يطلب مولاة، بقذف أمه الحرة، ولا لابن أن يطلب

أباه بقذف أمه الحرة المسلمة.....، ولو كان لها من غيرہ، لہ أن

يطلب؛ لتحقيق النسب، وإعلام الخالق“

(کتاب الحدود، باب حد القذف: ۲/۵۳۰)

”وإذا كفّل العبد عن مولاة بأمه، فعن، فأذاه، أو كان المولى كفّل

عنه، فأذاه بعد العنق، لم يرجع واحد، مبهما على صاحبه؛ وقال زفر: يرجع له؛

لأنه يقتضي الموجب للرجوع وهو الكفالة بأمه بالمائع وهو الرق (تذکر ال)

(کتاب الکفالة، باب كفالة العبد: ۱۲۸/۳)

تذکر ال۔ اور کسی مشتق اربع کا ذکر صراحتاً نہیں ہوتا۔ ذیل کی دو مثالیں ملاحظہ کیجیے:

”ومن ضمن عن عبد مالا لأحب عليه حتى يعق، ولم يسم سالاً ولا

غيره، لغيره حالاً، لأن الحال حال عليه.....“ (الکفیل غیر معسر: ۱۲۸/۳)

اس عبارت میں ”لأن الحال حال عليه“ و ”يجوز“ ہے اور ”الکفیل غیر معسر“ اتمام

مائع ہے۔

”ومن أمه أمير بان يؤوجه امرأة، فوجه أمه لغيره، خارج عن أبي حنيفة

وإلى حنيفة، والظاهر عدم التهمة“ (کتاب السکاح، باب فی الأرباء

والأکفاء، فصل فی الکفالة بالسکاح: ۲/۳۲۳)

تذکر ال۔ امام صاحب حرر اللہ کی اس دلیل میں ”إطلاق اللفظ“ و ”بمقتضى

أثر عدم التهمة“ اتمام مائع ہے۔

اور کسی ایک جز کا ذکر ہوتا ہے دوسرا نیز (یومی کی ہونے کی وجہ سے) مخدوف ہوتا ہے۔

ذرا سا غور کرنے سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔ درج ذیل عبارت پر غور کیجیے۔ اس میں دو سکے

### ۳۔ انتفاء المقتضى و المانع:

یہ دوسری صورت کا کس ہے۔ اس میں دونوں جزو موجود ہوتے ہیں اس میں دونوں احوال ہیں۔ یعنی صرف سلب کو ثابت کرتی ہے، اور پہلے اگر پہلی ہے کہ کمالیہ اگر چہ نہ ہو لیکن جب مقتضی ہی نہ ہو گا تو حکم ثابت نہ ہو سکے گا۔

شرح الجلیہ میں ہے:

۱۔ ما حاز لعدو، بطل برز الوہ.

۲۔ إذا زال المانع، عاد المصنوع.

پہلے قاعدے کا خلق انتفاء مقتضی سے اور دوسرے کا انتفاء مانع سے ہے۔ تشریح:

ع۔ انتفاء المقتضى و وجود المانع:

یہ پہلی کا کس ہے۔ سلب کو اشدیت کے ساتھ ثابت کرتی ہے جیسے:

"و من شرب الخمر فأخذ..... فإن أقر بعد فطالب بالحجۃ....."

فالتقادم يمنع قبول الشهادة بالاتفاق، غير أنه مقدر بالزمان عندنا، اعتباراً بحد الزمان، وهذا لأن التأخير يفتقر بضمي الرومان، والرحمة قد تكون من غيره.

(كتاب الحدود، باب حد الشرب: ۵۲۷/۲)

"التأخير يفتقر" وجزو مانع "و الرحمة قد تكون من غيره" عدم مقتضی ہے۔

۔ "و الإحصان أن يكون المقذوف حرّاً، عاقلاً، بالغاً، مسلماً، عفيفاً

عمن لعل الرجا..... لأن غير العفيف لا يلحقه العار، وكذا التقادف صادق فيه." (كتاب الحدود، باب حد القذف: ۵۲۹/۲)

اس عبارت میں احسان توفیق کی شرائط ذکر ہے۔ "لأن غير....."

العفيف....." احسان توفیق کی پانچوں شرائط کا اطلاق ہے۔ اس کا جزو اول "غیر

العفيف لا يلحقه العار" عدم مقتضی لإجراء حد القذف على غير العفيف ہے اور جزو ثانی "التقادف صادق" مانع عن إجراء الحد على قاذف غير العفيف ہے۔

..... جزو اول کی عبارت میں پہلے سلب کی دلیل میں "و جزو مقتضی، انتفاء مانع" اور

دوسرے سلب کی دلیل میں "عدم مقتضی، و جزو مانع" پائے جا رہے ہیں:

"و ولد الأمة من مولاها حراً إذاً محلول من مالها بعت عليه، هذا هو الأصل،

لا معارض له فيه. و ولد الأمة من زوجها مملوك لسيدها؛ لترحيج جانب الأم

باعتبار الحضانه والاستيلاء ماله، والمنايا، متفق عليه." (كتاب

المناق: ۲/۲۵۶)

عبارت بالا کے مسئلہ اولیٰ میں "لأنه محلول من ماله" و جزو مقتضی اور "ولا

معارض له فيه" انتفاء مانع ہے۔ مسئلہ ثانیہ میں "لاستيلاء ماله، بماله" عدم مقتضی اور

"و المنايا، متفق عليه" و جزو مانع ہے۔

فاکدہ (۱): کبھی انتفاء مانع پہلے ذکر ہوتا ہے اور جزو مقتضی بعد میں، جیسے:

"فما تركلبد الحافل، فصحيح عندنا، خلافاً للمشافعي" وهو يقول: إن

الأمر بالتضاه يستدعي القدره عليه، ولا قدرة بدون العلم، ولنا أنه يمكن أن

يقتضى بضمي غيره، ويستقصود القضاء بحصل به، وهو إيصال الحق إلى

مستحقه" (كتاب أدب القاضي: ۱۳۲/۳)

اس عبارت میں "تسكتبه أن يقتضي غيره" انتفاء مانع پہلے اور "و مقصود

التضاه بحصل به" و جزو مقتضی بعد میں ہے۔

فاکدہ (۲): کبھی مانع ایک سے زیادہ ہوتے ہیں تو انتفاء مانع اول اور انتفاء مانع

ثانی... کو ترتیب سے لایا جاتا ہے۔



## تیسری قسم: جلب نفع و دفع ضرر

جب کسی چیز میں جائزین کا فائدہ ہو اور کسی کا ضرر نہ ہو تو شرعاً وہ صحیح اور نافذ مافی جائی ہے۔ یہ بھی مرکب علت ہے۔ اور جیسا کہ پہلے کہا گیا اور حقیقت دوسری قسم ”وجہ ضرر“ منقضي انتفاء مانع“ میں داخل ہے۔ یہ دو عبارتیں ملاحظہ فرمائیے: ”و نہ ہو زالكهالة بامر السكحول عنه وبغير أمره.....“ (لأنه التزم الخطأ ليه، وهو تصرف في حق نفسه، وفيه نفع الطالب، ولا ضرورة فيه على المطلوب.“) (کتاب الکفالة: ۱۱۸/۳)

”فإن مات رب الأرض والخارج بستر، وللعامل أن يقوم عليه كما كان يقوم قبل ذلك إلى أن يترك التمير، وإن كره ذلك ورتة رب الأرض؛ استحساناً، ليعفي العفاً دفعاً **لضرره** عنه، **والضرر** فيه على الآخر.“

(کتاب المساقاة: ۲۲/۴)

”وإذا قال المدين: لي بينة حاضرة قبل الخصم: أعطه كفيلاً بنفسك ثلاثة أيام..... وأخذ الكفيل بسحر والدعوى استحساناً عندنا، لأن فيه **ضرراً**“

”و لا تشل شهادة الأعمى، وقال رقم ۳۰۰ هو رواية عن أبي حنيفة:-

تقبل فيما يجري فيه الشائع لأن الحاجة فيه إلى السماع، ولا خلل فيه، وقال أبو يوسف: والشافعي: يجوز إذا كان بصيراً وقت التحلل؛ **حصول العلم**

**بالمعاني** والأداة يحصل بالقول **للسان** غير مؤلف **و المعروف** يحصل

**بالسنة** كما في الشهادة على الميت.“

(کتاب الشهادة، باب من قبل شهادته ومن لا قبل: ۱۶۰/۳)

اس کے لئے امام ابو یوسف اور امام شافعی کا دعویٰ ”عدم قبول شہادتہ“ سلب پر مشتمل ہے۔ اس کی دلیل میں ”الحصول العلم بالمعاني“ ”محتج تحمل شهادة“ کا معنی ہے اور ”الأداء بحضرة بالقول“ یہ ”اداء شہادتہ“ کا معنی ہے۔ تو لسانہ غیر مؤلف“ انتفاء مانع اول اور ”و المعروف يحصل بالسنة“ انتفاء مانع ثانی ہے۔

## ارشاد الطالب

منصوص على حكمه حتى تقبس عليه، وفيها وصف مناسب لتشريع حكم  
محمي من شأنه أن يحقق منفعة أو يدفع مفسدة... مثل المصلحة التي اقتضت  
جميع القرآن، وتكوين الموازين، وتصميم الصناعات، ونقل الحماة بالوحدة.

(الفصل السادس: المصلحة المرسله: ٢٢٦، ٢٢٧)

## ارشاد الطالب

المعاني، وليس فيه كثير ضرر بالمعاني عليه.

(كتاب الدعوى، باب السب: ٢٠٦/٣)

وربما قيل قوله تفسيره على كل شيء من حق بين

ثم دبره المفسر: أولي من جلب المصالح، ثم إذا تعارضت مفسدتان،  
روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أحدهما، ثم يحذر أهون الشرين.  
ثم الضرر يدفع بمقدار الإمكان، ثم يحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام.  
ثم الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف، ثم لا ضرر ولا ضرار، ثم الضرر يزال.  
ثم الضرر لا يزال بالضرر، ثم الضرر لا يكون قديماً، ثم لا يضطر لولا لا يظلم حتى  
الضرر.

"المصالح المرسله" هي اصطلاح أي كترية قريب هي: "المصنعي" على هي:  
"تعريف المصلحة المرسله: المصلحة هي: "جلب المنفعة ودفع الضرر" أي  
المصلحة (١٣٩/٢) الوجهين هي: فالمصلحة المرسله جالب إيجابي - هو  
إيجاد المنفعة - وجانب سلبي - هو دفع المفسدة - فالمصالح المرسله هي:  
"المصالح التي لم يتيسر الشارع على اعتبارها، ولا على إلغائها، فهي مصلحة؛  
لأنها تحل محل تدفع ضرراً، وهي مرسله؛ لأنها مطلقه عن اعتبار الشارع أو  
الشارع، فهي إذن... تكون في الواقع السكوت عنها، وليس لها نظير



لَا تَقِي الضَّرْعَ، لَا تَصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ صَلَّيْ فِي حَوْفِ الْكَعْبَةِ يَوْمَ النِّفَاحِ،

صلوة استجمعت شرائطها؛ [حود استقلال الشقة] [استيعابها ليس

بشرط] (كتاب الصلاة، باب الصلاة في الكعبة: ١/ ١٨٤، ١٨٥)

یہ مطلب چہا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ”مسئلۃ الاقوال“ ہے اس میں کے بعد

دیگرے تین دلیلیں ہیں۔ تیس پر الام تقلیل داخل ہے۔ پہلا مقدمہ ”انہما صلاۃ

استجمعت شرائطها“ دلیلی اصل کا خضری ہے۔ آگے کے دو امام تقلیل ”ولاہی

مترادفہ جمعہ“ پر داخل ہیں۔ دلیلی اصل کا گمیری یہ ہے۔ ”وکل صلاۃ استجمعت

شرائطها حائزہ“ نتیجہ ہوگا ”فیہذا الصلاۃ حائزہ“

— ”و لا یجمع فی المحض بین الرجم و الحلد؛ لأنه علیه السلام لم

یجمع؛ و [الحلد یعمری عن المقصود مع الرجم] [رجم غیرہ بحصل

بالرجم]؛ [هو فی العقوبة أفضاهما] (كتاب الحلد: ٢/ ٥١٢)

مذکورہ مثال میں دلیلی نقل کے بعد دلیلی مطلق آئی ہے۔ یہ دلائل مترادف ہیں۔ پھر دلیلی

مطلق میں امام تقلیل اور ترجمہ اور از تعلیل یہ ایک مرتبہ آیا ہے۔ پہلا امام دلیلی اصل پر داخل

ہے اور دوسرا دلیلی جمع پر جبکہ از تعلیل یہ دینی پر داخل ہے۔ دلیلی اصل فقط اتنا جملہ ہے:

لأن الحلد يعمرى عن المقصود... اس کا گمیری حذف ہے کو کل ماعمری عن

المقصود فهو غير مطلوب شرعاً یا فقہر لغو شرعاً یا لا یحکم بہ و غیرہ۔

۳۔ دلائل متناقضہ:

یہ دلائل ہیں جو کسی دلیلی اصل کے بعد آتے ہیں اور اس کی ”توضیح“ یا اس میں

مذکورہ حصے پر ”تکریع“ ہوتے ہیں اس کی علامت ”و حذا“ ہے۔ کئی اس کے بعد

امام ہوتا ہے ”و حذا لأن“ اور کئی اس سے پہلے ”و انہذا“ لہذا ان کی دو تہیں ہیں:

## تقسیم ثانی باعتبار نوعیۃ الدلائل

اس اعتبار سے بھی دلائل کی چار اقسام ہیں:

۱۔ دلائل مترادفہ:

ایک دلیلی پر کے بعد دیگرے متعدد مستقل دلائل جو عقلیہ و نقلیہ دونوں ہو سکتے ہیں،

جیسے:

”ومن باع داراً دخل بناءها في البيع، وإن لم يسعه، لأن اسم الدار يتناول

المقصود والبناء في العرف، ولأنه متصل به اتصال قراره فيكون نفعاً له“ (كتاب

البيع: ٢/ ٣٠)

۲۔ دلائل مترادفہ اختلاص:

اصل دلیلی کے مقدمات ثابت کرنے کے لئے جو دلیلی شمس میں آجائے اسے دلیلی

مترادف کہتے ہیں۔ اصل دلیلی پر ”لام“ داخل ہونی پر ”آز“ گائے ”یا“ ”حیث“ ”یا

”سبحی“ ”یا وہ دلیلی استعمل لہ“ سے شروع ہوگی۔ اور کئی کئی ”لام“ بھی آتے ہیں۔ ذیل کی

عبارات میں کے بعد دیگرے دلائل بھی ہیں۔ دونوں صدہا پر تمام قلیل ہیں:

— ”الصلاة في الكعبة حائزة غرضها و انقيادها لخالقها لا لخالقها“ ”فوقها و لسا

## ارشاد الطالب

”ذلیل غمی تفریق“ کہیں گے، کیونکہ یہ ذلیل کے ساتھ ساتھ کسی اصل یا فرع پر تفریق ہوتی ہے، جیسے:

”وإذا شهد أربعة على رجل بالزنا، فأكثر لإحصان، وله امرأة قد ولدت

مست، فإليه يرجع، معناه: أن ينكر الدخول بعد وجود سائر الشرائط؛ لأن الحكم

ببطلان النسب منه، محكم بالأحوال عليه، **وإذا لم يلقها عقب الرجعة**،

والإحصان يثبت بطلان (كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع

عنها: ۲/۵۲۶)

اس مثال میں ولیدت سے پہلے منقہی ہے (ان حکم....)، اور اس کے بعد نقارہ مانع ہے۔ (والإحصان يثبت بطلان) نکاح میں ولیدہ وجود منقہی کی دلیل ہے۔

ذلیل لہمی اور باہنی کا بیان:

علامہ عیسیٰ لکھنوی، رحمہ اللہ تعالیٰ نے مقدمہ ہدایہ میں علامت

صاحب ہدایہ کو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ”وہذا لأن“ سے پہلے اور بعد دونوں ایسی عقلی

ہوتی ہیں۔ انفریق ہے کہ اس سے پہلے ”ذلیل لہمی“ ہوتی ہے اور اس کے بعد ”ذلیل

لہمی“ بنانا پھر رہا ہے ہیں۔

”وہیہ: کہ رہا بدکر الذلیل العقلی بعد العقلی، کاتہ بومی، ایی لہمی، قال

فہی ضایع الاذکار: ”ذکر المصنف کہ، بقول بعد ذکر دلیل علی مدعی: ”وہذا

لأن...“ ”وہیہ یہ ذکر دلیل لہمی بعد ان ذکر دلیل باہنی“ (۵/۲)

یہاں، ذلیل کی ان دونوں قسموں کو کھینچا جائیے۔ اگر استدلال باہنی ہو تو ذلیل

لہمی، اور استدلال باہنی ہو تو ”ذلیل لہمی“ کہنا ہے۔ یعنی کسی دعویٰ کو اس کی جتنی

علامت سے ثابت کیا جائے تو اسے ”ذلیل لہمی“ اور اگر اس کی علامت سے ثابت کیا جائے تو

## ارشاد الطالب

”ذلیل اور تفریق“۔ جب اس کے بعد وہ ضرورتاً اس حد کی خبر معروف ”ظہر شات،

واضح“ وغیرہ نکالتے ہیں۔ اس لیے اسے ”ذلیل توہمی“ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ جب اس

ذلیل اس سے پہلے ہو تو شراکتیں حسداً کا شمار کرنے لگے ہیں جو کسی اصل فقہی (قاعدہ یا

ضابطہ) کی شکل میں ہوتا ہے، اس کے بعد وہ لازماً اس اصل کے خلاف تفریق ہوتا ہے، اس

لیے اسے ”ذلیل تفریق“ کہا جائے گا۔

ذلیل توہمی:

اس کی علامت حد کے بعد لام ذلیل کا آنا ہے۔ ”وہذا لأن“ اس میں ذلیل ثانی

”من وہیہ مستقل، دلیل ہوتی ہے اور من وہیہ غمی، یعنی ذلیل اول کے اثبات کے لیے۔ اسے

”ذلیل غمی توہمی“ کہیں گے، صاحب غمیہ نے اسے ”ذلیل غایب“ کہا ہے۔ شراح یہاں

وہذا کے بعد ظاہر کو قدر کرتے ہیں: ”وہیہ: کہہ لو حقاً فی نصیبہ خاصہ، بكون

فسمہ السلیب فی السعة، ولو جاز فی نصیبہ لاند من اجازة نصیب الآخر،

بجلائل شراء العين **وہذا لأن** المسلم فیم صار واحیاً بالعقد، والعقد قام بہما

و فلا یفرق أحدهما برفعه“

غایب میں ہے۔

**ذلیل غمیہ**

”بقولہ: ”وہذا لأن المسلم فیم“ یعنی ان المسلم فیم

فہی ذمہ المسلم ایہ، (انصار واحیاً بعقد المسلم، والعقد قام بہما، فلا یفرق

أحدہما برفعه“

(مناہ مع فتح القدیر، کتاب النکاح، باب العلق فی اللہن، ۷/۷۰)

ذلیل تفریق:

جب لام ذلیل حسداً سے پہلے ہو (وہیہ) تو یہ ذلیل بہر کیف غمی ہوتی ہے۔ اسے



## ارشاد الطالب

یائے نسبت لگائی جائے) دوم از عرف مشہور دیکھا جاتا ہے۔

(مشد العرف، ۱۲۶، ابن حقیق: ۱۸۵، بحوالہ ساس المستحق: ۱۷۹)

فتح القدر میں ہے:

”و لأن حالة الممرض حالة الاستعانة من السائل لا لظهور أمارات الموت  
السوجب لانتهاء الأمل، وكل ما هو كذلك، فالإقرار ببعض التورقة فيه بورت  
تسعة تخصصية۔۔۔“ و علی هذا التقرير الذي هو مختار صاحب العناية يكون  
قول المصنف: ”و لأن حالة الممرض حالة الاستعانة“ دليلاً مستقلاً علی أصل  
المسألة، و هو الظاهر من أسلوب تحريره، و قال بعض الفضلاء: قوله: ”و لأن  
حالة الممرض حالة الاستعانة“ شطط علی قوله: ”و لهذا يمنع“ فإنه كان دليلاً

﴿و هذا دليل انتهى﴾

(عناية مع فتح القدر، كتاب الإقرار، باب إقرار الممرض، ۳۶۱/۷، ۳۲۶)

قاضی زادہ ”شیخ الاسلام“ فتح القدر ”میں لکھتے ہیں:

”من عيادة المصنف في كتابه هذا إذا أراد أن يبين لمية مسألة بعد بيان  
اشتهاء سلك هذا المسلك: إسماء إلى أن معاد الدليلين مختلف من حيث الإنية  
و اللبنة، و إن كان أصل المدعى واحداً، و كأنهما صار دليلين علی شيئين  
مختلفين، فليكن هنا علی ذكر منك، فإنه يمنعك في موارد هذا، و قد كتبت  
بقيت عليه من قبل أيضاً، فلا تغفل۔“

(عناية فتح القدر، كتاب الشهادة، باب طلب الشهادة والحضور منها، ۳۲۲/۸)

قاضی زادہ ”شیخ الاسلام“ فتح القدر ”میں لکھتے ہیں:

یاد میں ہے:

## ارشاد الطالب

اسے ”دلیل قوی“ کہتے ہیں۔ ”دلیل قوی“ ہمیشہ ہر فرد کو شامل ہوتی ہے کہ علت کے بغیر  
معاول کے کسی فرد کا وجود متصور نہیں۔ دلیل قوی کا ہر فرد کو شامل ہونا ضروری نہیں کیونکہ  
کسی شئی کی خارجی علامت کا اس کے بعض افراد میں نہ پایا جاسکتا ہو، جیسے کہ گھٹن ہے۔  
دووں دلیلوں کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

نہیں یا بحر کو دیکھ کر بخار پر استدلال کرنا دلیل ”قوی“ ہے کیونکہ حرارت بخاری  
علامت ہے نہ کہ علت، بخار کی علت تو غلظتِ اریو کا امتداد ہے لکھا یا کسی غلظت کا فاسد ہونا  
ہے۔ پس اگر کوئی کہے: ”هذا متعفن الأخلاط، و كل متعفن الأخلاط محضوم،  
فهذا محضوم“ تو یہ استدلال بالعلت اور دلیل قوی ہوگا اور اگر یوں کہا جائے: ”هذا  
محضوم، و كل متعفن الأخلاط محضوم، فهذا متعفن الأخلاط“ تو یہ استدلال  
بالطاعة اور دلیل قوی ہے۔

اسی طرح آگ لگنے سے جلنے پر استدلال ”دلیل نسبی“ ہے اور سرخ تھیاں جلنے یا  
سیٹیاں بجھنے سے آگ لگنے پر استدلال ”دلیل قوی“ ہے۔ جواں دیکھ کر آگ پر، بوکھڑے  
کھانا غراب ہونے پر، پٹھانہ جلنے سے ٹکلی پر، اسباؤ دیکھ کر قالیبت پر یا ناز پر ہتے دیکھ کر  
صاحب ایمان ہونے پر استدلال ”دلیل نسبی“ کی تمام مثالیں ہیں، جبکہ حسب نسب سے  
شرافت و خجارت پر خون نکلنے یا آگ لگنے دیکھ کر وضو نہ کرنے پر شعار اسلام کا اختلاف  
کرتے دیکھ کر دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر، بارش سے موسم کی خوشگواہی اور زمین کی  
شادابی پر ارباب باغ شریعت و سنت سے تعلق مع اللہ پر استدلال ”دلیل نسبی“ ہے۔

دلیل قوی کا دوسرا نام ”دلیل قوی“ ہے اور دوسرا نام ”دلیل قوی“ ہے۔

یاد میں ہے کہ دلیل قوی ”قوی“ کے جواب میں آتی ہے اور اس سے ”قوی“

جملہ شرطیں ملکتا ہے اور علم صرف کا قاعدہ ہے کہ ایسے موقع پر (جب دوسری نقطہ کے ساتھ

”وإن لبس شرباً مخطئاً أو غطى رأسه يوماً كاملاً، فعليه دم، وإن كان  
أول من ذلك، فعليه صدقة...“ فالسري عن أبي حنيفة رحمه الله أنه اعتبر  
الربيع **باعتبار** بالحلوق والعورة، **هذا لأن** ستر البعض استتاع مقصود بعناد  
بعض الناس. (مدلہ، کتاب الحج، باب الحجابات، ۱/۲۶۷)  
علامہ ابن الکریم کہتے ہیں: ”أهلاً لأن يصلح إبداء للجامع، أي العلة التي  
بها وجب في حلق الربيع الدم، وهي الارتفاق به على وجه الكمال.“

(فتح القدير: ۲/۴۳۷، ۴۴۷، ۴۴۸)

۷- ولاكل متفاداً:

کبھی ریل دوسے زیادہ مقدمات پر مشتمل ہوتی ہے۔ جمہور کے نزدیک جب ریل  
دوسے زیادہ قضایا سے مرکب ہو تو وہی اشتیقات متعدد رائل ہوتے ہیں۔ شہید یہ مٹا ہے۔  
”إن الدلیل المركب من أكثر من قضيتين، في الحقيقة دليلان أو أدلة إحد  
الحقیقی أن الدلیل لا یرکب إلا من قضيتين“ (رشیدیہ: ۲۰)

لیکن صورت میں پہلے دو مقدمات سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ اگلے مقدمے کے ساتھ مل کر  
ایک نئی ریل کو وجود دیتا ہے۔ ایسا رائل کو جو اکثر من متعدد پر مشتمل ہوں ”رائل متفاداً“  
کہتے ہیں۔ پھر وہ نئی مقدموں پر مشتمل ہوں گے یا زیادہ اگر ترقی پر مشتمل ہوں تو اس کی دو  
قسمیں ہیں، نصف اسے الاذلی، منضماتہ الآخر یا کرتیں سے زیادہ پر مشتمل ہوتا ہے  
”مترتبه سلسلہ“ کہیں گے۔ دائل متفاداً میں رائل اور مقدمات کا باہمی تناسب منطقی  
ایک ہوتا ہے۔ یعنی نتیجہ مقدمات ہوں، ریل ان سے ایک مدرم ہوتی ہے۔  
تین مقدموں پر مشتمل ریل - منضماتہ الاول أو الآخر:

یہ ریل درحقیقت دو ریلیوں کو ضم کر ہوتی ہے، البتہ اس میں دو کے بجائے تین

مقدمات ہوتے ہیں۔ پھر کبھی یوں ہوتا ہے کہ ضغری اصلیت ہوتا ہے اور کبری مستثنیہ یعنی  
بقیہ دو مقدمات سے ملا کر حاصل کیا گیا نتیجہ... اور کبھی ضغری مستثنیہ ہوتا ہے اور کبری اصلیت  
یعنی ضغری پہلے دو مقدمات کو ملا کر نکالنے کے نتیجہ کی شکل میں ہوتا ہے اور کبری تیسرا اصل  
مقدمہ ہوتا ہے۔

مثلاً اس الاذلی میں ضغری ”مستثنیہ“ یعنی پہلے دو مقدموں کو ملانے سے حاصل کیا گیا  
ہوتا ہے جبکہ کبری ”اصلیت“ ہوتا ہے، جبکہ متفاداً اس الاذلی میں ضغری ”اصلیت“ ہوتا ہے اور  
کبری ”مستثنیہ“، یعنی آخری دو مقدموں کو ملا کر حاصل کیا گیا ہوتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

۱- متفاداً ستر الاول:

دو ریل جس میں تین مقدمات ہوں۔ پہلے دو مقدمات کو ملانے سے جو نتیجہ نکلے اسے  
ضغری یا پایا جاتا ہے اور تیسرا مقدمہ اس ”ضغری مستثنیہ“ کا کبری ہوتا ہے۔ جیسے وایہ میں  
ہے:

مثال (۱): ”لأن هذه الشروط تختلف مقتضى العقد، فكانت فاسدة، والجهة

لا تعلق بها [أي بالشروط الفاسدة]“

(کتاب الہیہ، باب ما یصح وجوهه ولا یصح: ۲/۲۹۲)

پہلے دو مقدموں ”هذه الشروط تختلف مقتضى العقد، وما خالف مقتضى  
العقد فهو فاسد“ کو ملانے سے نتیجہ نکلا: هذه الشروط فاسدة. اب اس کے ساتھ تیسرا  
مقدمہ ملا میں گے ”والجهة لا تعلق بالشروط الفاسدة، اب نئی ریل کے دو مقدمات  
پہلے ہوں گے ”هذه الشروط فاسدة، والجهة لا تعلق بالشروط الفاسدة“، نتیجہ ہوگا:  
”هذه الشروط لا تعلق بها الجهة“



## ارشاد الطالب

هذا السليك الدين من غير من عليه الدين... وذلك لايحوز (باب الوكاله بالبيع

والشراء: ١٨٦/٣)

اس میں پہلے دو مقدموں ”کہنا تصمین“ اور ”تھاذا تصعیت کان حلاً...“ کو  
لانے سے نتیجہ آئے گا: ”انہما تسلیک الدین من غیر من علیہ الدین“ اس کی وضاحت یوں  
کے مقدمے ”وذلك تسلیک الدین من غیر من علیہ الدین [لایحوز]“ سے ملا  
کے نتیجہ آئے گا: ”انہما لایحوز“۔

۲۔ متضمنہ الآخر:

یعنی وہ دلیل جس میں تین مقدمات ہوں۔ پہلا مقدمہ معترضی ہے اور آخری دو کو  
لانے سے جو نتیجہ نکلا وہ پہلے مقدمہ اصل کے لیے گمراہی ہوگا۔

”قرآن اطلع علی حبانہ فی التولیۃ أسقطها من الثعن، وقال أبو یوسف:

یخط فیہا...“ لانی یوسف: **ان الأصل یعد ذلک ذلک والمرایعہ... فلا بد**

**من السواء علی الأول، وذلك بالخط.** (کتاب البیوع، باب المرایعہ

والتولیۃ: ۳)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کی دلیل میں تین مقدمات ہیں۔ پہلا (الأصل فیہ کونہ  
تولیۃ ومرایعہ) ضروری اصل ہے۔ آخری دو کو لانے سے جو نتیجہ آئے گا وہ گمراہی معترضی  
ہوگا۔ آخری دو مقدمے یہ ہیں: ”تلا بد من البناء علی الأول“ وذلك بالخط. ”ان  
دووں کا نتیجہ ہے“ فلا بد من الخط. ”اب اس نتیجہ کو پہلے مقدمے کے ساتھ ملا کر گمراہی  
نمائیں گے“ نئی دلیل یوں ہوگی: ”الأصل فیہ کونہ تولیۃ ومرایعہ، وإذا کان كذلك  
فلا بد من الخط.“ آخری نتیجہ ہوگا: ”الأصل فیہ الخط.“

اگر ان دو مقدمات اور تین دلیلوں کو ملا کر پڑھنا چاہیں تو ہمیں پڑھیں گے:

## ارشاد الطالب

مثال (۲): ”ان السو حود فی بد البایع سب القطع ونقل و آتہ لایافی السالیۃ ونفذ

العقد فیہ.“

(کتاب البیوع، باب عیار العیب: ۴/۷۷)

پہلا وہ مقدموں یعنی ”ان السو حود فی بد البایع سب القطع ونقل“ اور ”آتہ  
اسب القطع ونقل“ لایافی السالیۃ“

کولانے سے جو نتیجہ نکلا: ”ان السو حود فی بد البایع لایافی السالیۃ، اب اس کے  
ساتھ متضمنہ ملائیں گے، العقد بعد علی السالیۃ. اب نئی دلیل کے دو مقدمات  
یوں ہوں گے: ”السو حود لایافی السالیۃ. والعقد بعد علی السالیۃ.“ نتیجہ  
ہوگا: ”نفذ العقد فیہ (السو حود).“

مثال (۳): ”ان مملکۃ نبت مستندہ وهذا ثابت من وجہ دون وجہ، فلا

یظہر فی حق التضمین.“

(کتاب المناق، باب العبد یعق بعضہ: ۲/۳۶۲)

اس میں پہلے دو مقدموں یعنی ”مملکۃ نبت مستندہ“ اور ”الثابت مستنداً ثابت  
من وجہ دون وجہ“ کولانے سے جو نتیجہ نکلا: ”مملکۃ ثابت من وجہ دون وجہ“ اب  
اس کو اگلے مقدمے سے ملائیں گے جو ”لا یظہر فی حق التضمین.“ سے کچھ نہیں آ رہا  
ہے۔ اب دو نئے مقدمات یہ ہوں گے: ”مملکۃ ثابت من وجہ دون وجہ“،  
”و الثابت من وجہ دون وجہ لا یظہر فی حق التضمین.“ نتیجہ آئے گا: ”مملکۃ لا  
یظہر فی حق التضمین.“

”ومن لہ علی أخر الف درهم...“ وان أمره ان يشتري بيا عبداً بغير  
عینہ، فسات قبل أن یقبضه الأمر، سات من مال المشتري وإن قبضه الأمر، فهو  
لہ بالکس حبیفۃ رضی اللہ عنہ: ”انہما تصمین فی الوکالات...“ فلماذا تعینت کان





## ارشاد الطالب

الدعوى على اعتبار البيان، [د] يس الحق البيان بأصل الدعوى، [صحة]

الكفالة الأولى، [صحة] عليها الثانية، [صحة] الكفالة، [صحة] ١١٤/٣

اب آپ پہلی عمارت میں پوشیدہ تھے، ناک اور عمارت مقدمات اور دوسری میں پانچ ناک اور  
چھ مقدمات پیش کر کے پڑھ سکے کھائے۔

## ارشاد الطالب

ہسکو تیا، [صحة] کتاب النکاح، باب الولی، ٣١٥/٢

مقدمات پہلی میں ہیں: "ان الساس عرفوا بکرا، وإذا عرفوها بکرا [صحة]

بالنطق، وإذا علموها بالنطق [صحة] عنہا، وإذا انتعت عنہا [صحة] ہسکو تیا،

آخری نتیجہ جرم سے پہلے اور سب سے آخری مقدمے کو لانے سے نکلے گا یہ ہوگا، ان

النام عرفوها بکرا، [صحة] ہسکو تیا،

— "ان یأذن القاضي بالاستئذان عليه، لأن القاضي له ولاية عامة،

[صحة] إذنه كأمير العال، [صحة] دنیا فی ذمہ، [صحة] يسقط بمعنى المد، [صحة] كتاب

الطلاق، باب النفقة، فصل في نفقة المعتات، ٢/٤٤٩ اس میں لان

القاضي سے آخر تک متفادہ سلسلہ ہے اس عبارت کا نقلی ترجمہ کرنے کے بجائے

اسے یوں ترجمہ جائے:

"لان القاضي له ولاية عامة، وإذا كان القاضي ولاية عامة، [صحة] إذنه

كأمير العال، وإذا صار إذنه كأمير العال، [صحة] دنیا فی ذمہ، وإذا صار دنیا فی

ذمہ، [صحة] يسقط بمعنى المد،

ہا یہ میں حسب "متفادہ سلسلہ" آئے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں "نق"

(جو نتیجہ پر داخل ہوتی ہے) متعدد مرتبہ آتی ہے، جیسے کہ اوپر دی گئی تین مثالوں میں تین

مرتبہ آئی ہے، دیگر زیل کی مثالوں میں سے پہلی میں تین مرتبہ اور دوسری میں پانچ مرتبہ

"نق" کا تکرار ہے:

— "ولأنه لم أخلصه منه نصف ما في يده، فربما يؤثر الإذن الآخر به أيضا،

[صحة] نصف ما في يده، [صحة] نصف التركة، [صحة] على الثلث،

(كتاب الوصايا، ٦٧١/٤)

— "ولأنه لم أخلصه من ذمته معروفة، [صحة] إلى ما عليه، [صحة] [صحة]

## استدلال کی دو قسمیں

### (۱) استدلال بالکلیات والجزئیات:

استدلال بالکلی علی الجزیہ ہو تو "استدلالی" کہلاتا ہے۔ استدلال من الجزئیات الی کلیات ہو تو "استدلالی" کہلاتا ہے۔ پہلے کو "تذلی" اور دوسرے کو "معدولی" بھی کہتے ہیں۔ جب مغزری اور نتیجہ مذکور ہوں اور مغزری معدول ہو جیسا کہ فقہاء کی عادت معروف ہے تو اس میں ترتیب سے کلیت کا استخراج اور جز کے کل کی طرف معدول ہوتا ہے یعنی نئے قواعد اور کلیات ہاتھ آتے ہیں اور تاخصل الاصول کی مشق ہوتی ہے۔

اور جب کلمہ جز و نتیجہ مذکور ہوں اور مغزری معدول ہو تو اس میں کلیت سے جز ترتیب کی طرف نزول ہوتا ہے۔ یعنی کلمہ جز جو کلیہ ہوتا ہے اس سے وہ جز نکالا جاتا ہے جو مغزری میں مذکور ہے۔ اس سے تفسیر مع الشروع علی الاصول کی مشق ہوتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں معدول مفہوم کو نکالنے کا طریقہ قیاس اقترانی کے لحاظ میں "صورہ سہ" کی بحث کے تحت گزر چکا ہے۔

### (۲) استدلال بدلیل تخویری:

دلائل کی ایک قسم "دلیل تخویری" ہے۔ یہ "لا تدری" سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں غیر مرنہ کو مرنہ بنایا جاتا ہے گویا کہ اس دلیل سے ثابت ہونے والا مدعی اتفاق واضح اور

روشن ہے کہ محسوس و محسوس ہے قرآن شریف میں بھی اور مضارح و دلوں سے آئی ہے، مگر دیکھی اور صحیح بھی، بصیرت حاضر بھی اور غائب بھی، جیسے:

-"ارلیت من اعداء الیہ جوہا" (البقرہ: ۶۳)

-"قل کرلیم اذ کان من عند اللہ" (الأحقاف: ۱۰)

-"لو لسم یسروا ان السکبہ الیہ حللی السور والارض

....." (الأحقاف: ۳۳)

فقہاء و مضارح مغزروں کے سامنے لائے ہیں۔ مگر اس کے آخر میں "فہذا" اولیٰ جیسا لفظ آئے تو اس میں تشریح من الأدب الی الاعلیٰ مضمر ہوتی ہے اور مطلوب

اشوریہ کے ساتھ ثابت ہو رہا ہوتا ہے۔

## جواب دلیل کی آٹھ قسمیں

قیاس اقترانی و استدلالی کے ذریعے سے مخالف نے جس دعوے کا اثبات کیا ہے اس کا جواب دینے کے سات طریقے ہیں:

(۱) الممانعة: ہی: "طلب الدلیل علی معصۃ معصیہ"

و فصل: "فھی عدم قبول السائل معصۃ دلائل المعال کلہا کو بعضہا بالتعمین و التفصیل" (حاشیۃ السنا: ۱۵۷)

یعنی دلیل کے کسی مقدمہ کو متعین کر کے قصم سے کہا جائے کہ نہیں تسلیم نہیں۔ اسے ثابت کرو۔ جو دلیل منع کی تاکید کے لیے ذکر کی جائے اسے ممانعہ کی "سند" کہتے ہیں۔ اگر سند مذکور ہو تو "منع متروک بالسند" کہلاتا ہے۔ اگر مذکور نہ ہو تو اسے "منع بحر و من السند" کا نام دیا جاتا ہے۔



## ارشاد الطالب

(ارشاد الفحول للعلامة الشوكاني: ۲/۲۱۰)

و التعريف الجامع أن يقال: "التقصير: إبطال دليل المعتل بعد تنامه، باستلزامه فساده، كتخلف الحكم عن العلة أو لزوم المعال" (رشيد: ۳۳) یعنی مدعی سے یوں کہا جائے کہ آپ کی دلیل تسلیم کرنے سے دوہیں سے ایک شراد لازم دے گا: ۱۔ "تخلف الحكم عن العلة" یعنی یہی دلیل دوسرے مقامات پر پائی جاتی ہے، لیکن آپ وہاں خودیہ حکم ثابت نہیں مانتے۔ ۲۔ "لزوم معال"۔

گویا کہ مناقضہ میں دو چیزیں ایکی ہیں جن سے قصص کی دلیل کو باطل کیا جاتا ہے: تخلف اور لکڑیاں جمال۔ ان دونوں کو مناقضہ کا "شائبہ" کہتے ہیں۔

نسخ التقریر میں ہے:

و اعترض بأن هذه مناقضة لدفعي كتاب الحدود من أن النسب لا يثبت من المساواة بالوطء في العدة، و نفس في المنسوبة بالثلاث إذا و حلقها البروج بشبهة كسالت شبهة الفعل، و فيها لا يثبت النسب، و إن ادعاء نفس عليه لمي كتاب الحدود، و أحجب بحسب السد كور هناك على المطلقة ثلاثاً، و المطلقة على سال، و بحمل السد كور هنا على المنسوبة بالكنايات، و فبإدفع التناقض" (فتح القدير، نصب: ۹۹۹۹)

تنبیہ: عمل المناظرۃ بسمی المساواة "مناقضہ" و المناقضۃ "تنقضاً"۔ اس اصول کے تحت ہر ایک شروعات میں مماندہ کو اکثر مناقضہ کا نام دے دیا جاتا ہے، جیسا کہ مماندہ کی اس عبارت میں ہے۔

نو لہ: انتہا منعت منه "جنار أن يكون مناقضة" و تغیرہ: أنا لا نسلم أن

استلزامه علم، كذا في هذا أصلاً إلى طاعة الواو أحاطاً في ثباتها منعت منه ما قابل

## ارشاد الطالب

نسخ التقریر میں ہے: "و الحساب عن الثاني: **منع** أنه لا ضم ولا تزواج بين الثالث و السلوكة" (۱/۶۳)

ایک اور جگہ ہے: "قولہ و لأبي حنیفہ: أن أهل الذمة لا يلتزمون أحكامنا في الديانات...." حاصلہ: **منع** المقدمۃ الفاضلة أنهم التزموا أحكامنا في السعادات، بل ليسوا ملتزمين بعقد الذمة ما يعقلون، بخلافه منها: إلّا ما شرط عليهم" (۲/۳۶۰)۔ غنائی میں ہے:

قولہ: "و لأن السبب دليل يتضمن **استلزاماً**، بأن يقال: "لا نسلم أن السبب قد وجد لأن السبب هو السال السامی، و هو غیر متحقق؛ لأن الساء إذا يكون بالقدرۃ علی التصرف، و لا قدرۃ علی السال الضمار"۔

(عتابۃ: کتاب الزکاة: ۹/۹)

و هذا التقریر کما تری بشیر إلى أن المصنف ذكر دليل أبي حنیفہ طریق المعارضة، و لو أخرجه إلى سبيل **الاستلزام**، بأن يقول: "لا نسلم أن الدين ثابت، بل هو ساقط، و سید کر **المنع** بقوله: "فإن الدين هو الفعل"۔ کان أحق قی و نحوہ النظر علی ما لا یحتمی علی المحصلین، و تنبیہ لهذه النکتہ، و استغنی عن إعدادها، "اعتابۃ، الکفالة بالسال: ۹/۹"

اعداد الفتاوی میں ہے: "آپ نے جواب میں فوراً نہیں کیا۔ میں نے..... پوری عبارت جواب کی دیکھی۔ جواب کا حاصل "منع" ہے اور "منع" کے لیے "منع" کی ضرورت نہیں اور اگر ترجیحاً پیش کر دینی چاہے، اس پر قدر حشر منع نہیں۔ حاصل اس منع کا ا مثال ہوتا ہے اور ا مثال: ہر جوہر ہر سند کے بھی باقی ہے۔ (۳۱۹/۶۲)

(۲) المناقضۃ: قبل نحو: "تخلف الحكم مع وجود العلة"۔

لفظی ترجمہ نہیں ہوتا، بلکہ اس سے روح بالائین اصطلاحات مراد ہوتی ہیں، لہذا ان کا ترجمہ یوں ہوگا:

”میں اس کیل کے فلاں مقدمے کو تسلیم نہیں کیا گیا اور اس پر کیل طلب کی گئی ہے۔“

”توفیق“ اس کیل پر اعتراض ہے کہ دوسری جگہ بھی علت ہے، لیکن یہی حکم نہیں یا

اس کیل کو ماننے سے محال لازم آتا ہے۔

”توفیق“ اس کیل کے مقابلے میں یہ کیل قائم کی گئی ہے۔

ویل کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

و **توفیق** یسا اذ باع طلعماء، وهو فی السواء، فإنه روي عن محمد

رحمه الله: "إن المشتري إن كان يعلم مكان الطعام، فلا خيار له، وإن لم يعلم

فله الخيار، ولو عين مكان البيع للتسليم، لما كان له الخيار.

و **موقوف** بیان مکان المقدّم کو تعیین و بطلان العقد بیان مکان آخر، کما

فمن بیع المهن، فإن من اشترى، كره خطئه و شرط على البائع الحمل إلى منزله.

فقد عقد، اشترى في المصير أو حارجه، فحسبه أو بخلاف حسبه.

و الجواب عن **القول** أن مكان البيع يتعين للتسليم، إذا كان المبيع

حاضراً، و السبب في السلم حاضراً، لأنه في ذمة المسلم إليه، وهو حاضر في

مكان العقد، فيكون السبب حاضر بحضوره.

و عن **المعارضة** بأن التمسین بالدلالة، فإذا جاء بصریح بحالها، بطلها،

و إسماء قدس فی بیع العین، لأنه قال الثمن بالسبب و الحمل، فتصير معلقة في

صفقة. (المایة، بحث السلم فی اللحم، ۹۳۳)

لذلك، لأن كل رطة تصرف في البضع، وإذا كان كذلك لا يفتقر تسليم كماله.

و حار ان يكون **المعارضة** أو تقريره، **نفساً مستقلة**، ما قاله الدال، لأن كل

وطأة تصرف في البضع المستخرج، و التصرف فيه لا يخلو عن البدل، إياها

لخطره، **و الجمع مما قبله** **المعارضة** **صحيح** ۲۶۹/۳

(۳) المعارضة: "إقامة الدليل على خلاف ما أقام الدليل عليه

الحکم." (روشدید، ۱۰۹)

یعنی معنی کی دلیل کے مقابلے میں ایسی دلیل پیش کرنا جس سے اس کے دعویٰ کی نفی

ہوتی ہو۔ اگر یہ دلیل دعویٰ کے دعویٰ کے خلاف ہے تو اسے "معارضہ فی الدلیل" کہتے ہیں

اور اگر اس کی دلیل کے کسی مقدمہ کے خلاف ہے تو اسے "معارضہ فی الشدہ" کہتے ہیں۔

رشید یہ ہیں ہے کہ کبھی ان تینوں میں اختلاف، مناقضہ، معارضہ و "جمع" کہا جاتا ہے۔

۳۰۰ (۳۰)

جو کئی معنی میں ہے:

"قال العسقلی: "وإن" قول: "إن مع التالین حقيقة و حکماً" إشارة

إلى الجواب عن قياسه على الحرمي المستأن، و قوله: "و السبي" بحسب ملك

الرقبة: **معارضة** و قوله: "ثم هو يقتضي الصفاء في محل عمله" **ماقتض** یعنی:

إن أردت أنه يقتضي الصفاء في محل عمله، فمسلم، و لكن لا سلم أنه لا

يصدق إلا بانقطاع النكاح، و السند (أي سدد المناقضة) ظاهر، و إن أردت أنه

يقتضي الصفاء في محل عمله، و في محل النكاح أيضا، فغير مسلم."

(حواشی السعدیة علی غامض المناہذہ ۲۹۲/۳)

فاکتہ: شروع ہوا میں جب "شعب"، "توفیق" اور "توفیق" کا لفظ آئے تو اس کا



## ارشاد الطالب

النزاع“ (ارشاد الفحول: ۲/۲۲۲)

مطابق بعض المسائل قبل المذکور فی الی نے کہا: ”لکن رجعا الی المدینہ، لیخرجن  
الأخضر منها الأول“۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے جواب میں کہا: ”و لئلا  
الغرة و لرسوله و للمؤمنین“ (الساوقین: ۸) مگر جیسا تم سمجھتے ہو یا سارور ہوگا، لیکن  
مررت و زلت کامیاب رہیں جو تمہارے بالکل گمان میں ہے۔

”و لایبی حقیقۃ القول بالموجب:“ یعنی مسلمنا ان الغرائض بکون قائما  
بتیام العدة، و لیکن العدة ہاذا لیست بقائمة؛ لأنها تنقضي بالقرار ہا یوضع  
الحصل، و المقضي لا یصلح حجة، فمسست الحاجة الی اثبات النسب ابتداء  
بالقضاء، فیشترط کمال الحجة (فتح القدیر، باب ثبوت النسب: ۳۲۱/۴)  
”و قوله:“ تو قد تراضی حکم العقد“ جواب عن قوله؛ لأن العقد وضع  
لحکمة، و تفرقة القول بالموجب: یعنی مسلمنا ذلك، لیکن الحکم ہاذا لم  
یسعدم، بل تراخى الی الاجازة، و الحکم قد تراخى عن العقد، کما فی البیع  
یشترط الجواز، فإن لزومه مزاج الی سقوط الجواز۔“

(عتایہ، فصل فی الوکالة بالکاف: ۳/۸۹۲)  
صاحبین کی دلیل کا جواب ”القول بالموجب“ کے قیل سے ہے کہ اس میں ان کی  
دلیل تسلیم کرتے ہوئے معاویہ تسلیم کرنے سے غور بیان کیا گیا ہے۔

(۷) فساد الوضع:

هو عبارة عن: ”کون العلة معتبرة فی نقض الحکم بالنقض أو الإجماع“  
(تعارفات)

## ارشاد الطالب

(۴) القلب: هو: ”ان یسیر انقلاب ان ما ذكره المستدل بدال علیه

لا، أو یدال علیه و لیه“ و من أنواع القلب: ”جعل العلول علة، و العلة  
سعلولاً، و إذا أمکن ذلك، تبين أن لا علة:“ قال ابن الحاحب: ”جعل الله نوع

من أنواع“ (أیضاً: ۲/۲۲۱)

فتح القدير میں ہے:

”قوله:“ تو ليس له حتى الاستغناء“ کل من الزوج و المرأة له حتى الاستغناء،  
و علیه إبقاء، فكما أن له استغناء منافع البضع، و علیه إبقاء المهور، كذلك لها  
استغناء المهور، و علیها إبقاء منافع بضعها، و حیث فقد <sup>هذا</sup> هذا الدلیل  
فیقال: ”لیس لها حق استغناء المهر قبل إبقاء منافع البضع.“ (۲۴۸/۳)

(۵) العکس:

هو: ”انقضاء الحکم لانقضاء العلة“ و قيل: ”تعلیق نقض  
الحکم بتعلیق العلة“ و مثل له فخر الإسلام بقوله: ”ما یلزم بالشر بالشرع  
کالحج، و ما لا یلزم بالشر لا یلزم بالشرع کالوضوء۔“

و هو ليس من باب المعارضة؛ لأنها للذبح، و العکس للتصحیح، فكان  
یسعی أن لا يذكر فی هذا الباب، لکنه لما استعمل فی مقابلة القلب؛ لکونه للإبطال،  
و العکس للتصحیح، لکن العکس باب المعارضة أو القلب.

(المستصفی: ۲/۳۱۶)

و قد فرق فی التوضیح بین القلب و العکس بأن: ”جعل الشعراض إن کان  
علی نقض الحکم بعینه فقلب، و إن کان علی ما یستلزمه فلعکس۔“

(المستصفی: ۲/۳۱۶)

(۶) القول بالموجب: هو: ”تسلیم مقتضى الدلیل مع بقاء

## ارشاد الطالب

البيع وحرم الربوا: "البيعي اولاً قوی قیاس باطل ہے کہ شخصیں مخصوص ہے اور قیاس کی شرط یہ ہے کہ شخص میں پہلے سے نص وارد ہو۔ ثانیاً یہاں مکت قارذ موجود ہے کہ بیع میں فصل خالی کن ہوگا، بجائے بائیں فصل خالی کن انعمش ہوتا ہے۔"

## ارشاد الطالب

عنائیہ میں ہے:

"وفال شافعی: الرنا لا یوجب حرمة المضاهرة، لأنها نعمة؛ فإنها تلحق

الأحتمیات بالمحارم، وکل ما هو نعمة لا ینال بالمحظور؛ **الاستفتاء المناسب**

(کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۳۶۵/۲)

خط کثیر و عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ شفیق و دلگیر و نفاذ شیعہ،

پر قبول کرتے ہیں۔

"وإنما أنه كثيرة محضه، وفي الكثرة معنى العباد، فلا تنطاط بمثلها؛"

(کتاب الحجابات: ۵۶۰/۴) امام شافعی صاحب کی دلیل کا یہ جواب بھی جس قانون میں

"العبادة لا تنطاط بالكثرة" پڑتی ہے، اور اصل سادہ بیع پر قائم ہے۔

(۸) الغرق:

تمثیل (قیاس فقہی) کے ذریعے ثابت کیے گئے کوئی کو باطل کرنے کا ایک ہی طریقہ

ہے: "الغرق"

"الغرق بالفسخ وسكون الزاه، عند الأصوليين وأهل النظر: هو أن يغرق

المعترض بين الأصل والقرع ببداهة، ما يحسن بأجله؛ لأن لا يصبح القياس،

وإنما يلبس "الصحيح"، وإنما الجملة فالغرق: "أن يبين المعترض في الأصل وسفاهة

مدخل في العلمية لا يوجد في الغرق."

(كتشاف اصطلاحات الفنون والعلوم: ۱۲۶۹/۲)

چیز قرآن شریف میں ہے کہ کفار نے دبا کی حالت ثابت کرنے کے لیے قیاس کیا

"إنما البيع مثل الربوا" اس طور پر کہ دبا اصل بیع فرج، معاوضہ یا منتخل مشترک اور

حکم مشترک حالت ہے۔ انڈیا پاک نے اس قیاس کو باطل کر دیتے ہوئے فرمایا: "وأحل الله



## اصطلاحات صاحب الہدایہ

ہر کتاب کو سمجھنے کے لئے اس کے مصنف کے اسلوب اور مخصوص اصطلاحات کو سمجھنا ضروری ہے۔ صاحب ہدایہ چند مخصوص اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جن کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

پہلی اصطلاح - حوالہ جامع صغیر:

ہدایہ میں جب بھی ”وفی الجامع الصغیر“ کا لفظ آئے تو قدوری کی عبارت سے زائد کسی اضافی فائدہ دہی اور جامع الصغیر کے درمیان تقاض کی طرف اشارہ کے لیے ہوتا ہے۔

اضافی فائدہ کی مثال:

”و الذبح بین الحلق والیہ، **وفی الجامع الصغیر**: لا یبأس بالذبح فی الحلق کلہ، وسطہ، و اعلیہ و اسفلہ۔“ (کتاب الذبائح: ۴۲۷/۱)

عناصیر میں ہے:

”و اتمی بلفظ الجامع الصغیر لأن فیہ بیاناً لیس فی روایۃ القدوری، و ذلك لأن فی روایۃ الشافعی بین الحلق والیہ، و لیس فیہما مذبح غیر ہما۔“

## ارشاد الطالب

فیحمل علی ما یادل علیہ لفظ الجامع الصغیر“ (عناصیر: ۴۱۳/۸)

”و من حفر بئر فی طریق المسلمین أو وضع حجراً فثلث بذلك إنسان،

فلیتہ علی عاقلہ.....“ و فی الجامع الصغیر فی البیوعۃ یحفرها الرجل فی

الطریق، فإن أسره السلطان بذلك أو أحرره علیہ لم یشتم.....“ قولہ و فی

الجامع الصغیر البیع ذکر روایۃ الجامع الصغیر لاقتضائها علی بیان إذن الإمام،

عناصیر: ”کتاب الذبائح، باب ما یحدث الرجل ۴۲۶/۱

تقاض کی مثال:

ہدایہ میں ہے:

”و ان کان الشیور منها **کرویتان** أن یأخذ منها أكثر مما أعطاهما **کرویتان**“

**روایۃ الجامع الصغیر**: **باب الذبائح** الفضل أيضاً۔“ (کتاب النکاح، باب

الخلع، ۴۰۴/۲)

”و اذا ارادت المطلقة أن تخرج بولدها من العصر، **لیس فی اصطلاح** لہا

فیہ من الإصرار بالأب، إلا أن تخرج بہ الی و طلیہا، و قد کان الزوج تزوجہا فیہ

**کرویتان** فی الجامع الصغیر لأن لہا ذلک“ (کتاب الطلاق، ۴۳۶/۲)

دوسری اصطلاح - حرف تعقیب:

ہدایہ میں ”تم“ کا لفظ کسی ضمنی حرف کے آغاز کی علامت ہوتا ہے۔ جیسے:

”و من یباع صیرۃ فلہام، کل فلیتیر یلزمہم حاز البیع فی فلیتیر واحد

.....“ **کرویتان** إذا حاز فی فلیتیر واحد عند أمی حیثۃ فلیتیر الحیار.....“

(کتاب البیوع: ۳/۲)

”باب الیہ میں ”کل“ اجاب دیع وقد ظہر“ کے تحت ”تم“ دو بار آیا ہے۔ ایک

## ارشاد الطالب

مثال تفسیر مطبق:

☆..... معناه کی مثال "ویرع عنه نیاہ" **معناه** دون الإزار.

رکات الحدود، فصل فی کیفیت الحد وإقامتہ: ۲/ ۵۱۰

☆..... یعنی کی مثال: فلو سرتماشی درہم بصاعہ لم یعتبرها وکذا

المضاربة" **یعنی** إذا سرتماشرب به علی العاشر: (کتاب الزکاة، باب فی من

یسر علی العاشر: ۱/ ۱۹۸)

☆..... هذا إذا کی مثال: "ویحور بیع الطعام والحبوب مکایلة

ومحاربة" **بمعناه** إذا یباعه بخلاف ما إذا یاعه بخسده

محاربة:..... (کتاب البیوع: ۲/ ۲۲۰)

☆..... قول کی عبارت میں معناه اور هذا إذا دونوں لکھے استعمال ہوئے ہیں:

"إذا شهد أربعة علی رجل بالزنا، فزکراه فزحم، فإذا الشهود معوس أو

عیبد، فالذبة علی المرتکین عند أبي حنيفة، **بمعناه** إذا رجعوا عن التزکية.....

والقول: **هذا إذا** قالوا: **بمعناه** التزکية مع علما بخلافهم."

(کتاب الحدود، باب الشهادة علی الزنا والرجوع منها: ۲/ ۵۲۵)

یہاں معناه اور هذا إذا تفسیر مطبق کے لیے ہیں۔

☆..... الراوی مثال:

— "إن کان ماله أكثر من دینہ، زکی الفاضل إذا بلغ نصاباً....." **المراد**

**دین** له سقطا من جهة العباد حتی لا یسمع دین الدر والکفارة. (کتاب

الزکاة: ۱/ ۱۸۷)

— "إذا أطاع المشتري علی عیب فی المبیع، فهو بالخيار: إن شاء أبجده

بجميع الثمن وإن شاء ردّه....." **المراد به** عیب کان عند البائع، ولم يره

## ارشاد الطالب

مرتبه دباغت کی تعریف والذرائع کے لیے اور دوسری مرتبہ دباغت اور ذکاۃ کے حکم میں

کیسایت بیان کرنے کے لیے۔ کل اہصاب دباغت فقد ظہر... ثم ما یسمع الشن و

الفساد فهو دباغت... ثم ما یظہر جلدہ بالذباغت یظہر بالزکاة. (کتاب الطہارۃ،

باب المیاء: ۱/ ۴۰، ۴۱)

باب الاعتکاف میں "وهو البت فی المسجد مع الصوم و نية الاعتکاف"

کے تحت دوسری لفظ "ثم" آیا ہے۔ کل مرتبہ "ثم الصوم شرط لصحة الواجب

منه....." سے پہلے بھی مسئلہ اور "ثم الاعتکاف لا یصح الا فی مسجد

جماعة....." سے دوسری مسئلہ بیان ہوا ہے۔

(کتاب الصوم، باب الاعتکاف: ۱/ ۲۲۹)

یہاں کے بعد بھی مسئلہ جسے "مسئلہ مرتبہ" کا نام دیا جاتا ہے مذکور ہوتا ہے، جسے

فصل فی البیوس میں "قول ما یوکل لحدہ" کی طہارت و نجاست کی بحث کے بعد اس کے

شراب کے حوازی عدم حوازی کے بیان کا آغاز "ثم" سے کیا ہے۔ "ثم عند أبي حنيفة

رحمه الله لا یحل شرابه للذباوتی....." (۱/ ۴۲)

تیسری اصطلاح — آواز تفسیر:

أولاً تفسیر لینی حرف تفسیر (ای) حینہ تفسیر (یعنی، معنای) یا اسلوب تفسیر

(السراد، هذا إذا) یہ تینوں چیزیں مطلق عبارت کی تفسیر یا اشکال کے جواب یا ابہام کے

دفع کے لیے آتے ہیں۔ گویا ان کے یہ تین مقامات ملتے ہیں: (۱) تفسیر مطلق (۲) دفع

ابہام (۳) دفع ابہام۔



## ارشاد الطالب

”مفہم الحائیں متحدہ، وهو فساد العقل، **والیس معناه**، أنه لا يشترط المعارضة في بد الشفري، لأن الله تعالى قادر على إزالته وإن كان قل مايوزل، فلا بد من

المعادرة للدرد“ (كتاب البوع، باب حيار العيب: ۴/۴۱)  
مثال دفع ابہام:

”وإذا تزوجها على حيوان غير موصوف، صحت التسمية، ولها الوسط،

والزوج محصور إن شاء أعطاهما ذلك، وإن شاء أعطاهما قبعة“ قال: **معنى هذه**

**القبعة**، أن يسمي جس الحیوان دون الوصف، بأن يتزوجها على فرس أو حصان، أما إذا لم يسم الحسن بأن يتزوجها على دابة، لا يجوز التسمية، ويجب مهر المثل“

(كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۳)

”وإن شهد أربعة على شهادة أربعة على رجل بالزنا لم يحد“.....

فإن جاء الأولون فشهدوا على المعادة في ذلك المكان، لم يحد أيضاً، **معناه**، شهدوا على ذلك الزنا بعينه“

(كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها: ۲/۵۱۳)

چونچی اصطلاح - اوراق تسمیہ:

دراں عقلم کی تیری تم، ”تقبل“ (تس تسمی) کے لیے صاحب دایہ ”اداق تسمیہ“ یعنی حرف تسمیہ، یعنی تسمیہ یا اسلوب تسمیہ استعمال کرتے ہیں۔

- حرف تسمیہ سے مراد کاف، کاء، کنکلاک، مثل ہیں۔

- صیغہ تسمیہ سے مراد ”الاعتبار“ کے مشتقات جیسے اعتباراً بکدا، ہو معتبرہ بکدا،

ونیمہ، باللفظ ”لیمہ“ کے مشتقات، جیسے فایمہ، یا شامہ بکدا، ونیمہ ہیں۔

## ارشاد الطالب

المشتری عند البيع ولا عند القبض؛ لأن ذلك رضا به“

(كتاب البوع، باب حيار العيب: ۲/۴۰)

ان دونو مثالوں میں ”المسراذ“ تفسیر مطلق کے لیے آیا ہے۔ لیکن مثال میں ”وین“ کی ایک تفسیر بیان ہے جبکہ دوسری میں ”عیب“ کی تفسیر میں ”وین“ بتائی گئی ہیں۔

(۱) عیب کان عند البائع (۲) ولم يره المشتري.

قول کی عبارت میں معناه کا انفرادی ابہام کے لیے جب کہ المراسد تفسیر مطلق کے لیے آیا ہے۔

”والإتيان في البول في الفراش، والسوق في الصغير عيب مالم يبلغ، فإذا بلغ فليس ذلك عيب حتى يعاوده بعد البلوغ“ **معناه**، إذا ظهرت عند البائع في صغيرة لم حدثت عند المشتري في صغيرة، فله أن يرد؛ لأنه عين ذلك، وإن حدثت بعد بلوغه لم يرد؛ لأنه غيره. **والمراد** من الصغير: من يعقل، فأما الذي لا يعقل فهو ضال لا أتى، فلا يتحقق عيباً“ (كتاب البوع، باب حيار العيب: ۳/۴۰، ۴۱)

تح القدر میں ہے:

”قال: **ومعناه** إذا ظهرت.....“ اُتی معنی قوله: ”فإذا بلغ فليس ذلك عيب“..... یعنی یہاں معناه کا لفظ تس کے ایک تمہ کی تفسیر ہے۔ (۵/۵)

مثال دفع ابہام:

”وإن مرّ دسمي بحصير أو حنبر عشر الحمر دون الحنبر“ وفوله: ”عشر

الحمر“ **معناه**، من قيمتها“ (كتاب الزكاة، باب من يمر على العاشر: ۱/۱۹۸)

”وإن الحنبر في الشعر عيب أبداً“ **معناه**، إذا جن في الشعر في يد البائع ثم عاد يده في يد المشتري فيه أو في الكبر، يرد؛ لأنه عين الأول، إذا السب

سألتها، وكذا الوارث، فأما نفس الخيار لا يورث. (باب خيار الشرط: ٣/٣٢)

اس عبارت میں ”کھیار العیب“ قیاس فقہی ہے، جس کا جواب ”بہتلاف خیار

العب سے دیا گیا ہے۔ لفظ "بند ناف" کا استعمال اکثر پیشتر ہی غرض سے ہوتا ہے۔

۲- قضا و قدر:

وإن صلحت من شغلته على عوض، بطلت منفعته، وبرد العوض؛ لأن حق

الشفقة ليس  
الحق مغفور في العجل  
بل هو مسخر حتى التملك، فلا يوضح

عبدالله بن محمد بن عبد الله

الطاهر والمطهر لأنه اعتياض عن ملك في السجل.

(کتاب الشفعة) باب ما یجوز به الشفعة: ٦٠٦ (ع)

”حقائق متعارفہ المعلّیٰ“ کی قید سے ”بہ خلاف الفصاحی“ ”اقرّ الاول

اور بعد از الطلاق، عتاق "آخر از عالمی ہے۔"

ذیل کی عمارت میں۔ یہی لفظ اسی فرض کے لیے دو مرتبہ آیا ہے۔

المعلم في لا موهبة  
العلم في لا موهبة

الكتاب في بيان ما ينبغي من التوكل

(كتاب التفسير الميسر ١٨/٨١)

پہلی مرتبہ "الفنل" (جی ٹی وی) کی غیر ظلمی کی قید سے اور دوسری مرتبہ

”باعتقادِ اجماع کے لیے آئی ہے۔“

٢- دفع مقدور

— ولبي الشكري عبد الله علي الله عشرة آلاف حب، فإذا لم تسعها أو أحده عشرة.

تدريجاً إلى جهة الشمال الغربي أو الغربي أو الجنوبي الغربي، حار في الأصل،

- اسلوبِ تفسیر سے مراد فقہ و مفسرین کا، فی معنی کذا، ہو منزلہ کذا،

الحمد، يكذب، الحق، يكذب...

تینوں کی مثالیں تفصیل کے ساتھ متبادل کی بحث میں گزر رہی تھیں۔ یہاں دہرائے کی

حاجت نہیں، البتہ اتنی بات پھر کہنے کی ضرورت ہے کہ اداۃ تقیہ ہمیشہ قیاس فقہی کے لیے

نہیں ہوتے۔ جب دہلی کے سیاق میں آئیں گے تو قیاس ہوں گے جب بیان مسئلہ یا

دعویٰ کے سیاق میں ہوں تو نہ قیاس کے لیے ہوں گے نہ وہاں ارکان اربعہ موجود ہوں گے۔

اس نکتے کو یاد رکھنا ضروری ہے ورنہ اب محض پیدا ہو سکتی ہے۔

پیچیدگی - ۱۰۰ - مطالعات

ہدایہ میں ”بحلاف.....“ کا لفظ ملتا مقاصد کے لئے آتا ہے۔ زیادہ تر یہ قیاس بھی

کے جواب میں فرق بین المؤمنین والمؤمنات علیہ کے لیے آتا ہے۔ اس کے علاوہ قید احترامی

کافائد بیان کرنے اور شیخ و شل مقدر کے لیے بھی آتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ کتابیں مقاصد

ماتے جاتے ہیں۔ ان میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔ جب مٹھیس علیہ فرق بیان ہوگا تو تو مٹھیس

ایسی قید لگائی جائے گی جو فرق کو واضح کرے اور جو قید احترامی کا ناکندہ ہو و ولس مقتدر کا

جواب بھی میں ملتا ہے۔ ملاحظہ

تینوں کی مثالیں باتر سب یہ ہیں۔

۱۔ بیانِ فرح و جواہرِ نیاں :

”وإذا مات من له الخيار، بطل خياره ولم يتصل إلى ورثته، وقال

الشافعي. يتغل ويورث عنه؛ لأنه من الأرم ثا لب في البيع فيعبر فيه الإرث

كتاب المناقب لشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله

والأرض فيما يقبل الانقراض، بخلاف خيار العيب، لأن السورث استحق المبيع



## ارشاد الطالب

”اشتری شوبین علی آن یاخذہ ایما شہاء بعشرة، ووضو بالخیار الی

ثلاثة أيام، فهو جائز، وكذلك الثلاثة، **کتاب** کانت أربعة أبواب، فالبيع

فاسد، **کتاب** البيوع، باب حیار الشرط: ۲/۲۴

یہ عمارت دو مکلوں پر مشتمل ہے۔ پہلا ہے، ومن اشتری شوبین... فهو جائز،

دوسرا بیان کانت أربعة أبواب فایع فاسد، ذیل میں ان کی نقل میں جو عبارت ہے اس

میں مسئلہ اولی کا ثبات کا نقل سے اور ثانیہ کا غور سے کیا گیا ہے:

”وجه الاستحسان: أن شرع الحیار للمساجة... فكان فی معنى ماورد به

الشرع، **فی** أن هذه المساجة تسدفع بالثلث والوجود الحیدر والوسط والردي

فیها۔“

”ومن وطی أمه فولدت منه، ففی أم ولد له، وعلیه قیمتها، ولا مهر

علیه“ **کتاب** النکاح، باب ۲/۲۴۳

اس عبارت میں تم حکم بیان ہوئے ہیں

(۱) ففی أم ولد له (۲) وعلیه قیمتها (۳) ولا مهر علیہ

ان تینوں کی دلیل میں جو عبارت ہے وہ اگرچہ مسلسل ہے لیکن ہم اسے تین حصوں میں

تقسیم کر کے ہر حصے کو اس کے دوی کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاہل ذکر کتب یہ ہے کہ نقل

اولی کو نقل سے، نقل عالی کو ”فی“ سے اور نقل ثالث کو ”ثم“ سے شروع کیا گیا

ہے۔

(۱) ففی أم ولد له: **فی** أن له ولاية تملك مال ابنه للمساجة الی

البناء، فله تملك جاريتہ للمساجة الی صباه الماء.

(۲) وعلیه قیمتها: **فی** أن المساجة ایضا تسدع دونها آتی ایضا

## ارشاد الطالب

بخلان، ما إذا اشتری شوبین علی أنهما هرویان، فإذا أحدهما مروي حيث لا

يخبرون فیه، وإن بین لیس کل واحد منهما“ **کتاب** البيوع: ۳/۲۴، ۲۴

”ومن ایشاع داراً شرطاً فاسداً فلا شفعة فیها... **بخلان** ما إذا كان

الخیار للمشتري فی البيع الصحيح؛ لأنه صار أخص تصرفاً، ولفی البيع الفاسد

منع عنه۔“

(کتاب الشفعة، باب ما نصب فیه الشفعة وما لا نصب: ۴/۴۰۶)

ان دونوں عبارتوں میں شرح کرام اور محققین حضرات کی تصریح کے مطابق لفظ

”بخلان“ سے سوال مقدر کا جواب شروع ہوا ہے۔ مطلق مقام پر ملاحظہ فرمایا جائے۔

چھٹی اصطلاح - حرف استثناء (إلا، غیر، لیکن):

صاحب ہدایہ کی ایک خاص عادت ہے کہ متن میں دو ذکر ہوں تو اول کو عام اسلوب

سے اور دوسرے کو حرف استثناء ”إلا“ یا غیر یا لیکن کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ ذیل کی عبارتوں

کو دیکھیے:

”فإن تزوج مسلم علی حصر أو خبزیر، فالنکاح جائز، ولها مهر مثلها۔“

(کتاب النکاح، باب المهر: ۲/۳۳۱)

اس عبارت میں دو حکم ہیں، فالنکاح جائز اور ولها مهر مثلها۔ اب دیکھیے صاحب

ہدایہ نے دونوں کی نقل نصف مرتب کے ساتھ بیان کی ہے۔ پہلے میں لام نقل اور

دوسرے میں حرف استثناء ہے:

”**ف**إن شرط قبول الحصر شرط فاسد، فبیع النکاح ویلغو الشرط؛ لأنه لا

یسقط بالشروط الفاسدة، **ک** اسم تصحیح التسمية؛ لما أن المسمى لیس بمعالي

لفی حق المسلم، فوجب مهر المثل“ **ک** کتاب النکاح، باب المهر: ۲/۳۳۱

ہایہ میں ہے:

”و لا یاس بان یمن ما حار ان یظن الیہ منها، استحق الحاجة الی ذلك فی المسافرة **وفاء الشهوة** للمحرمية، بخلاف وجه الأختیة و كتبها، حیث لا یباح السن، وإن أیح النظرة لأن الشهوة متكاملة“۔

(کتاب الکراہیۃ، فصل فی الوطی والنظر والمسی، ۶/ ۷۲۲)

اس عبارت میں آگے پیچھے دو مسئلے ہیں: ”تسجد فی الحاجة....“ اور ”زوجة

الشهوة....“ ان میں مناسبت یہ ہے کہ پہلا ”زوجہ“ اور دوسرا ”تلقا مانع“ ہے۔

منایہ میں ہے:

”تقال: ولا یاس بان یمن ما حار ان یظن الیہ منها، **لوجود التقاضی**

للاباحة وهو الحاجة الی ذلك فی المسافرة، و **تعلق مانع** وهو زور

الشهوة“ (مجاہد، ۸/ ۷۶۶)

”تسم إذا فرق القاضی بینہما بادلکما، فلیہا المہر، إن کان دخل بہا، وإن

لم یکن دخل بہا، فلا مہر لہا“ **لأن العدة من طلاقہا والسنن من یساکد**

(کتاب النکاح، باب نکاح اہل الشرب، ۲/ ۳۶۷)

یہاں، محل میں دو مسئلے ہیں: ”العدة من طلاقہا“ اور ”و السنن من یساکد“۔ پہلا

مفتی اور دوسرا ”زوجہ مانع“ ہے۔

(۲) اثبات مذہب، رد ختم:

یہاں میں سے ایک اثبات مذہب کے لیے ہوتا ہے اور دوسرا رد ختم کے لیے جیسے:

”ولو سبی أحد الزوجین، وفعت السیوة بینہما بغير طلاق، وإن سبیا معاً،

فسد، فلیہا رسلک جاریۃ بالقیمۃ، والطعام بغير القيمة۔

(۳) ولا مہر علیہ: **هذا السئل یست قبل الاستیلاء شرطاً لا، إذ**

الصصح حقیقۃ السئل أو حق، و کل ذلك غیر ثابت للألف فیہا، حتی یحوز لہ التزوج بہا، **لأن المدعی یلاقی ملکہ، لکبر مد العقر**۔“

دو یا زیادہ جملے:

جائنا چاہیے کہ صاحب ہدایہ کا ایک خاص اسلوب یہ ہے کہ جب دو یا زیادہ جملے لائے ہیں تو اس سے خاص مفہوم کی تعبیر مراد ہوتی ہے۔

اگر دو جملے کے بعد دیگر سے اکٹھے ہوں اور ان میں مناسبت کچھ نہ آ رہی ہو تو وہ ان دو میں سے ایک قسم ہوں گے (۱) ”مفتی، مانع“ (۲) ”اثبات مذہب، رد ختم“۔

اور اگر دو سے زیادہ جملے ہوں اور باہمی مناسبت ظاہر نہ ہو تو وہ ان دو میں سے ایک کے لیے ہوں گے:

(۱) ”تمن میں ذکر کردہ قیود و شروط سے استثناء (۲) ”تمن میں مذکور کام متعدد و کی تعلیل۔“

ذیل میں چاروں کو کج مثال ذکر کیا جاتا ہے:

ساتویں اصطلاح - دو مسئلے:

ہایہ میں کے بعد دیگر سے، رد ختم کا آغاز جن میں ظاہر آپس میں غیر کچھ نہ آ رہا ہو،

یا تو اس لیے ہوتا ہے کہ ایک ”مفتی“ اور دوسرا ”مانع“ ہوتا ہے یا ایک میں ”اثبات مذہب“

اور دوسرے میں ”رد ختم“ ہوتا ہے۔ اگر جتنے چھوٹے چھوٹے ہیں تو ”مفتی، مانع“ کا

بیان ہوگا۔ اگر جتنا قدرے لمبے ہیں تو ”اثبات مذہب، رد ختم“ ہوگا۔



## ارشاد الطالب

روخصم ہے اور یسین المدعی..... "اثبات مذہب ہے بیکرا حائف کی دلیل میں "ان سکول....." اثبات مذہب ہے اور "لا وحده....." روخصم ہے۔

آٹھویں اصطلاح - دو سے زیادہ جملے:

اگر جملے دو سے زیادہ ہوں تو وہ متن میں مذکور قیود احترامیہ کا بیان ہوں گے یا متن مذکور میں ایک سے زیادہ احکام کی قلیل ہوں گے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) قیود شرطیہ اتفاقیہ واحترامیہ:

"جمل متعذرہ" نام کی قلیل میں مذکور قیود یا شرطیہ اور اتفاقیہ شرطیہ ہوتے ہیں، کئی مرتب اور کئی

غیر مرتب۔

"تو زیادہ قاف الرجل رجلاً **محضاً** او امرأة محضه **بصرف** الزلا، و طالب

المفدوف بالحد، حده **بحاکم** شمولون سوطان کلان حراً،" (کتاب الحدود،

باب حد الفاف ۲/۵۲۹)

اس عبارت میں ابراہیم حد قذف کی چار شرائط بیان کی گئی ہیں، معتدوف کا محض

ہونا شرط اول ہے، مفدوف بصروح الزنا شرط ثانی ہے، معتدوف کا مطالبہ کرنا شرط ثالث

ہے، الحاکم شرط رابع ہے کہ غیر حاکم اقتباس حد کا جائز نہیں۔

چوتھا..... عدوت کی مختلف صورتیں ہیں۔ کئی جنس سے ہوتی ہے کئی مہینوں سے کئی وضع

حمل سے۔ جنس جنس سے اس وقت عدوت قائم ہوگی جب عورت میں وہ جنس قیود پائی جائیں

کی جو جنس کی عبارت میں بیان کی گئی ہیں:

"تو زیادہ طلق الرجل **طلاقاً** یا نكاحاً أو رجعیاً، او وقعت الفرقة بينهما بغير

طلاق، و محی **حراً** مدس **محض**، فعدتها تلك اقراء،" (کتاب الطلاق، باب

العدوة ۲/۵۲۲)

## ارشاد الطالب

لم يقع البتة، وقال الشافعي: وقعت، فالجواب: أن السب هو التباين دون

السمي عندنا وهو يقول بمكسدة **ك** أن التباين أثره في انقطاع الولایة، وذلك

لا بد لثبوت الفرقة كما هو حرمي المستامن والمسلم المستامن **ك** السبي

فيقتضي الضعاء للسامي ولا يشقوه، ألا بانقطاع النكاح، ولهذا يفسط الدين عن

ذمة المسمي **ك** أن مع التباين حقيقة وحكمة لا ينظم المصالح، فشاہ

المحرمية **ك** يوجب ملك الرقبة، وهو لا ينافي النكاح ابتداءً، وكذلك

بقاء، فقصار كالشراء،" (کتاب النکاح، باب نکاح أهل الشرک ۲/۳۵۷)

امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دلیل میں "ان التباين أثره" سے کر "والمسلم

المستامن" تکبر وخصم ہے اور "اما السبي" سے "ذمة المسمي" تکبات تورات عرب

ہے۔ اختلاف کی دلیل میں "ان مع التباين....." فشاہ المخرمية اثبات مذہب ہے

اور اس کے بعد کی عبارت دو خصم ہے۔

"وإذا حكل المدعي عليه عن البين، قضى عليه بالنكول، والرمه ما

ادعى عليه، وقال الشافعي رحمه الله لا يقتضي به، بل يرد البين على المدعي،

مباداً حلف، يقضي به **ك** النكول يحصل التزوج عن البين الكاذبة والترفع

عن الصادقة، والشيء الحال، فلا يستصحب حجة مع الاحمال، **ك** البين

المدعي دليل الظهور، فيعصار اليه، ولنا **ك** النكول دل على كونه يادلاً او معترفاً، إذ

لولا ذلك، لأقدم على البين، إجابة للواجب ودفعاً للضرر عن نفسه، فيترجح

هذا الحائس، **ك** لورد البين على المدعي، لساقة مئة،" (کتاب الدعوى،

باب البين ۳/۴۱۱)

اس عبارت میں امام شافعی صاحب کی دلیل کے ضمن میں "ان النكول....."

## ارشاد الطالب

﴿تصل﴾ هو الإيماء قاعداً لأنه أشبه. (كتاب الصلاة، باب صلاة

الريض: ۱/ ۱۶۲)

لسم بلسومه القيام: حکم اول اور بصلی قاعداً حکم ثانی ہے۔ دونوں کی دلیل

بالترتیب "لأن ركنية القيام....." اور الأفضل هو الإيماء..... ہے۔

— "عنى الزوج أن يسكنها في دار مخرجة ليس فيها أحد من أهلها، إلا أن

تختار ذلك؛ لأن السكنى من كسائتها فيجب لها كالفقه. وقد أوجب الله

تعالى مخرجهاً بالفقه، وإذا رجع حقا ليس له أن يشرك غيرها؛ لأنها

تختص به، فإنها لا تلمس على متاعها ويستعفا عن المعاشرة مع زوجها....."

(كتاب الطلاق، باب الفقه: ۲/ ۴۱۱)

عبارت بالائیں دو حکم ہیں، پہلا وجوب کئی "وعلی الزوج أن يسكن" اور

"ففي دار مخرجة"، دیکل میں "لأن السكنى من كسائتها" اثبات حکم اول ہے اور "وإذا

رجع حقا لها....." اثبات حکم ثانی ہے۔

لف و تشریح مرتب کی مثال:

— "ومن قال لسورة له: هذه طالق أو هذه، وهذه، طلقت الأخيرة، وله

الخيار في الأولىين" ۱/ ۱۸۸ کلمہ او "لا تيات أحد المدكورين، وقد أختلها بين

الأولين" ۲/ ۱۸۸ عطف الثالثة على المطلقة؛ لأن العطف للمشاركة في الحكم،

ليخص بمحل، فصار كما إذا قال: "أحدا كما طالق وهذه."

(كتاب الإيماء، باب البين في العتق والطلاق: ۲/ ۴۹۹)

اس عبارت میں دو حکم تھے "طلقت الأخيرة" اور "وله الخيار في الأولىين" حکم

ثانی کی دلیل پہلے ہے۔ "لأن كسامة أو....." اور حکم اول کی دلیل بعد میں ہے۔ "لسم

## ارشاد الطالب

امراءہ میں قیام کا بیان ہے کہ "لا تخرج" ہو سو ہی حرف قیو ثانی ہے۔ ائمہ کی

عدت دو تھی ہے۔ من تحض قیو ثانی ہے۔ من لا تحض کی عدت "لثة أشهر"

ہے۔ اس طرح کی عبارت کی شرح "تقوہ ازیر واقایہ" کے بیان پر مشتمل ہوتی ہے۔

ہر شرط سے متعلق عبارت کو اس کے ساتھ جوڑنے سے مسئلہ کی وضاحت پوری طرح ہو جاتی

ہے۔

— "وإذا قضي المشتري بالمبيع في البيع الفاسد" ۲/ ۶۲۲ وفي العقد

عوضان: ۳/ ۶۲۲ کتاب واحد متصفاً مال، مملك السبيع ولزمت قيمته " (كتاب البيوع،

باب البيع الفاسد، فصل في أحكامه: ۲/ ۶۲۲)

اس مسئلہ کی صورت میں تین شرائط نکلتی ہیں، قبض، امر البائع، مایہ عوضین اور حکم کی

غائب میں دو چیزیں "الحکم الاول: ملک متبع، الحکم الثانی: لزوم قیمت مذکورہ

شرطیں۔ شرح میں شرائط مذکورہ اور حکم پر علی سبیل اللطف والشرح غیر المرتب کام ہے

جس کے برز کو اس کے اصل شروع کی طرف لانے سے عبارت پوری طرح حل ہو جاتی

ہے۔ یہاں اس کے نقش کا موقع نہیں۔ کتاب میں دیکھا جائے۔

(۲) احکام متعدده کی تعلیل:

کئی شعور مثل اقل میں مذکورہ حکموں کی تعلیل ہوتے ہیں علی سبیل اللطف

والشرح المرتب او غیر المرتب۔

لف و تشریح مرتب کی مثال:

— "وإذا قضي على القيام، ولم يقدار على الركوع والسجود" ۲/ ۶۲۲

القيام، ويصلي قاعداً يومئذ، لأن ركنية القيام للوصل به إلى السجدة؛ لما

فيها من نهاية التنظيم، وإذا كان لا يصعب السجود، لا يكون له ركنية فيجوز، إلا



## طبقات الفقهاء

طبقات فقہاء سات ہیں: پہلے تین مجتہدین کے لیے ہیں، دوسرے تین خاص فقہاء کے لیے اور آخری عام فقہاء کے لیے۔

(۱) مجتہدین فی الشرع:

وہ فقہاء جو براہ راست اولیٰ الامر سے اصول و کلیات اور فروعات و جزئیات مستنبط

کریں۔ نہ اصول میں کسی کی تقلید کریں نہ فروعات میں۔

(۲) مجتہدین فی المذہب:

جو اصول و کلیات میں تو اپنے استاد کی تقلید کریں لیکن فروعات و جزئیات میں اختلاف

کریں۔

(۳) مجتہدین فی المسائل:

جو مسائل مذہب میں سراسر متفق ہوں ان کا حکم امت مجتہدین کے قواعد و ضوابط کی روشنی میں استنباط کریں۔ یہ اصول بھی تقلید کرتے ہیں اور فروعات میں بھی الگ راہ اختیار نہیں کرتے۔

عطف الثالثة على المطلقة....."

”ولہ قال: أمرک بیدک الیوم وغدا، بدخل اللیل فی ذلک، وإن ردت الأمر

فی یومہا لایستثنی الأمر فی بدھا فی الغد“ (کتاب الطلاق، باب تقویض

الطلاق: ۲/ ۳۷۸، ۳۷۹)

یہاں دو کم ہیں: بدخل اللیل اور لایستثنی الأمر فی بدھا فی الغد، دونوں کی دلیل

زہد کی عبارت میں علی سبیل اللغ والشعر غیر العرب ہے:

”لأن هذا أمر واحد، لم یحصلل بین الوقتین المذكورین وقت من

حتمہما لم یتناولہ الکلام، ینحسم اللیل، ومجلس المشورة لا یقطع،

نصار کما إذا قال: أمرک بیدک فی یومین“

”لأن هذا.....“ حکم ثانی کی اور ”قد یحسم اللیل...“ حکم اول کی دلیل

نویں اور دسویں اصطلاح۔ صحیح صریحی والتراوی:

صاحب دلیلی کی دو خصوصیات کی اصطلاحات ہیں:

(۱) هو الصحيح، هو الأصح وغيره

(۲) کذا فی طہا صر السروایۃ کذا فی روایۃ الأصول، کذا فی النوادر یا

فادر الروایۃ.

ان میں پہلی کا تعلق ”صحیح صریحی“ سے ہے اور دوسری کا ”صحیح التراوی“ سے۔ ان

دونوں کو کھینچے کیلئے ”طبقات الفقہاء“ اور ”طبقات المسائل“ کو سمجھنا ضروری ہے۔

۱۔ ایسا لفظ جماع پر دالات کرے، جیسے: علیہ عمل الامۃ، علیہ عمل اليوم

وغیرہ

۲۔ لفظ تثنیٰ حصر کے ساتھ، جیسے: علیہ الفتویٰ، وہ یعنی

۳۔ لفظ تثنیٰ بلا حصر، جیسے: علیہ الفتویٰ علیہ

۴۔ صحیح بصیرت، تفصیل، جیسے: هو الاظهر، هو الوجه، هو الاصح

۵۔ صحیح، نیر اتم تفصیل، جیسے: هو الظاهر، علیہ الاعتماد، وغیرہ

## صحیح التزائی کے پانچ طریقے

۱۔ تقدیم و تاخیر

بعضی تقدیم القول الراجح و تاخیر السرجوح۔ یہ طریقہ فتاویٰ قاضی خان اور ملفی الاکھر میں اپنایا گیا ہے۔ یا پھر تاخیر الراجح و تقدیم السرجوح۔ یہ طریقہ فقہ کسب فقہ میں اپنایا گیا ہے۔ صاحب ہدایہ کا طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے دونوں طریقوں کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ وہ اقوال کے ذکر میں راجح کو مقدم رکھتے ہیں اور دلیل دیتے وقت راجح قول کی دلیل آخر میں ذکر کرتے ہیں۔

۲۔ تعلیل و ترک تعلیل

یعنی ذکر القوال الراجح مع دلیلہ، و ذکر المذہب السرجوح بلا دلیلہ

۳۔ تعلیل و جواب تعلیل

یعنی ذکر أدلہ القولین و الجواب عن السرجوح

۴۔ نسبت و عدم نسبت

(۴) اہل التخریج:

و فقہاء جو اجتہاد کی صلاحیت تو نہیں رکھتے لیکن اصول و فروع کو حفظ رکھنے کا پاب

انہی قوت رکھتے ہیں کہ وہ جہتیں یا جہل قول کی تعین و تفصیل کر سکیں یا جہتیں کے اصول

فروع پر سے مسائل کی تفریع کر سکیں۔

(۵) اہل التزیج:

و فقہائے کرام جو مذہب کی بعض روایات کو بعض پر ترجیح دیں۔

(۶) اصحاب التیمیز:

یہ حضرات مذہب کی مشہور اور کمزور روایات میں فرق و امتیاز کرتے ہیں۔

اس کے بعد ساتواں طبقہ عام فقہاء کا ہے۔

تتمیم:

صاحب ہدایہ جہت فی المدہب تھے لیکن شہرت اہل التزیج میں ہوئی۔ اس لئے کہ

انہوں نے ہدایہ میں اقوال مختلفہ کے درمیان ترجیح و ترجیح اجماع سے کی ہے۔ آپ کی تصحیح دو

طرح کی ہوئی ہے۔ صحیح صریح اور صحیح التزائی۔ ہر ایک کے پانچ مخصوص طریقے ہیں:

## صحیح تفریح کے پانچ درجات

صحیح صریح کے پانچ درجات ہیں۔ ان میں وجہ حصر یہ ہے کہ ”صحیح“ اجماع کے لفظ

سے ہوگی یا فتویٰ کے لفظ سے یا دیگر الفاظ سے؟ اجماع کے لفظ سے ہو تو یہ پہلا درجہ ہے۔

جب فتویٰ کے لفظ سے ہو تو حصر کے ساتھ ہو تو دوسرا درجہ ہو

تو تیسرا درجہ ہے۔ جب دیگر الفاظ سے ہو تو میزائیم میں ہوگی یا نیر اتم تفصیل سے۔

میزائیم تفصیل کے ساتھ ہو تو چہارم درجہ ہے، اور نہ پانچواں۔ پانچ درجات کی تفصیل یہ ہے:



## طبقات المسائل

فقہی مسائل تین قسم کے ہیں: ۱۔ ظاہر الروایہ ۲۔ نادر الروایہ ۳۔ فتاویٰ

(۱) ظاہر الروایہ: وہ مسائل جو مہاتر متہ میں (امام محمد رحمہ اللہ کی تحریر کردہ چھ بنیادی کتابوں میں) مذکور ہیں اور نقل و تراجم کے ساتھ ثابت ہیں۔

ان کتابوں کے نام یہ ہیں: جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مسوط، زیادات۔

(۲) نادر الروایہ: مذہب فقہی کے وہ مسائل جو ان کتب متہ کے علاوہ کسی اور کتاب میں

مذکور ہیں۔ نیز امام حسن بن زیاد اور متنبی بن منصور رحمہم اللہ کے وہ مسائل جو امام صاحب

سے روایت کردہ ہیں اور امام ابو یوسف سے منقول اعلیٰ مسائل۔ امام محمد سے جو کتب متہ

کے علاوہ دیگر کتب میں منقول مسائل بھی نادر الروایہ کہلاتے ہیں۔ مثلاً: الرقیات،

الکلیات، زیادات، الخاروجیات۔

(۳) فتاویٰ: وہ مسائل جو اصحاب مذہب سے صراحۃً منقول نہیں، نہ تو ازتر کے ساتھ نہ با

تواتر، بلکہ مشایخ متاخرین نے ان کا استخراج و مستنبط کیا ہے، انہیں ”فتاویٰ“ کہا جاتا ہے۔

ان کا ذکر پہلی دو قسموں کے بعد ہے۔

فائدہ (۱) ہر ایک کا تین بنیادی ابتدائی ہے۔ اس کی طویل شرح کفایہ السنی ہے جو

یعنی جس قول کو راجح قرار دیا جائے اسے عندنا یا علیہ منہاجنا کہہ کر اپنے

فقہاء و مشایخ کی طرف اپنایا، ولنا کہہ کر اپنی طرف نسبت کی جائے۔

۵۔ کوئی فی السن یا کوئی نہ ظاہر الروایہ:

کسی چیز کو تین میں دو میں کرنا یا یہ نہایت ظاہر الروایہ یہ بھی صحیح التزانی ہے۔

فائدہ: کسی صحیح سراج اور التزانی جمع بھی ہو جاتی ہے، جیسے:

”وحد قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ، و هو ظاہر المذہب، و علیہ الفتویٰ:

ان الحق منی ثبت، و استقر لا یسقط آلا یسقطا...“

(کتاب الشفیعہ: ۳۹۷)

”و هو ظاہر المذہب“ صحیح التزانی قسم خاص اور ”و علیہ الفتویٰ“ صحیح صریحی

درجہ اول ہے۔

”و یستحب لہ ان یراجعہا...“ تم الاستحباب قول بعض المشایخ،

الذہب: **باب واجب** بحقیقۃ الامر، و ردعا للمعصیۃ بالقلدر السمکی برفع

الترہ، و هو العدة، و دفعا لشر تطویل العدة۔“

(کتاب الطلاق، باب طلاق السنۃ: ۲۵۷/۲)

”الاصح“ کا لفظ صحیح کی کارچہ چارم اور ”تعملاً بحقیقۃ الامر...“ صحیح

التزانی کی قسم دوم ”تعلیل و ترک تعلیل“ ہے۔

درجہ آموز کے پادشاه مملکت یا وطنی ایشیا کے نام سے جانتی ہے۔

کہ ۱۷ جلدوں میں ہے۔ اس کی تیسری جلد ہے جو کہ چار جلدوں میں ہے۔

فائدہ (۲) ہر ایک کا متن دو کتابوں سے باقیہ و جزیل لیا گیا ہے۔ اہمات (یعنی

جامع صغیر، جامع کبیر، صغیر کبیر، اور مسوط و زیادات) میں سے جامع صغیر اور

متون اربعہ (یعنی قدوسی، کنز، مختار اور قاریہ) میں سے قدوسی کو منتخب کیا گیا ہے۔

الغرض نویں اور دسویں اصطلاح یعنی ”صحیح صریحی و منی“ کا خلاصہ یہ ہوا کہ صاحب

ہدایہ اہل تاریخ میں سے ہیں۔ جب وہ حو الأصح، حو الأشب، حو الأوجه، حو

الاطہر وغیرہ کہیں تو اس سے ”صحیح صریحی“ مراد ہوتی ہے۔ اور جب کدانی ظاہر

الروایہ، کدافی، ذریعہ الأصول کہیں یا دوسرے چار طریقے استعمال کریں تو اس سے

”ترجمہ منی“ مراد ہوتی ہے۔

چند متفرق اصطلاحات:

- لسان علونا: نامی میں ذکر کردہ حدیث قرآنیہ کی طرف اشارہ۔

- لسان روینا: حدیث پاک کی طرف اشارہ۔

- لسان ذکرنا، لسان ایذا: دلیل عقلی کی طرف اشارہ کے لیے آتے ہیں۔ البتہ لسان ایذا

کبھی کتاب ریخت اور دلیل عقلی کے مجموعے کی طرف اشارہ کے لیے بھی آتا ہے۔

- ”تحدید“ نقل بموجب کے لیے اور ”معین“ نقل قول کے لیے آتا ہے۔

- ”إذا ثبت حدیث“ تفريع الفرع علی الأصل کے لیے۔

- ”و علی حدیث“ تفريع علی الأصل یا علی الفرع کے لیے۔

- اہلنا و لا جمل حدیث: اس میں منہج تعلیل اور منہج ترجیح ہوتی ہے۔

- کذا قالوا: اختلاف مشائخ کی طرف اشارہ کیلئے۔

- فہما! مشاہدنا: ہمارا ہمارے علمائے کرام مراد ہوتے ہیں جس کو آج کل دنیا



(۲) "و لو قال علی المشی الی الحرم و الصلوة والحزوة فلا شیء علیہ۔"

(۵۰۲/۲)

پہلے مسئلے میں شرط عالی موجود ہے، اول نہیں۔ دوسرے میں شرط اول موجود ہے، ثانی مفقود ہے۔

دوسرا اصول: معنی مرادی (مقصدی ترجمہ) کو سمجھنا:

کبھی عبارت میں کوئی "اسم خاص" ذکر ہوتا ہے، لیکن اس سے صرف وہی مفہوم مراد نہیں ہوتا جو اس کا لفظی ترجمہ ہے، بلکہ یہ اسم خاص کی معنی عام کی مثال ہوتا ہے اور اصل مقصود وہ "مفہوم کلی" ہوتا ہے جو اس میں ضمیر ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر لفظی ترجمہ کرنے کے ساتھ (یا لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے) اس مرادی معنی کو بھی بیان کرنا چاہیے جس کی علامت اور عنوان کے طور پر فقہائے کرام نے اس اسم خاص کو ذکر کیا تھا۔ مثال ملاحظہ فرمائیے:

"ومن استأجر أرضاً لزروعها حنطة، فزود منها رطبة، ضمن ما نقصها ومن دفع الی حیاطہ ثوباً بالحیطة قمیصاً بادرهم، فحافظه قیاء، إن شاء صممه قیمه"

الثوب، وإن شاء، أخذ القیاء، وأعطاه أجر المثل، " (۳۰۱/۳)

پہلے مسئلے میں "قنوزعها رطبة" کا معنی ہے "خلاص الی الشر" یا "خلاص من کل وجہ"۔ اور دوسرے میں "فحافظه قیاء" کا معنی ہے "خلاص الی الحیر" یا "خلاص من وجہ"۔ اسی وجہ سے اول میں مطلقاً ضمان ہے اور ثانی میں اختیار ہے بین التضمین والآخر المثل۔

"و یبع الرطب بالرطب وبالتمر" کا معنی مرادی ہے: ایک چیز کو اس کی ہم جنس چیز کے ساتھ پیچھا قیل تفر یا بعد تغیر خلفی، اور "یسع الحنطة بالحنطة والدقن" کا معنی

## کتاب کے حل کے لیے دو اہم اصول

پہلا اصول - تجزیہ و تحلیل:

عبارت کا تجزیہ و تحلیل اہتمام سے کرنا چاہیے۔ قیود اقلاتیہ و اکثریہ، مفہوم مراد و مخالف اور ان سے متعلق مثالوں اور ترویجیات کو دیکھنا چاہیے کہ بطور لطف و نشر مرتب ہیں یا غیر مرتب۔ مثلاً:

مثلاً..... ہوا چٹائی میں باسب الہیین فی الحج والصلوۃ والصلوۃ کا آغاز اس طرح ہے:

"ومن قال:..... علی" **المشی الی بیت اللہ** تعالیٰ او الی الکعبۃ، فعلیہ

حنطۃ او عصرة مائتہ..... " (کتاب الایمان، باب الیین فی الحج: ۵۰۱/۲)

اس عبارت میں حج یا عمرہ کے مزد کی دو شرطیں مذکور ہیں: (۱) پہلی یہ کہ غسلی المشی کہے نہ کہ علی الخروج او الدھابہ غیرہ۔

(۲) دوسری یہ کہ وہ الی بیت اللہ کہے اگر الی الحرم کہے گا تو زرارہ منہوگی۔

متن کے اگلے دو مسئلہ انہی دونوں قیود سے بطور لطف و نشر مرتب ہزار ہیں:

(۱) "و لو قال علی **الخروج** او **الدھاب** الی بیت اللہ تعالیٰ، فلا شیء علیہ۔"

مطالعہ کرنے کے بعد شامیہ سے وہی باب نکالا جائے اور اسی بحث کا مطالعہ کیا جائے جس کا سبق قدری، کنز یا مداریہ میں چل رہا ہے۔ شامیہ چونکہ سارے بارہ سو سال کی قیمتی تحفقات کا پتھر ہے اس لیے اس میں تمام کتب فقہ کے کیم مسائل اور ان پر اشکالات و جوابات، مغفلات کا حل، غلو و نکات اور اختلافات کی گچھٹیں چلی جاتی ہے اور علم فقہ تکملاً چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد مستور اور نقلائی سے وہی باب لے کر مطالعہ کیا جائے جس کا سبق چل رہا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قدری کی فہرست میں متعلقہ باب کے نیچے درج نمونات پڑھے جائیں۔ جس سوال کا جواب مطلوب ہو وہ کتاب کھول کر کچھ اور پرا کر لیا جائے۔ فتویٰ کے حوالے میں جو عبارت دی گئی ہے، تو پر دریں کتاب میں جب اسی طرح کی عبارت آجائے تو طلبہ کو بتایا جائے کہ اس عبارت سے یہ جدید مسئلہ مستنبط ہوتا ہے۔ اس طرز سے روزمرہ پیش آنے والے مسائل یاد ہو جاتے ہیں اور عبارات فقہ سے فتاویٰ کے استنباط کا طریقہ سمجھ میں آ جاتا ہے جسے ایک اعتبار سے فہم فقہ کا اجرا بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس فرض کے لئے امداد الفتاویٰ اور اسن الفتاویٰ وغیرہ سے مقالہ مطالعہ مفید رہتا ہے۔

ہے کسی چیز کو پیناس کی ہم چس کے ساتھ تھیل تعمیر یا بعد تعمیر صنعتی، و علی هذا القیاس۔

— ”اذا اذ قال المدعی علیہ: هذا الشيء **وخصه** فلان الغائب، **اور خصه** عندی، **اور خصه** منہ و اقام بینہ علی ذلك، فلا خصوص معینہ، و بین المدعی“

(کتاب الدعوی، باب التحالف، فصل لیس لایکون خصصاً: ۳/ ۱۲۳) اس عبارت میں ضمن لفظ ہیں، او دعوئہ رفدہ عندی، وخصه منہ، ”او دعوئہ“ کا معنی ہے ثلثان من کل وجه، ”رہہ“ کا معنی ہے ثلثان من وجه وضمان من وجه اور ”خصه“ کا معنی ہے تضمان من کل وجه۔

اسی طرح آگاہ مسئلہ ”وان قال المدعی علیہ غصبہ منہ او سرقہ منہ، لا تملع المحصونه۔“

(کتاب الدعوی، باب التحالف، فصل لیس لایکون خصصاً: ۳/ ۲۲۶) اس میں غصب سے مراد مثلاً لایحب فید الحق، اور سرقہ سے مراد تسلیب فید الحق ہے، کما صرح بہ الشارحون۔

## مقارن مطالعہ: ایک خاص گُر

فقہ کے فہم سے کما حقہ شناسائی اور فہم صحیح، تعمیرات افہام و تفہیم کے لیے ایک خاص گُر یہ ہے کہ فقہ کی کتاب کے حاشیہ اور درجی عربی شرح کا مطالعہ کرنے کے بعد شامیہ اور اردو فتاویٰ کا ”مقارن مطالعہ“ کیا جائے، مثلاً:

قدری کے لیے اللہ اب اور مداریہ کے لیے عندیہ، کنز یا مداریہ، فتح القدیر وغیرہ کا



رکھے۔ جب کوئی طالب علم سوال کرے تو اپنے مخطوط مطالعے سے اس کی پوری پوری تفسیر کرے۔ ایسا موضوع اس کی محنت کی وصولی کا ہوتا ہے۔

## آخری بات

آخری بات وہ ہے جو حضرت علامہ شیخ الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے سب سے پہلے بھی گئی تھی کہ مدرسہ کو تہمتیں مرتبہ مطالعہ کرنا چاہیے:

پہلی مرتبہ ختم کے لیے۔

دوسری مرتبہ انہام کے لیے۔

اور تیسری مرتبہ تسکین انہام کے لیے۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ پہلے مطالعے میں زبردست موضوع سے واقفیت،

دوسرے میں حدیث انہاس کی تیاری اور تیسرے میں ماحضر کی کائنات پیمائش اور ترتیب

و تسکین کی جاتی ہے۔

اس دوران یہ ملحوظ رہے کہ افراد و تفریبا اچھی چیز نہیں۔ افراد یہ کہ مدرسہ مطالعہ ہی نہ کرے، اور درو شحات، کچھ کر وقت نالے، اور تفریبا یہ کہ جتنا کچھ مطالعہ کرے۔ ہمارا کام اس طالب کے سامنے بیان کر دے۔ امتثال کی روٹیں یہ ہے کہ مدرسہ موضوع پر عبور حاصل کرنے کے لیے مطالعہ اتنی بحر کر کے لیں اس میں سے طالب کے سامنے وہی کچھ بیان کر دے جو کتاب کے لازمی حل سے نقل کرتا ہو۔ بقیہ مطالعات کو "استاداری کا صندوق" سمجھ کر مخطوط

راست احکام فرعیہ کا استنباط نہیں کیا جاسکتا، البتہ ان کی روشنی میں کسی نص شرعی سے استفادہ کرتے ہوئے حکم مستنبط کیا جاسکتا ہے جبکہ قواعد فقہیہ سے براہ راست حکم کا استنباط ممکن نہ ہوتا ہے۔

مثلاً: ”الامر بدلیل علی الوجوب“ ایک قاعدہ اصولیہ ہے لیکن براہ راست کسی چیز کے وجوب پر دلائل نہیں کر سکتا۔ امر واجب کے علم کے لیے کوئی ایسی نص چاہیے جس میں صیغہ امر استعمال کیا گیا ہو اور وہاں کوئی قرینہ صراحتہ عن الوجوب نہ ہو جبکہ ”البین لا یزول بالاشک“ قاعدہ فقہیہ ہے اور اس سے یہ حکم براہ راست معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کسی کو طہارت کا یقین ہو اور پھر حدیث کا حکم ہو جائے تو اس کی طہارت باقی ہوگی، یا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس بنیادی فرق کے علاوہ چھ مزید فرق بھی بیان کیے جاتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

#### ۱- حسن وجہ الاستعداد:

علم اصول فقہ علم کلام، علم عربیت اور احکام شرعیہ کے تصور سے مستفاد ہے، جبکہ قواعد فقہیہ، اذاتہ شریعہ شریعت کے عام مقاصد اور فروعی مقاصد پر احکام سے مستفاد ہیں۔

#### ۲- حسن وجہ التعلق:

قواعد اصولیہ، اذاتہ تشریعیہ سے متعلق ہیں اور فقہی قواعد فقہیہ کے احکام سے، جیسے: ”النجی بدل علی التحريم“ اور ”العادة محکمة“ وقتا عدس ہیں۔ یہاں قاعدہ اصولیہ فقہ کا ہے جبکہ ہر اس دلیل شرعی سے متعلق ہے جس میں کمی واد ہے اور دوسرا فقہ کا قاعدہ ہے جبکہ ”عامات“ یعنی فعل مکلف سے متعلق ہے۔ انا لا ذکر:

”مؤنوس مسئلہ دلیل یا اس کی نوع یا اس کا جز ہو اور محمول حکم شرعی ہو تو یہ قاعدہ اصولیہ ہے اور اگر مؤنوس مسئلہ افعال مکلفین میں سے کوئی فعل ہو اور محمول حکم شرعی ہو تو یہ فقہی

## اصول الفقہ اور قواعد الفقہ

فقہ کی بنیادوں پر تعمير و تقويم، ”اصول الفاء، اصول فقہ اور قواعد فقہ“ کے متباد و اجرا سے ہی ممکن ہے۔ اصولی افتاء میں سے اہم چیزیں ”اصطلاحات دہائیہ“ کے بیان میں مضمنا گزرتی ہیں۔ مثلاً: طائقات الفقہ، السائل اور السامع سرہنی، الاسترائی وغیرہ۔ بقید وود چیزوں کا یہاں مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اصول الفقہ کے اس خلاصے کو ضبط کر لیا جائے اور قواعد فقہ زبانی یاد کر لیے جائیں اور پھر دہائیہ میں موعود، وقوع ان کا اجرا کیا جائے تو جن فقہ مالک و مالکیہ کے ساتھ کچھ میں آ جاتا ہے اور مالکیہ فقہ پر دان چڑھتے لگتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مثلاً جب دلائل نقلیہ کا بیان ہو رہا ہو تو اس کی تعیین کی جائے کہ اس سے استدلال بوجہارت النص ہے یا بشارتہ النص وغیرہ اور جب دلائل عقلیہ کے گزری ہیں کوئی قاعدہ یا ضابطہ آ جائے تو اس کی وضاحت کی جائے اور زبردست مسئلہ کی اس پر تفریع و اطلاق کو بیان کیا جائے۔ اصول الفقہ اور قواعد الفقہ کے خلاصے سے پہلے دونوں میں فرق کچھ لیجیے۔

اصول الفقہ اور قواعد الفقہ میں فرق:

۱- صفحات میں اصولی فقہ کا خلاصہ اور قواعد فقہیہ مکمل دسے جا رہے ہیں۔ ان کو یاد کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ ان دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اصولی فقہ سے براہ



”كل فقه لم يخرج على القواعد فليس بشئ“ (الإمام القرطبي)

## القواعد الفقهية من

## الأشباه والمجملات

”من ضبط الفقه بقواعده، استغنى عن حفظ أكثر الجزئيات“

لاندراجها في الكليات“

(الإمام القرطبي)

## قواعد الأشباه

قواعد ”الأشباه“ : ٦٤

أمم القواعد : ٦

القواعد الضمنية : ٢٥

القواعد الكلية : ١٩

القواعد الضمنية : ١٤

مسائل میں سے ہے، چاہے موضوع بڑی ہو (كالقواعد الفقهية)“

٣- من جهة الاستعمال:

قواعد اصولیہ، احکام میں سے ہیں۔ حیث ایات شرعیہ الاحکام اور اس کے الاداء اور اس کے

استنباط کی اثبات کی حیثیت سے استعمال ہوتے ہیں اور قواعد فقہیہ کئی منتشر مسائل کو اہل بیت

میں ایک علت اور ایک حکم کے تحت جمع کرنے میں استعمال ہوتے ہیں۔

٤- من جهة المستفید منها:

قواعد اصولیہ سے صرف مجتہد مستفید ہو کر اولاد سے احکام شرعیہ کے استنباط کے لیے

ان کو استعمال کرتا ہے، جبکہ قواعد فقہیہ سے مجتہد، مفتی، قاضی اور معلم سب مستفید ہوتے

ہیں۔

٥- من حیث التقديم والتأخیر:

قواعد اصولیہ احکام کی تائید اور اس کے استنباط کے لیے اصل کا درجہ رکھتی ہیں، اس

سے بالضرورة معلوم ہوتا ہے کہ یہ قواعد اصولیہ، فروع فقہیہ پر وجود میں آئے ہیں مقدم ہیں،

کیونکہ فروع ان پر مبنی ہیں اور قواعد فقہیہ ثابت شدہ احکام کی تقریر اور متفرق مسائل کو یکجا

کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ اپنے وجود میں ”فروع فقہیہ“ سے تاخر ہیں۔

٦- من جهة توقف کل منهما علی الآخر فی استنتاجها:

قواعد اصولیہ کا نتیجاً ثابت ہونا کسی قاعدہ فقہی پر موقوف نہیں جبکہ فقہی قواعد کا نتیجاً

ثابت ہونا قواعد اصولیہ پر موقوف ہے۔

(ابن السلقی، عمر بن علی بن أحمد، الأنصاری، الأشباه والنظائر:

٢٠١٩/١

بسم الله الرحمن الرحيم

## الغن الأول من الاشياء و النظار

القواعد الفقهية

(النوع الأول: في القواعد)

- ١ القاعدة الأولى : لا جواب إلى بالنسبة.
- ٢ القاعدة الثانية : الأمور بقاصد لها.
- ٣ تخصيص العام بالنسبة مقبول ديانة لأقصاء.
- ٤ البين على نية المحالف إن كان مظهراً وأبو على نية المستحلف إن كان طالباً.
- ٥ الأيمان منبسط على الألفاظ لا على الأمور.
- ٦ القاعدة الثالثة : البقون لا يرتفع بالاشتراك.
- ٧ الأصل بقاء ما كان على ما كان.
- ٨ الأصل براءة الذمة.
- ٩ من شك هل فعل شيئاً أم لا؟ فالأصل أنه لم يفعل.
- ١٠ من يقين العمل و شك في القليل و الكثير، حمل على القليل.
- ١١ الأصل لعدم.
- ١٢ الأصل إضافة الحادث إلى أقرب أوقاته.

## قواعد المجلة

- قواعد "المجلة" : ٩٩  
 جميع قواعد "الاشياء" و "المجلة" : ١٦٣  
 القواعد المشتركة بين "الاشياء" و "المجلة" : ٤٢  
 جميع القواعد غير المكررة : ٧٩

تسمية الدائرة : "علامة القاعدة المشتركة بين الاشياء و المجلة"



## إرشاد الطالب

١٣. المعروف عرفاً كالمتشروط شرعاً.

### (التورع الثاني: التورع المحرم)

١٤. القاعدة الأولى: الاجتناب لا يتحقق بالاجتناب.

١٥. القاعدة الثانية: الإجماع العمل والعصرم يغلب

العصرم.

١٦. إذا تعارض المقتضي والمانع، يقدم المانع.

١٧. إذا تعارض المحرم والمباح، يقدم المحرم.

١٨. القاعدة الثالثة: الإتيان بالقرب جائز (١)

١٩. القاعدة الرابعة: التابع تابع.

٢٠. التابع لا يفرد بالحكم.

٢١. التابع يسقط بسقوط المتنوع.

٢٢. إذا سقط الأصل سقط الفرع.

٢٣. التابع لا يقدم على المتنوع.

٢٤. يغتفر في التوابع ما لا يغتفر في غيرها.

٢٥. يغتفر صحتاً ما لا يغتفر قصداً.

٢٦. يغتفر في القضاء ما لا يغتفر في الإتيان.

٢٧. القاعدة الخامسة: تحريف الإمام بالرعية متوط

بالصلصة.

٢٨. القاعدة السادسة: العودة تعد بالسرقات.

## إرشاد الطالب

١٣. الأصل في الأشياء الإباحة. (١)

١٤. الأصل في الأتباع التحريم.

١٥. الأصل في الكلام الحقيقة.

١٦. القاعدة الرابعة: المشقة تغلب التيسر.

١٧. الأمر إذا ضاق اتسع، وإذا اتسع ضاق.

١٨. المشقة والحرج إنما تغتفر في موضع لا نص فيه، و

أما مع النص بخلافه، فلا.

١٩. القاعدة الخامسة: الضرر يزال.

٢٠. الضرورات تبيح المحظورات.

٢١. ما أبيع للضرورة يتقار بتقارها.

٢٢. ما حاز لعذر بطل بطله.

٢٣. الضرر لا يزال بالضرر.

٢٤. يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام.

٢٥. الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف.

٢٦. إذا تعارض مفسدتان، روعي أعظمهما ضرراً.

بإرتكاب أحفظهما.

٢٧. دفعه المقاسد أولى من جلب المصالح.

٢٨. الحاجة تنزل منزلة الضرورة.

٢٩. القاعدة السادسة: العادة محكمة.

٣٠. إنما تغتفر العادة إذا اضطرت أو غلبت.

## ارشاد الطالب

- ٤٧ القاعدة السادسة عشر : الولاءية الخاصة أقوى من الولاءية العامة.
- ٤٨ القاعدة السابعة عشر : لا عبرة بالظن البين خطأه.
- ٤٩ القاعدة الثامنة عشر : ذكر بعض ما لا يتجزأ كذكر كلكه.
- ٥٠ القاعدة التاسعة عشر : إذا اجتمع المباشر والتشبيهي أضيف الحكم إلى المباشر.

تمت قواعد "الشبهة" وتليها قواعد "المجلة".

## ارشاد الطالب

- ٤٧ ١- التعرير يثبت مع الشبهة.
- ٤٨ القاعدة السابعة : الحر لا يدخل تحت اليد فلا يحسن بالتعقيب ولو صحيا.
- ٤٩ القاعدة الثامنة : إذا اجتمع أمران من جنس واحد ولم يتحد مقصودهما . دخل أحدهما في الآخر غالبا.
- ٥٠ القاعدة التاسعة : إيصال الكلام أقوى من إيصاله متى أمكن فإن لم يمكن أفضل.
- ٥١ ١- الحقيقة إذا كانت متعذرة ، يصار إلى السحار.
- ٥٢ ٢- المجهول شرعا أو عرفا كالمتعذر.
- ٥٣ ٣- التأسيس خير من التأكيد.
- ٥٤ القاعدة العاشرة : الغراج بالضم.
- ٥٥ القاعدة العاشرية عشر : السركل معاد في الجواب.
- ٥٦ القاعدة الثانية عشر : لا ينسب إلى ما كنت قول.
- ٥٧ القاعدة الثالثة عشر : الفرض أقل من النقل إلى نفسي مسائل.
- ٥٨ القاعدة الرابعة عشر : ما حرم أخذه حرم إعطاؤه.
- ٥٩ ١- ما حرم فعله حرم طلبه.
- ٦٠ القاعدة الخامسة عشر : من استعمل الشيء قبل أولائه عوقب بخرمانه.



## الحواشي

١- قوله: "المشترك" الفرق بين لعمام والمشترك: أن المشترك لم يوضع لجميع ما يدل عليه واحد، بل كأوضاع متعددة أي وضع لكل معنى من معانيه بوضع على حدة، ولما يدل على معانيه على سبيل البطل لا الشمول، أي يدل على هذا المعنى أو ذلك ولا يدل عليها جميعاً دفعة واحدة، لأن وضعها كان وضماً متعدياً، فإذا جُمع معانيه بإطلاق واحد يخالف أصل وضعه وهذا لا يجوز. بخلاف لعمام فإنه وضع لجميع ما يصلح له بوضع واحد دفعة واحدة، ويدل على جميع ما يشمل عليه لفظه من أفراد على سبيل الشمول والاستغراق لا على سبيل البطل.

(الوجيز في أصول الفقه للكثير عبد الكريم زيدان: ٣٢٩)

٢- قوله: "قبل ترجيح أحد معاني المشترك" فيه إشارة إلى أن اللفظ باعتبار وضعه للسعنى ينقسم إلى خاص وعمام ومشترك، وأما المؤلف فنفى الحقيقة إنما هو قسم من أقسام المشترك. (نور الأنوار: ص ١٢، الوجيز: ٢٧٩)

٣- قوله: "النقص مظهر مراد" ويطلق النقص على كل آية قرآنية أو حديث نبوي فيقال: "نقص من القرآن والسنة"، فيشمل لفظ النقص بهذا المعنى: الظاهر والنقص والمحكم ومعانيها الاصطلاحية.

(الوجيز: ١٢٤)

٤- قوله: "يحمل النسخ لا التخصيص" الفرق بين النسخ والتخصيص: أن النسخ رفع للحكم بعد تبوته، والتخصيص بيان ما قصد باللفظ العام، فالنسخ لا يكون إلا لبعض الأفراد، بخلاف النسخ فإنه يكون لكل الأفراد.

(إرشاد الفحول: ١٢٥)

٥- قوله: "حقيقة كان أو محذور" فيه تنبيه على أن الكناية تجمع مع الحقيقة والمحذور، قال الأصوليون: "الحقيقة المبهورة كناية، والمستعملة صريحة؛ والمحذور المتعارف صريح وغير المتعارف كناية". (تسهيل الوصول إلى علم الأصول للمحلاوي: ٩٩)

٦- قوله: "بحسب الاستعمال" فإن قلت: ما الفرق بين المعنى والكناية أو كيف يخرج المعنى من تعريف الكناية؟ قلت: لأهمية إلى إخراج المعنى والمشكل؛ لأن حقائقهما بحسب ما يعبر آخر، فإن المعنى ما حقي مراده بعارض غير الضيقة، وأما اللفظ فمعلوم المراد، بخلاف الكناية: فإنه مستتر المراد مالم تنضم إليه نية أو قرينة.... وقال بحر العلوم: "إن المعنى والمشكل والمحمل والمشتبه داخل في الكناية، ولا بأس في دعوى أنقسام تقسيم في أقسام تقسيم آخر". (حاشية نور الأنوار: )

٧- قوله: "القياس هنا: الأصل الكلي أو القاعدة العامة" قاله ابن الهيثم في فتح القلندر تحت قول صاحب الهداية في كتاب النجوم في بحث وجوب الكفارة عند الحنفية بالأكل والشرب: "فويلجأ إلى الاعتقاد...." ونسج النسخ هكذا:

"قوله: "ويلجأ إلى الاعتقاد...." جواب عن قوله في وجوب مخالفة القياس لإرتفاع التدبير بالتوبة، وهو غير دافع الكلام؛ لأنه مسلم أن هذا المذهب لا يرفع

## إرشاد الطالب

ويعطون ذلك بأنه أقوى من القياس الظاهر، فيكون الأحاديث مستحسناً (الظاهر التوضيح: ٨٢/٢، وكشف الأسرار: ٤/١٢٣).

”تمتد محمد: إن شاء الله فحكمه ناقصاً، وإن شاء جعله بالدين، اعتبار الحالة

الأكسار بحالة اليأس، وهذا لا ينافي اعتبار الحكماء بحالهم

الذي لا يهلك الحقيقة، مضمون بالدين بالاحكام، فكذلك فيما هو في

معناه “ (كتاب الرهن: ٥٢٢/٤)

## إرشاد الطالب

معجزات النبوة، وأيضاً ثبت كونها على خلاف القياس، يعني: “القاعدة المستفزة في الشرع” (فتح القدير: ٢/٢٦٤)

٨- قوله: “استثناء مسألة جزئية...”، قال في الوجيز: “يستفاد من مجموع هذه التعارضات أن المقصود بالاستحسان هو: “الدول عن قياس جلي إلى قياس حفي، أو استثناء مسألة جزئية من أصلي كلي”، لليل تطفن إليه نفس المجتهد يقتضي هذا الاستثناء أو ذلك العلول.

فإذا عرضت للمجتهد مسألة يتنازعها قياسان: الأول ظاهر جلي يقتضي حكماً معيناً، والثاني قياس حفي يقتضي حكماً آخر، وقام في نفس المجتهد دليل يقتضي ترجيح القياس الثاني على القياس الأول، أو العلول عن مقتضى القياس الحفي، إلى مقتضى القياس الحفي، فهذا العلول أو ذلك الترجيح هو “الاستحسان” والدليل الذي اقتضى هذا العلول يسمى “وجه الاستحسان” أي سنده، والحكم الثابت بالاستحسان “هو الحكم المستحسن” أي الثابت على خلاف القياس الحفي.

وكذلك إذا عرضت للمجتهد مسألة تنازع تحت قاعدة عامة أو يتنازعها أصل كلي، ووجد المجتهد دليلاً خاصاً يقتضي استثناء هذه الجزئية من الأصل الكلي، والعلول بها عن الحكم الثابت لظن أنها إلى حكم آخر، للدليل الخاص الذي قام في الاستحسان، أي سنده، والحكم الثابت به هو الحكم المستحسن، أي الثابت على خلاف القياس، والقياس هنا هو الأصل الكلي أو القاعدة العامة.

وبمعنى الجففة أيضاً القياس الحفي المقابل للقياس الحفي بالاستحسان.



- ١٢ لا عبوة للدلالة في مقابلة التصريح.
- ١٣ لا مساع للإحتياط في مورد النص.
- ١٤ ما ثبت على خلاف القياس، فعبوة لا يغفل عليه.
- ١٥ الدخيل لا يتحقق بطلان.
- ١٦ الشقة تجلب التيسير.
- ١٧ الأمر إذا ضاق، اتسع.
- ١٨ لا ضرر ولا ضرار.
- ١٩ الضرر يزال.
- ٢٠ الضرورات تبيح المحظورات.
- ٢١ الضرورات تقتضي بقولها.
- ٢٢ ما حاز لغيره، يغفل بزواله.
- ٢٣ إذا زال المنافع، غلغ المنوع.
- ٢٤ الضرر لا يزال بطلان.
- ٢٥ يتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام.
- ٢٦ الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف.
- ٢٧ إذا تعارض مفسدتان، روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما.
- ٢٨ يختار أهون الشرين.
- ٢٩ دهر المقاسد أولى من جلب المنافع.
- ٣٠ الضرر يدفع بقدر الإمكان.

## القواعد الفقهية من المجلد

- ١ الأمر بقصاصه.
- ٢ العبوة في العقود للمقاصد والمعاني، لا للألفاظ والمعاني.
- ٣ العيش لا يزول بالسك.
- ٤ الأصل بقاء ما كان على ما كان.
- ٥ القديم يترك على قدمه.
- ٦ الضرر لا يكون قديماً.
- ٧ الأصل براءة الدمة.
- ٨ الأصل في الصفات العارضة، العدم.
- ٩ ما ثبت بزمان، يحكم ببقائه ما لم يوجد دليل على خلافه.
- ١٠ الأصل إضافة الحادث إلى أقرب أوقاته.
- ١١ الأصل في الكلام الحقيقة.

## أرشاد الطالب

- ٥١ إذا بطل الشيء بطل ما في ضمنه.
- ٥٢ إذا بطل الأصل بطل ما في أصله.
- ٥٣ يغتفر في التواضع ما لا يغتفر في غيرها.
- ٥٤ يغتفر في البقاء ما لا يغتفر في الابتداء.
- ٥٥ البقاء أسهل من الابتداء.
- ٥٦ التبرع لا يتم إلا بالقبض.
- ٥٧ التعريف على أربعة منوط بالصلفة.
- ٥٨ الرولية الخاصة أقوى من الرولية العامة.
- ٥٩ إعمال الكلام أولى من إعماله.
- ٦٠ إذا تعذرت الحقيقة، بصر إلى المجاز.
- ٦١ إذا تعذر إعمال الكلام، بهمل.
- ٦٢ ذكر بعض ما لا يتجرأ كذكر كله.
- ٦٣ المطلق يجري على إطلاقه إذا لم يتم دليل التقييد نصاً أو دلالة.
- ٦٤ الوصف في الحاضر لنوع وفي الغالب معتبر.
- ٦٥ السؤال ساه في الجواب.
- ٦٦ لا ينسب إلى ما كنت قولاً لكن السكوت في معنى الصاعية بيان.
- ٦٧ دليل الشيء في الأمور الباطنة يقوم مقامه.
- ٦٨ الكشاف كالحطاب.

## أرشاد الطالب

- ١١ الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة أو خاصة.
- ٣٢ الاضطراب لا يطل حتى الغير.
- ٣٣ ما حرم أخذه حرم إعطائه.
- ٣٤ ما حرم فعله حرم طلبه.
- ٣٥ العادة معلية.
- ٣٦ استعمال الناس حجة، بحسب العمل بها.
- ٣٧ الممنوع عادة كالممنوع حقيقة.
- ٣٨ لا ينكر تغير الأحكام بتغير الأزمان.
- ٣٩ الحقيقة تترك بدلالة العادة.
- ٤٠ إنما تغتفر العادة إذا طردت أو غلبت.
- ٤١ العبرة للغالب الشائع، لا للناظر.
- ٤٢ المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً.
- ٤٣ المعروف بين التجار كالمشروط بينهم.
- ٤٤ التعيين بالعرف كالتعيين بالنص.
- ٤٥ إذا تعارض المقتضى والمانع، يقدم المانع.
- ٤٦ الشائع تابع.
- ٤٧ الشائع لا يلزم بالحكم.
- ٤٨ من ملك شيئاً، ملك ما هو من ضروره.
- ٤٩ إذا سقط الأصل سقط الفرع.
- ٥٠ الساقط لا يعود كما أن المعدوم لا يعود.



## ارشاد الطالب

٩٠

إذا اجمع البائتر والتسبب بغير الحكم إلى البائتر.

٩١

الحواز الشرعي ينافي الضمان.

٩٢

الساخر ضامن وإن لم يعتقد.

٩٣

التسبب لا يتضمن إلا بالتعقد.

٩٤

حناية المعصاة حيا.

٩٥

الأمر بالتصرف في ملك الغير باطل.

٩٦

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه.

٩٧

لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي.

٩٨

تمثل سبب الملك قائم مقام تمثل الذات.

٩٩

من استعمل الشيء قبل أو له، عوقب بحرمانه.

١٠٠

من سعى في نقض ما تم من حبه، فمعه مردود عليه.

## ارشاد الطالب

٧٩

الإشارات المعهودة لأخرس كاليان باللسان.

٨٠

يقبل قول المترجم مطلقا.

٨١

لا عبرة بالنظر البين خطره.

٨٢

لا حجة مع الاحتمال الناشئ عن دليل.

٨٣

لا عبرة للتوهم.

٨٤

الثابت بالبرهان كالثابت بالبيان.

٨٥

البينة على المدعي، والبينة على من أنكر.

٨٦

البينة لإثبات خلاف الظاهر، والبينة لإبقاء الأصل.

٨٧

البينة حجة متعينة، والإقرار حجة قاصرة.

٨٨

الصرف مؤاخذ بالقرار.

٨٩

لا حجة مع التناقض، لكن لا يحتل معه حكم الحاكم.

٩٠

قد ينبت الفرع مع عدم ثبوت الأصل.

٩١

المعلق بالشروط يجب ثبوته عند ثبوت الشرط.

٩٢

يلزم مراعاة الشرط بقدر الإمكان.

٩٣

المؤاخذة بالكسب صور التعليق، تكون لازمة.

٩٤

العراج بالضم.

٩٥

الأجر والضمان لا يستبعدان.

٩٦

الغرم بالنعم.

٩٧

الصفة تغلر النقطة وتغلب الصفة.

٩٨

يضاف الفعل إلى الفاعل، لا إلى الأمر ما لم يكن محجورا.

## مصنف کی دیگر کتب

زیر طبع	کالم اور مضامین	تحقیقات و تالیفات
فہم لہری، جس کو سہ ماہی مالک لہری	بولتے نقشے	شرح مقررہ رسم الفنی (عربی)
آپ دہلیہ کیسے پڑھیں؟	حرمین کی نگار	آداب توتلی نوکیں
کتاب البحرانیہ	انہی کے آنسو	تسمیل السردی
آغا غازی علی اللہ علیہ السلام کی زندگی میں	سہ ماہیت امریکا تک	الاملا والترجم (عربی)
چاند کے نقاب میں	عالمی بیرونی تنظیمیں	کھینچا کیجیے
نقشے کے امک	مفتوں کی کہانی	رہنمائے خطابت
دردیج (ترہیت ج و غرو)	امت مسلمہ کے نام	اسلام اور تربیت اولاد (عربی)
		تسمیل
	سرچنگ پانچ	خواتین کا بقی معلم
	ہست کیا ہے؟	وجال: کون، کب کہاں؟
	عام اسلام پر امر کی اپکار کیوں؟ (ترجمہ و تالیف)	فاری کا آسان قاعدہ
		گنا: محاف کرتے والی نیکیاں
		دجال: اللہ اللہ



السعيد  
مکتبہ اعلیٰ اسلامیہ، کراچی

0333594714



## ارشاد الطالب

آپ ہدایہ کیسے پڑھیں؟

تحقیقات و تالیفات	وجہ کون کون کہاں؟
ماہی شرح معرورہ لفظی	کنا معارف کرائے والی نیکیاں
آداب فتویٰ نویسی	بابا چراغ زندگی
تسبیح السراہی	کالم اور مضامین
کتاب الخرافات	بولے بھٹے
تحریر کیسے لکھیں؟	حرمین کی پکار
برہان نیکی	اقسی کے آئینہ
قرآنی عربی لکھیے	سپاہیہ سے امریکا تک
الفاظ القرآن	عالمی یہودی تنظیمیں
درس قرآن کیسے دیا جاتا ہے؟	عظمتوں کی کہانی
خواتین کا دینی علم	امت مسلمہ کے نام
الاملا والقرآن	سرچنگ پوائنٹ
درس مردود	نہشت کیا ہے؟
فارسی کا آسان قاعدہ	پاکستان اسلام پر امریکی مظالم کیوں؟ (زبدہ حجاب)